ان میں سے کوئی بھی مستغنی ہوتا نہیں لگتا چنانچہ تو انشاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت اس امر کو معلوم کریگا
کہ اب ہر اس شخص کی گردن (کاٹنے کیلئے جو ناحق مشیخت کا مدعی ہو شمشیر براں کی مثل ہے۔ کیونکہ وہ اسکو
محبت اخلاق سے) بالکل نادار ثابت کریگی یہاں تک کہ وہ اپنے کو اخلاق بزرگان دین سے نکلا ہوا دیکھے گا جسطرح
سانپ کینچلی سے نکلجاتا ہے اور (فی الجملہ اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے کیونکہ) میں ایک جماعت کو جانتا ہوں جنکو اس
کتاب کی اطلاع ہوئی تو وہ مکدر ہوے اور (یہ کتاب انکو یہاں تک ناگوار ہوئی کہ) اگر انکے لئے اسکا چھپا لینا یا
اسکو دھوکر اسکے حروف مٹا دینا ممکن ہوتا تو وہ یہ بھی کر لیتے اس خوف سے کہ مبادا انکا کوئی معتقد اسکو دیکھ لے
اور اسکا اعتقاد جواب تک انکے بارہ میں ہے یہ دیکھکر کہ وہ ان بزرگوں کے اخلاق کیساتھ متخلق نہیں ہیں جنکے خلیفہ
ہونیکا انکو دعوی ہے بدلجاوے حالانکہ انکو اس سے شاداں و فرحاں ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ سراسر نصیحت ہے اور
نصیحت میں ہے کوئی (بشرطیکہ وہ طالب حق ہو) کسی ایسے شخص پر حسد نہیں کرتا جو انکو ایسے زمانہ میں ایسی نصیحت کرے
اور اسکا ثبوت اسکا یہ ہے کہ میرے (دینی) بھائی ابو الفضل رحمہ اللہ نے اپنے بھائیوں وغیرہ کی نصیحت کے باب
میں تقریباً پانچ ورق میں ایک کتاب تالیف کی ہے جو حق و باطل نیکی و بدی کا معیار ہے لوگوں نے اسپر حسد نہیں
کیا بلکہ بجائے اسکے) اسکو سونے اور لاجورد کے پانی سے لکھا اور اس سے نہایت خوش ہوے (یہ کیوں محض اسلئے کہ
سچے لوگ تھے۔ اور سچائی کا مقتضا یہی ہے کہ حق کو قبول کرے اور اسپر حسد وغیرہ نکرے) پس خدا سچوں سے خوش
ہو (اور ان پر رحم کرے) آمین

میں نے اس کتاب کو ان وقائع کے لحاظ سے تالیف کیا ہے جو مجھ سے اور میرے متعلقین سے سرزد ہوتے تھے اور
(نیز اسلئے) جو خلق میں نے اسمیں ذکر کیا ہے وہ ایک ایسے سبب کی بنا پر واقع ہوا ہے جسکو میں جانتا ہوں (مطلب یہ
ہے کہ) میں نے ان اخلاق کو کیف ما اتفق نہیں جمع کیا بلکہ جو امراض واقع ہوے اور انکے علاج میں جن باتوں کی ضرورت
ہوئی انکو جمع کیا ہے) پس اگر کسی کو اسمیں کوئی رخنہ معلوم ہو تو اسکی اصلاح کر دے) خدا رحم کرے اس شخص پر
جو اسمیں کوئی رخنہ دیکھے اور اعانت علی الخیر کے طور پر اسکی اصلاح کر دے۔ کیونکہ یہ رسالہ اصالۃً کتابوں سے منقول
نہیں ہے بلکہ وہ کتاب و سنت سے استنباط کے طور پر ہے اور اقوال ائمہ اور دوسری جتنی نقلیں ہیں میں نے اسمیں ذکر
کی ہیں وہ فقط ان مضامین کے لئے شواہد و دلائل کے طور پر ہیں جو میں نے اسمیں ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ انشاء اللہ یہ
امر عنقریب تجھے بخوبی معلوم ہو جاویگا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی مؤلف پہلا استنباط کرنیوالا ہوتا ہے جیسا
میں نے (بہ نسبت) اسکو بیان کیا ہے (کہ میں نے ان مضامین کو کتابوں سے نقل

لکہ رسیسہ

استنباط کیا ہے) تو اسکے کلام کو ان لوگوں کی بالضرور ضرورت ہوتی ہے جو اسپر رد قدح کریں اور اسکی فروگذاشتوں کی
تلافی کریں چنانچہ پچھلے علماء نے اگلوں کی فروگذاشتوں کی تلافی کی ہے برخلاف ان لوگوں کے جنکی کتابیں متاخرین کی
کی نقل و انکا مجموعہ ہیں۔ کیونکہ انکا کلام عام طور پر کسی رد قدح کا محتاج نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت کم
اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ علماء کی آپس کی نکتہ چینیوں کو دیکھتا ہے اور اسکے بعد جو عبارت نکتہ چینی سے محفوظ
ہوتی ہے اسے لے لیتا ہے (اور نکتہ چینی سے بچ جاتا ہے) جیسا کہ شیخ الاسلام زکریا انصاری رضی اللہ عنہ نے
اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ پس اسی وجہ سے جو شخص ایسی کتاب تالیف کرتا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے ایسی کتاب نہیں
تالیف کی تو وہ اپنے کلام کو تمام مفسرین و محدثین و فقہاء و اصولیین و نحاۃ متکلمین و صوفیہ و بیانیین وغیرہم کے وطن کا
نشانہ بناتا ہے اور اس بنا پر وہ اپنے ہر قول میں قبل اسکے کہ وہ اسکو کتاب میں جگہ دے ان تمام علماء سے
مناظرہ کا جا محتمن ہوتا ہے (تاکہ ان تمام اعتراضوں کو پیش نظر رکھکر جو انکی طرف سے اسپر وارد ہونگے ایک عبارت
بناوے اور کتاب میں لکھے جس سے اسکا کلام اعتراض سے محفوظ ہو جاوے)[ع] حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ولو کان من عند
غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ یعنی اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو لوگ اسمیں بہت
کچھ اختلاف دیکھتے اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ مولف کیلئے لکھنے کیوقت ان تمام امور کا اور ان تمام اعتراضوں
پیش نظر رکھنا دشوار ہے جو اس مسئلہ کے متعلق بیان کئے گئے ہیں اور اسکے منطوق اور مفہوم پر پڑتے ہیں (اور
چونکہ یہ امر دشوار ہے اسلئے اسکے کلام کیطرف اعتراضات وغیرہ کا متوجہ ہونا لازم ہے اور اسکے لئے شرح و حواشی
کی ضرورت ہے) اور اگر وہ اسپر قادر ہوتا تو نہ پھر کتابوں کو شرح کی ضرورت ہوتی اور نہ اسکی شرح حواشی کی محتاج ہوتیں
حالانکہ ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ مولف کو تالیف کے وقت ان تمام امور کا پیش نظر رکھنا دشوار ہے اور اس سے
ثابت ہوا کہ اسکو ہدف طعن بننا لابدی ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ میری کتاب پر نکتہ چینی ہونا بھی ضروری ہے اور
اس بنا پر میرا اصلاح کی درخواست کرنا صحیح ہوا اور یہی مقصود تھا) نیز جاننا چاہئے کہ یہی حالت (جو میں نے اپنی
اس کتاب کی بیان کی ہے کہ اسکے مضامین مستنبط ہیں نہ کہ منقول) میری تمام کتابوں کی ہے بجز حدیث اور اصول
کے مختصر رسالوں کے اور وہ بھی سب کتاب و سنت سے مستنبط ہیں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں
کو فتوے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ عمر کا قول ہے اگر ٹھیک ہو تو یہ اللہ خدا کی جانب سے ہے اور اگر غلط
ہو تو یہ غلطی عمر کیطرف سے ہے انتہی اور اسی طرح امام ابو حنیفہ فتوے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمکو تو اتنا

[ع] مجھے اس آیت کے امر ... اس کرنیکی وجہ نہیں معلوم ہوئی غور کر لیا جاوے۔ ۱۲ مصحح

استنباط کیا ہے، تو انکے کلام ...

تلافی کریں۔ چنانچہ پچھلے علماء نے انکو ...

کی نقلوں کا مجموعہ ہیں کیونکہ انکا کلام عام ...

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ علماء کی آپس کی ...

ہوتی ہے اسے لے لیتا ہے اور نکتہ علمی سے بچ جاتا ہے ...

اپنی تالیفات میں کیا ہے۔ بس اسی وجہ سے جو شخص ایسی کتاب

تالیف کی تو وہ اپنے کلام کو تمام مفسرین و محدثین و فقہاء ...

نشانہ بناتا ہے اور اسی بنا پر وہ اپنے ہر قول ... مثل ...

مناظرہ کا حاجتمند ہوتا ہے (تاکہ ان تمام اعتراضوں کو ...

بنائے اور کتاب میں لکھے جس سے اسکا کلام اعتراض سے بچ ...

غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی اگر قرآن ...

کچھ اختلاف دیکھتے اور یہ ہی وجہ ہے ...

پیش نظر رکھنا دشوار ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ...

چونکہ یہ امر دشوار ہے اسلئے اسکے کلام کی طرف ...

کیفر ورت ہے) اور اگر وہ اس پر قادر ہوتا تو ...

حالانکہ ایسا نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ ...

ثابت ہوا کہ اسکو ... الابدی ...

اس بنا پر میں اصلاح کی درخواست کرتا ہوں اور ...

اس کتاب کی ...

کے مختصر ...

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید کتاب

135911

الحمد للہ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ **امابعد** احقر ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ عرض رسا ہے کہ اس زمانہ میں اصلاح اخلاق و درستی معاملات و معاشرت کی طرف سے جسقدر بے اعتنائی اور لاپروائی برتی جارہی ہے اظہر من الشمس ہے کیا عوام کیا خواص غرض سب ہی نے ان کا اہتمام ترک کر رکھا ہے اور دینداری کو محض چند فرائض و واجبات وغیرہ میں منحصر سمجھ لیا ہے اور سب سے زیادہ شکایت اس بارہ میں طبقہ صوفیہ کی ہے کہ افسوس انہوں نے بھی اصلاح اخلاق کا اہتمام بہت کم کر دیا اور صرف تعلیم اوراد و نوافل پر اکتفا کر رہا ہے حالانکہ بنیاد تصوف اصلاح اخلاق ہی ہے اور مقامات سلوک اخلاق حمیدہ ہی کا نام ہے اور مشائخ کا ارشاد ہے کہ جبتک اخلاق رذیلہ سے نفس پاک نہ ہو جائے اُسوقت تک حصول نسبت دشوار بلکہ قریب بہ محال ہے الحمد للہ کہ اس کمی کی تلافی کیطرف حق تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت سیدی مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکات انفاسہم القدسیہ کو متوجہ فرمایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت اقدس کے بیشمار مواعظ و تالیفات میں اصلاح اخلاق کے متعلق ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا اور حضرت کے مکتوبات و ملفوظات کے ذریعہ سے سچے طالبین کے دلوں میں یہ بات ذہن نشین ہو گئی کہ علم اخلاق دین کا جزو اعظم اور سلوک کی بنیاد ہے لیکن اسکے ساتھ ہی کچھ لوگ اس مذاق کے بھی نظر آئے جو حضرت والا کے اس طرز عمل سے متوحش ہوتے تھے کہ ایک زمانہ سے یہ طرز متروک اور غیر مانوس ہو رہا تھا اور ... سمجھ کر اُس سے اعراض کرتے اور دولت اصلاح اخلاق سے محروم رہ جاتے تھے اس وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اخلاق کے متعلق حضرات سلف صالحین اور اجلہ صوفیہ کرام کی کتابوں کا ترجمہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اُن کو معلوم ہو کہ سلف صالحین و صوفیہ کرام کو اخلاق و عادات کا کس درجہ اہتمام اور اُن کی اصلاح و تکمیل کی کیسی کچھ فکر تھی چنانچہ کچھ زمانہ ہوا احقر نے اسی خیال سے حضرت قطب ربانی سیدی العلامہ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ کی کتاب البحر المورود کا ترجمہ حصہ اول کی صورت میں بنام اللہ المقصود شائع کیا تھا جسکی بحمد اللہ اکثر احباب نے بہت عزت و قدر کی اور جس نے ایکبار اُسکو دیکھا

Marfat.com

وہ اسکی خوبی کا معترف ہو بعض عوارض کی وجہ سے میں ابتک اس کی تکمیل نہ کرسکا لیکن حصہ دوم مکمل کر چکا ہوں صرف طبع ہونے کی دیر ہے اور اسی غرض سے یہ ایک دوسری کتاب آپکی خدمت میں پیش کیجاتی ہے جسکا نام **احوال الصادقین** ہے یہ بھی علامہ شعرانی رضی اللہ عنہ کی ایک بیش بہا کتاب **تنبیہ المغترین** کا ترجمہ ہے علامہ نے اس کتاب میں اخلاق سلف اور انکے ملفوظات و حالات کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے زبان قلم اسکے بیان سے عاجز ہے حق یہ ہے کہ زبان عربی میں قرآن و حدیث کے بعد غالباً ایسی کتاب اخلاق کے بارہ میں کوئی دوسری نہ ہوگی اور اردو زبان میں اس ترجمہ سے پہلے اس فن کی کوئی کتاب اس خوبی کی دیکھنے میں نہ ہوگی احقر نے اس کتاب کو حضرت اقدس حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کرکے ترجمہ کا خیال ظاہر کیا فرمایا کہ اسکا ترجمہ ضرور ہو جانا چاہیئے انشاء اللہ نہایت نافع و مفید ہوگی۔ میرا عرصہ سے ارادہ تھا کہ خود اس کا ترجمہ کرونگا لیکن کثرت مشاغل کی وجہ سے میں اسکے لئے فارغ نہ ہو سکا اسلئے اپنے مکرم و محترم محبی مولانا مولوی **حبیب احمد** صاحب کیرانوی اتم اللہ فیضہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ آپ اس کتاب کا ترجمہ بہت عمدگی کیساتھ کر سکتے ہیں بہتر ہو کہ اس خدمت کو آپ انجام دیدیں خدا کا شکر ہے کہ مولانا ممدوح نے میری درخواست کو قبول کیا اور برادر مکرم مولوی **شبیر علی** صاحب .... نے اسکے سب مصارف کا ذمہ لیا فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزا بس تقریباً تین مہینہ کے عرصہ میں یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔ ناظرین ترجمہ کی خوبی اور وضاحت و سلاست خود ہی ملاحظہ فرمالیں گے اسکی بابت میں کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا البتہ مابین القوسین عبارات سے جو لطف ترجمہ میں آگیا ہے اسکو اہل علم انشاء اللہ سمجھیں گے اور سمجھکر قدر کرینگے اور امید ہے کہ جو کوئی اس کتاب سے متمتع ہوگا وہ حضرت حکیم الامت اور ہم سب خدام کو دعائے خیر میں ہمیشہ یاد رکھے گا کہ یہی ہماری بڑی درخواست ہے اس کتاب کو دیکھکر سب لوگوں کو یہ بات واضح ہو جائیگی کہ آج کل ہماری حالت اسلام سے کسقدر دور ہوتی جارہی ہے اور حقیقت میں ہمارا اسلام محض نام کا اسلام رہگیا ہے اور آجکل جو ہماری حالت ہر حیثیت سے ابتر ہو رہی ہے اسکا بڑا راز یہی ہے کہ ہمارے اخلاق باطنی عام طور پر خراب ہو رہے ہیں کسی نے سچ کہا ہے

وہ غیرتیں وہ صبر وہ ایمان ہیں کہاں　　حسن عمل کے دل میں وہ ارماں ہیں کہاں
اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہیں خستہ دل　　پوچھے ذرا کوئی کہ مسلماں ہیں کہاں

اور جس ذلت کا رونا آج رویا جا رہا ہے بجز اسکا راز صرف یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں

ہونی ہے نصیب تلخ کامی تم کو　　محسوس نہیں ہے اپنی خامی تم کو

Marfat.com

اغیار نہیں بنا سکے ہمت کو غلام
ہے اپنے ہی نفس کی غلامی تمکو

پس اگر مسلمان اپنی حالت درست کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور راحت و اطمینان چاہتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں جگہ دیں وما علینا الا البلاغ۔

۵ دنیائے دنی کی یہ ہوس جانے دو
گلچیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو
مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

والسلام علی عباد اللہ الصالحین۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

احوال الصادقین (ترجمہ) تنبیہ المغترین

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد رب العلمین واصلے واسلم علی سیدنا محمد وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی آلہم وصحبہم اجمعین۔ واقول سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

اما بعد یہ ایک نفیس کتاب ہے جسکا حجم چھوٹا اور مرتبہ بڑا ہے۔ میں نے اسمیں سلف صالح کے خدا اور مخلوق خدا کے ساتھ معاملہ کے بیانات کی ایک معقول مقدار درج کی ہے (اور بتلایا ہے کہ بزرگان سلف کا خدا اور مخلوق خدا کے ساتھ کیسا معاملہ کس قسم کا تھا اور وہ انکے کیساتھ کسطرح برتاؤ کیا کرتے تھے) اور میں نے اس (کتاب کے مضامین) کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر (پیش کر کے انکی صحت کو) تالیف کے وقت اپنے فہم کیموافق یوں منقح کر لیا ہے جس طرح سونے اور جوہر کو پرکھ کر کھرا کیا جاتا ہے) لہذا اب یہ کتاب ایسی ہے جیسی امام نووی کی کتاب منہاج علم فقہ میں پس جسطرح علماء زمانہ ان تحقیقات کے موافق جو اس میں درج ہیں اور ان ترجیحات کے مطابق جنکو وہ حاوی ہے لوگوں کو فتوی دیتے ہیں۔ یوں ہی علماء صوفیہ ان منقح اور کھری نقلوں کے مطابق فتوی دینگے جو اس کتاب میں درج ہیں کیونکہ میں نے اسکے (اندر مندرج) اخلاق کو سلف صالح یعنی صحابہ تابعین اور علماء باعمل رضی اللہ عنہم اجمعین کے افعال سے مضبوط کیا ہے نیز میں نے اسے اپنے ان اخلاق سے بھی مضبوط کیا ہے جنکے ساتھ خوگر ہونیکا خدا نے میرے طریق محبت جماعت (صوفیہ) داخل ہونے سے شروع زمانہ ہی میں مجھپر احسان کیا ہے۔ بدیں اندیشہ کہ مبادا بعض نوردہ گیر یہ کہیں کہ عبدالوہاب ہمکو گروہ اہل اللہ کے اخلاق کیساتھ خوگر ہونیکا کیسے حکم کرتا ہے جبکہ وہ خود ان اخلاق کے اختیار) پر

Marfat.com

قادر نہیں ہے اور اسی لئے میں نے ان بہت سے اخلاق کی جنکے (خوگر ہونگے) ساتھ خدا نے میرے ہمعصروں کو چھ
کر خاص مجھپر احسان کیا ہے سامعین کو اس امر پر متنبہ کرنیکے لئے کہ میں اسکے ساتھ متخلق ہوں اور میں نے متخلق
کو اسی وقت اُنکے ساتھ متخلق کی دعوت دی ہے جبکہ میں خود انکے ساتھ متخلق ہو چکا ہوں۔ یہ لکھکر تصریح کر دی ہے
کہ یہ خلق نادر ہے میں نے اس زمانہ میں اپنے سوا کسی کو نہیں دیکھا کہ اسکے ساتھ خوگر ہوا ہو اور اگر یہ تنبیہ مقصود نہ
ہوتی تو ہمارے لئے اپنے برادران (دینی) سے انکا اخفا ہی اولی تھا جسطرح اپنے اُن باقی اعمال کا (اخفا مناسب
اور اس بنا پر انکا اخفا کیا بھی گیا ہے) جنمیں ہمنے کسی کو اپنے اقتدا کا خواہاں نہیں خیال کیا کیونکہ بجز دو باتو نمیں
کسی ایک بات کی غرض کے اظہار اعمال میں کوئی فائدہ نہیں یا تو اسلئے (اظہار ہو) کہ لوگ انمیں آدمی انکو تحدث
بالنعمۃ کے طور پر شکر خدا کیلئے ظاہر کرے اسکے سوا اور کسی غرض کیلئے ایسا کرنا مناسب نہیں اور میری زبان حال
ہر خوردہ گیر سے یہ کہہ رہی تھی کہ اے میرے بھائی میرے اخلاق میں نظر کر پھر جن اخلاق کیساتھ تو مجھے متخلق پاوے
تو بھی انکے ساتھ متخلق ہو اور اس حالت میں تیرے لئے کوئی عذر نہیں۔ اور جنکے ساتھ تو مجھی متخلق نہ پائے ان میں
جو میرا عذر ہے وہی تیرا عذر ہے اور بسا اوقات میں ایک خلق کو مختلف عبارتوں میں (مختلف وجوہ سے) کئی کئی
مرتبہ بیان کرونگا۔ اولًا) قرآن عظیم و صحیح۔ بخاری و دیگر کتب دلہ کی اقتدا کیلئے انکا طرز بیان بھی یہی ہے (اور ثانیًا)
اس خلق کیساتھ اعتنا رشانکے لئے اور (ثالثًا) اسکے ترک کے سبب لوگوں کے کثرت تساہل کیوجہ سے چنانچہ (اسی کثرت
تساہل پر تنبیہ کیلئے) میں بعض اوقات کہونگا کہ یہ خلق اس زمانہ میں نایاب ہو گیا ہے اور میں اپنے ہمعصروں میں اپنے
سوا کسی کو نہیں جانتا کہ اسکے ساتھ متخلق ہو اور اس سے مقصود اپنے ہمعصروں میں سے ان لوگوں کی کمی کیطرف
اشارہ ہوگا جو اسکے ساتھ متخلق نہیں ہیں نہ کہ اپنے بھائیوں کی تحقیر جیسا کہ خیال کیا جا سکتا ہے معاذ اللہ کہ میں ایسا
قصد کروں اور بڑا سبب میری اس کتاب کی تالیف کا یہ تھا کہ میں نے اپنے آقا سلیمان بن عثمان کی جماعت کو
اسکی حمایت کیلئے دسویں صدی کے نصف ثانی میں اس مال کی تحقیقات کرتے ہوئے دیکھا جسکو انکے کارندوں
وغیرہ نے چورا لیا تھا اور (برخلاف اسکے) علماء شریعت میں سے کسی کو بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حمایت کیلئے شریعت محمدیہ کے اخلاق کے ان نشانات کی تفتیش کرتے نہ دیکھا جو (غارتگران دین کے ہاتھوں
مٹ) چکے ہیں جیسا کہ ہمارے آقا سلطان نصرہ اللہ کی جماعت نے کیا ہے۔ اسپر مجھے شریعت پر ایمانی غیرت
آئی اور میں نے اس کتاب کو علماء ظاہر و باطن کے دورہ میں اخلاق شریعت کے مٹ نے والے نشانات
کو ظاہر کرنیکے طور پر تالیف کیا پس وہ اس زمانہ میں ہر فقیہ و صوفیہ کے لئے نافع ہوگی۔ اور اسکے مطالعہ

معلوم ہوسکا اب جو شخص اس سے زیادہ روشن بات معلوم کرے تو وہ اولی بالصواب ہے۔ اور بسا اوقات یہ بھی فرماتے کہ یہ نعمان کا فتوی ہے۔ اب اگر صواب ہو تو یہ القا خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو اسکی غلطی نعمان کی جانب سے ہے اور اسکے باب میں دنیا اور آخرت میں الزام خود اسپر ہے۔ اور یہی مؤلف کتاب بھی کہتا ہے نیز میں خدا کے فضل سے اسکی امید رکھتا ہوں کہ کتاب اس بھیجنے کے بعد جو ان مشائخ کے انتقال کے بعد واقع ہو گیا تھا جنکو ہمنے دسویں صدی کے نصف اول میں پایا تھا جماعت اہل اللہ کے ان اخلاق کو ظاہر کرنیوالی ہوگی۔ جو اس عرصہ میں مٹ چکے تھے (اور اس سے پہلے موجود تھے) کیونکہ ہم نے بحمد اللہ تعالی تقریباً سو شیخ ایسے دیکھے ہیں جنمیں سے ہر ایک اس شان کا تھا کہ اسکے وسیلہ سے بارش مانگی جاوے جیسے سیدی علی مرصفی وسیدی محمد شناوی وسیدی محمد بن داؤد وسیدی ابوبکر الحدیدی وسیدی عبد الحلیم بن مصلح وسیدی ابو السعود الجارحی وسیدی تاج الدین الذاکر وسیدی محمد بن عنان وسیدی علی الخواص اور انکے سوا دوسرے حضرات جنکا ہم نے کتاب طبقات العلماء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ سب لوگ حد عبادت پرہیزگاری اور اپنے اعضاء ظاہرہ وباطنہ کو ایسے شئے میں استعمال کرنے سے روکنے میں جن سے خدا نے انکو منع کیا ہے بہت کچھ رسوخ رکھتے تھے اور انمیں سے کوئی اگرچہ وہ نہایت تنگی میں ہو حکام سے ہدایا نہ لیتا تھا۔ بلکہ وہ اسوقت تک بھوکا رہتا تھا جب تک کہ اسے کوئی حلال چیز (کھانیکے لئے) ملجاوے اور نہ انمیں سے کوئی گھوڑوں کی سواری کی زحمت گوارا کرتا تھا۔ اور نہ عمدہ پوشاکوں کی۔ اور نہ اچھے کھانوں کی۔ اور نہ دولتمند عورتوں سے شادی کرتا تھا اور نہ سنگ مرمر کے مکانات میں رہتا تھا بجز اس صورت کے کہ اشیاء مذکورہ میں سے کوئی شئے اتفاقی طور پر اسکو حلال طور پر ملجاوے اور بادشاہ انکے سامنے بیت المال سے روزینہ جاگیریں حقوق۔ اور وظائف پیش کرتے تھے مگر وہ انکار کر دیتے تھے اور کہدیتے تھے کہ شاہی مال مصالح ملک شعائر دین اور اس فوج پر خرچ کرنیکے لئے ہے جو مسلمانوں سے مدافعت کرنیوالی ہے اور ہماری اس میں کوئی نفع نہیں (تو ہم پر صرف کرنا بے محل ہے اور اسلئے ہم اسکو نہیں لے سکتے) اور بعض انمیں سے ایسے تھے کہ ایک سوکھے ٹکڑے پر قناعت کرتے تھے جسکو توڑ کر پانی میں بھگو دیتے اور نمک سے لگا کر کھالیتے۔ اور اسی پر اکتفا کرتے ان ہی میں سے شیخ امین الدین غمری اور شیخ محمد مغربی جلال سیوطی کے شیخ ہیں۔ ایک مرتبہ سلطان قایتبائی انکی خدمت میں حاضر ہوا اسوقت وہ سوکھی روٹی کھا رہے تھے جسکو انہوں نے پانی میں بھگو رکھا تھا سلطان نے انکے سامنے ہدیہ پیش کئے تو انہوں نے انکو واپس کر دیا اور کہا کہ مجھکو انکی ضرورت نہیں اور سلطان کے سامنے یہ شعر پڑھا

اقنع بلقمة وشربة ماء ولبس الخيش ۔ وقل لعقلك ماولك الارض الاحوابيش

اس سے سلطان کو عبرت ہوئی اور رونے لگا۔ اور اپنے ہزار دینار اٹھالئے۔ پس ان مشائخ کے حال کو اُن شائخ مشائخ سے کیا نسبت ہے جو مصر یا حجاز یا شام سے روم اور اعراق کا اسلئے سفر کرتے ہیں کہ سلطان انکے لئے جاگیرین اور حقوق اور ظائف مقرر کر دے۔ باوجودیکہ اُن میں سے بعض کو اپنے شہر میں بھی بقدر کفایت مال مل جاتا ہے انکے لئے تو یہ زیبا تھا کہ اگر وہ مال جسکے لیئے وہ سفر کرتے ہیں اُنکی خواہش کے بغیر اُنکے سامنے پیش کیا جاتا تو اُسے بھی واپس کر دیتے اور جو مال مصالح ملکی کیلئے ہے اسمیں سلطان لشکر کی مزاحمت نہ کرتے جسطرح کہ انکے سلف صالح اس روش پر چلے ہیں (کیونکہ انہوں نے کبھی بادشاہوں کے بال پر نظر نہیں کی) بلکہ جن مشائخ کو ہم نے پایا ہے انکے مریدوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اپنے شہر سے طلب دنیا کیلئے سفر کرتا ہو چہ جائیکہ خود مشائخ ایسا کریں۔ کیونکہ جیسا کہ معلوم ہے اول قدم جو مرید اس طریق میں رکھتا ہے۔ وہ یہی کہ جسقدر دنیا اُسکے قبضہ میں پہلے سے موجود ہو اُسے بھی نکالدے۔ اور اسکو بحر یاس میں ڈالدے (اور جب مرید کا اول قدم یہی ہو اسکے لئے دنیائے غیر حاصلہ کی تحصیل کب مناسب ہو گی اب ہم بعض ایسے واقعات سناتے ہیں جنسے مشائخ کیلئے طلب دنیا کی مذمت معلوم ہوتی ہے) مشائخ مصر میں سے ایک صاحب نے ایک مرتبہ روم کا سفر کیا اور ایاس پاشا وزیر سے ملے۔ وزیر نے ان سے کہا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اہل طریق میں سے ایک شیخ ہوں۔ ایاس نے سوال کیا کہ آپ یہاں کس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ اسکے جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ بیت المال سے میرا کچھ وظیفہ مقرر کر دو وزیر نے کہا کہ کیا آپکو معلوم ہے کہ مصر میں کوئی شخص طریق میں آپکا ہم پلہ ہے! انہوں نے کہا "نہیں" ایاس نے کہا کہ تف ہے تجھ شیخ پر جب تیری یہ حالت ہے (کہ تو بیت المال سے وظیفہ مقرر کرانیکے لئے یہاں آیا ہے) حالانکہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ مصر میں کوئی شخص طریق میں تجھ سے اونچا مرتبہ نہیں رکھتا۔ تو باقی مشائخ (جو تجھ سے بھی گھٹیا ہیں اُن) کی کیا حالت ہو گی۔ تو نے فقرا کی بھی تحقیر کی اور طریق کو بھی بدنام کیا۔ کیونکہ اگر کوئی مرید ایسا کرتا اور طلب دنیا کیلئے اپنے شہر سے دوسرے شہر میں جاتا تو طریق ارادہ سے نکل جاتا۔ پس تو منتہی ہو کر ایسا کیسے کرتا ہے یہ کہکر اسکو جھڑک دیا۔ اور حکم دیا کہ اسکو میرے پاس سے نکالدیا جاوے۔ پس نکالدیا گیا اور ناکام لوٹ آیا۔ علی ہذا شام کے ایک صاحب کو یہ واقعہ پیش آیا کہ روزینہ میں اضافہ کی درخواست کیلئے اس نے روم کا سفر کیا۔ اس سے پہلے اسکو چالیس نصف روزانہ ملتے تھے۔ پس جب کہ وہ اسلامبول پہنچا تو شہر کے سمت میں فروکش ہوا۔ اور اپنے آمد کو وزیر کے پاس بھیجا کہ اسکو شیخ کی تشریف آوری کی اطلاع دے تاکہ وہ زیارت کیلئے حاضر ہو۔ اُس وقت بھی لوطا پاشا ہی وزیر تھا۔ اس نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اور قاصد سے کہدیا کہ حضرت شیخ سے کہدینا کہ (ہم تو نہ

آئینگے ہاں) اگر خود حضور کو ہم سے کچھ کام ہو تو غریب خانہ پر تشریف لے آئیے۔ یہ سنکر قاصد شیخ کے پاس گیا۔ اور جاکر وزیر کا جواب سنا دیا۔ قاصد کے چلے جانیکے بعد وزیر نے کہا کہ ای عجب شیخ شام سے طلب دنیا کیلئے روم کا سفر کرتا ہے اور اس حالت پر) امراء سے اسکا خواہاں ہوتا ہے کہ وہ اسکی تعظیم کریں۔ اور اسکی زیارت کیلئے آئیں۔ باوجودیکہ اسکو انکی ضرورت ہے۔ اور انمیں سے کسی کو اسکی ضرورت نہیں۔ اور جب کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ولی ہوں اور میں نے اپنے نفس کو انواع واقسام کے مجاہدات سے سیدھا یا اور شائستہ بنایا ہے اور باوجود اسکے اسکی حالت یہ ہے کہ وہ طلب دنیا کیلئے اپنے کو امراء پر ڈالتا ہے تو ہم لوگوں کا کیا حال ہونا چاہئے۔ باوجود اسکے کہ ہم نے مجاہدات سے اپنے نفسوں کو شائستہ بھی نہیں بنایا۔ اور نہ ہمیں اس (شیخ) کی ضرورت ہے۔ اسکے بعد پاشا نے انکے یہاں دعوت کا کھانا بھیجدیا اور خود نہیں گیا۔ اور کہا کہ میں نے شیخ کیساتھ یہ (روکھا پن) اسلئے کیا ہے کہ میں اسکو ادب سکھاؤں (کہ وہ پھر کسی امیر سے ایسی بیہودہ درخواست نہ کرے) کیونکہ ہم ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنکے سامنے دنیا پیش کیجائے اور وہ اسے ہمیں واپس کر دیں۔ رہے وہ لوگ جو اسکو ہم سے مانگیں اور اسکی وجہ سے اپنے وطن سے سفر کریں سو وہ اسکے مستحق نہیں ہیں کہ ہم میں سے کوئی انکے پاس جائے اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ صاحب اپنے وطن کو ناکام واپس کر دئے گئے۔

اور ایک مرتبہ مجھ سے امیر محمد دفتر دار مصر نے کہا کہ میں اب مشائخ مصر کا معتقد نہ ہونگا۔ اگرچہ انمیں کوئی ہوا میں چلے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کسلئے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے انکو دیکھا کہ وہ طلب دنیا کیلئے زیادہ جد و جہد کرتے ہیں جسقدر کہ ہم اسکے لئے کوشش کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مشائخ مصر میں سے ایک شیخ رمضان شریف میں میرے یہاں روزہ افطار کرنیکے لئے تشریف لائے۔ میں نے ان سے [illegible] کھانیکی حلت میں مجھے شبہ ہے۔ آپ اسمیں سے نہ کھائیے پھر انہوں نے فرمایا کہ میں آخرت میں آپ سمجھ لونگا۔ (اب آپ انصاف کیجئے کہ میں ایسے شخص کا معتقد کیسے ہو سکتا ہوں جب کہ وہ مشتبہ کھانا کھاتا ہے) حالانکہ اسکی کھانے کو میرا بھی جی نہیں چاہتا۔ باوجودیکہ میرا شمار ظالمونمیں ہے۔

اور جب کہ شیخ نور الدین شعرانی کا انتقال ہوا۔ تو میں نے انکو خواب میں دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں اس روزینہ کے قبول کرنے پر نادم ہوں جو مجھی خاں بیگ دیتا تھا۔ کیونکہ میں عمر بھر آزاد رہا اور کسی کا دست نگر نہیں ہوا۔ اس نے میری اس صفت میں بٹہ لگایا۔ پس اے بھائی خبردار تو ان مشائخ کی نسبت جنکو ہمنے پایا ہے یہ گمان نہ کرنا کہ وہ بھی قلت ورع و قناعت میں انہی مشائخ کی مثل تھے (جنکے حالات تجھ سے بیان کئے

گئے ہیں) کیا یہ بدگمانی ہے اور ایسا کرنے سے) تو انکی نسبت بدگمانی کریگا۔ اور اے بھائی خبردار تو ہرگز مشائخ کی صورت نہ بنانا بجز اس صورت کے کہ تیرا ظاہر و باطن تخلیط سے جیسا کہ فال کھولنے والوں اور مشائخ عرب اور ظالموں کا مال کھانا (وغیرہ وغیرہ) محفوظ ہو۔ کیونکہ اگر تو نے مشائخ کی صورت بنائی اور تیرا ظاہر محفوظ نہیں ہے تو تو نے خدا و رسول و اہل طریق کی خیانت کی۔ اور اپنے متبعین کا دین برباد کیا۔ اور تیرے ذاتی گناہ پر ائمہ مضلین کے گناہ اضافہ ہوا۔ بالخصوص جب کہ تجھے یہ بھی دعویٰ ہو کہ تو مشائخ مصر میں مرتبہ میں سب سے بڑھکر ہے (تب تو اور بھی بُرا ہے) حاصل یہ ہے کہ مشائخ میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ بعض اصلی اور بعض نقلی۔ انکے امتیاز کی ضرورت ہے) اسلئے میں نے یہ کتاب بطور میزان کے تالیف کی ہے جس سے نفع والے اور ٹوٹے والے اہل حق اور اہل باطل نیک و بد میں امتیاز ہو گا۔ پس اے بھائی تو ان اخلاق کو جو اس کتاب میں ہیں ہر اس شخص پر پیش کر جسکی تو ان مشائخ میں سے جو اس زمانہ میں ظاہر ہیں صحبت چاہتا ہے۔ پھر اگر تو اسکو انکے ساتھ خوگرفتہ پائے۔ تو اسکی صحبت اختیار کر۔ اور اسکا اتباع کر اور اسکے قدم چوم۔ اور اگر تو اسکو انکے ساتھ خوگر نہ پائے تو بلا اسکی تحقیر کے خیال کے (بلکہ اسکو اپنے لئے غیر نافع سمجھ کر) اس سے اعراض کر۔ اور اسکے معاملہ کو خدا کے سپرد کر۔ یہ ایک نہایت شاندار کتاب ہے۔ جو کہ سچے لوگوں کے زمانہ کے انقطاع کیوقت جماعت صوفیہ کے مٹ جانیوالے اخلاق کی اس طریق پر تجدید کرتی ہوئی آئی ہے جسپر ہر زمانہ میں علماء باعمل چلے ہیں۔ چنانچہ بعض علماء (اپنے اپنے زمانہ میں) اپنی کتابوں کے ذریعہ سے طریق اہل اللہ کے اُن نشانات کی تجدید کرتے ہوئے آئے ہیں جو مٹ چکے ہیں۔ جیسے حارث محاسبی۔ ابوطالب مکی۔ ابونعیم۔ ابوالقاسم قشیری۔ امام غزالی۔ شہاب الدین سہروردی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ اور آٹھویں صدی میں آخری مجدد سیدی شیخ ابوعبداللہ محمد الغمری ہیں جو کہ محلہ کبریٰ میں مدفون ہیں۔۔ لوگ انکو فقیہ صوفیہ کہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ہو لغات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کے اخلاق ضبط کئے تھے۔ اور میرے علم میں بجز میرے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ضبط اخلاق اہل اللہ میں انکی روش پر چلا ہو۔ چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ تم اس کتاب میں دیکھ کر اس (بیان کی سچائی) کا مشاہدہ کر لوگے۔ اور اگر اس زمانہ میں میرے سوا کوئی ایسا کرتا تو میں بھائیوں کو اس کی کتاب کے مطالعہ کی طرف رہنمائی کرتا۔ اور اس کتاب کی تالیف کی اپنے آپکو زحمت نہ دیتا۔ کیونکہ اسوقت اسکا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ اس مقام پر شاید کوئی کہنے والا یہ کہے کہ تمہاری یہ کتاب اس زمانہ کے فقراء کی برائیاں ظاہر کریگی تو تم نے اپنے بھائیوں کی پردہ پوشی کیوں نہ کی کیونکہ یہ کسی کو بھی اس زمانہ کے مشائخ میں سے کسی کا معتقد نہ

Marfat.com

چھوڑیگی) تو ہم اس کہنے والے سے یہ کہینگے کہ جمہور علماء وصوفیہ سلف ہم سے پہلے ایسی تصانیف کر چکے ہیں اور
انہوں نے نیکو نکے اخلاق کو بدوں کے اخلاق سے اور سچّو نکو جھوٹوں سے اور بناوٹی لوگو نکو مخلصین سے جدا کرکے
دکھلایا ہے۔ اور اس امر کی طرف انہوں نے اصلاً التفات نہیں کیا ہے کہ اس سے اُن لوگو نکی بُرائی کا اظہار لازم آویگا
جو صفت اخلاق سلف صالح کے خلاف ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن
ومن شاء فلیکفر یعنی آپ کہدیجئے کہ حق خدا کی جانب سے ہے۔ اب جسکا جی چاہے اسکی تصدیق کرکے مومن ہو
جائے اور جسکا جی چاہے اسکی تکذیب کرکے کافر ہے۔ (پس جسطرح حق کا اثر مقصود ہدایت ہے اور اثر لازم بعض
مقامات پر گمراہی۔ اور اس اثر لازم فی بعض المحال کی وجہ سے اظہار حق سے احتراز نہیں کیا گیا یوں ہی اخلاق
محمودہ کے اظہار میں اسکی پروا نہ کیجاویگی کہ اس سے سیئ الاخلاق لوگو نکی برائی ظاہر ہوتی ہے) کیونکہ اگرچہ صفات
صالحین کے اظہار سے جھوٹو نکی پردہ دری ہوتی ہے۔ مگر اس سے بیان کرنیوالو نپر کوئی تنگی عائد نہیں ہوتی۔
کیونکہ انکا مقصود اصالۃً مسلمانوں کی بہبودی ہے (نہ کہ کسی کی پردہ دری) اور یہ معلوم ہے کہ گناہ [illegible]
موقع پر جہاں قصد سے فعل کی نوعیت بدل جاوے) قصد کے تابع ہوتا ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس شخص [illegible]
کے بارہ میں جو قرآن پڑھے اور اسکا مقصود تلاوت نہ ہو بیان کیا ہے کہ وہ گنہگار نہ ہوگا اور وجہ [illegible]
یہ بیان کی ہے کہ مقروء بدون قصد کے قرآن نہ ہوگا۔ اور قصد ہے نہیں تو مقروء قرآن نہوا۔ اور قراءت [illegible]
نہ ہوئی۔ لہذا پڑھنے والا گنہگار نہ ہوگا۔ اور اسکی تائید جمہور علماء اصول کے اس مذہب سے ہوتی ہے [illegible]
مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جن بزرگان شریعت و حقیقت نے اپنے زمانہ کے لوگو نکی [illegible]
کی ہے اُنکے فعل کو اسپر محمول کرنا واجب ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
سبب و راحیاء شریعت کی غرض سے اپنے بھائیو نکی ہمت کو اخلاق حسنہ کی اس حالت [illegible]
جسپر وہ اب ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اقران سے شفاء نفس کیلئے اور ان پر تفوق کی خواہش کے سبب اور
انکے مقابلہ میں اپنے صلاح و تقویٰ کی شہرت کی غرض سے ایسا نہیں کیا حاشا کہ وہ ایسا قصد کریں۔ اور میں
خدا کے فضل کی بناء پر اس سے اسکی درخواست کرتا ہوں کہ اسکے ذریعہ سے اسکے مولف کو اور سامع
کو اور کاتب کو اور مطالعہ کرنے والے کو نفع بخشے۔ بیشک وہ سننے والا اور قبول کرنیوالا ہے اور میں نے
اسکا نام (تنبیہ المغترین اواخر القرن العاشر علی ما خالفوا فیہ سلفهم الطاهر) رکھا ہے۔
خدا اسکو اپنی ذات کریم کیلئے خالص کرے۔ اور میں اسکو خدا کے کلمات تامہ کی پناہ میں دیتا ہوں

Marfat.com

ہر اُس دشمن اور حاسد کے شر سے جو اسمیں کوئی ایسا کلام جو میرا کلام نہ ہوا ور کتاب وسنت کے مخالف ہو محض اس غرض سے خفیہ طور پر داخل کر دے کہ لوگونکو اسکے مطالعہ سے متنفر کرے - اور جو فوائد اسمیں درج ہیں ان سے انکو محروم کرے - جیسا کہ یہ واقعہ میری کتاب بحر المورود فی المواثیق والعہود اور نیز میری کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامہ کے مقدمہ میں ہوا ہے (کہ لوگوں نے ان کتابوں میں اپنی طرف سے خلاف شریعت مضامین داخل کر دیے اور اسکے سبب جامع ازہر وغیرہ میں ایک فتنہ عظیم واقع ہو گیا - اور بہت سے بیباک لوگوں نے بلا تحقیق یہ سمجھ لیا کہ جو عقائد غیر صحیحہ ومسائل خارقہ اجماع مسلمین لوگوں نے اسمیں خفیہ طور پر داخل کر دیئے تھے وہ میرے عقائد میں سے ہیں اور میں بانتہ انکو مانتا ہوں (اور یہ سمجھ کر مجھ پر لعن طعن سب وشتم کرنے لگے) اور (یہ بلا اتنی عام ہوئی کہ) میری آبرو وحملہ کرنے سے بجز معدودے چند لوگوں کے کوئی بھی بچا اور جبتک میں نے دو صحیح نسخے ایک بحر المورود کا اور دوسرا کشف الغمہ کا جامع ازہر میں علماء کے پاس نہ بھیج لیئے اسوقت تک اس فتنہ کی آگ نہ بجھی - میں پیشتر بحمد اللہ تعالیٰ ان کتابوں کو مشائخ اسلام کو دکھا چکا تھا - اور انہوں نے اسپر اپنے دستخط کر دیئے تھے - اور انکو پاس کر دیا تھا - اور انکی تالیف کی تعریف کر چکے تھے - پس انہوں نے انکو خوب دیکھا بھالا اور جن مضامین کو حاسدوں نے داخل کیا اور شائع کیا تھا انمیں سے انہوں نے کوئی بات بھی نہ پائی تب (انکو اطمینان ہوا اور) انہوں نے ایسا کرنیوالوں کو برا بھلا کہا - اور میری جناب کو ان عقائد باطلہ سے بری کیا - اور میرے اس تبریہ سے کوئی بھی علیحدہ نہ رہا بجز اسکے جو اپنے حظ نفس کیسا تھ اصرار رکھتا (یعنی جس نے اسکو چھوڑنا نہ چاہا) اور اپنے دین کو نقصان سے پاک کرنا نہ چاہا - اور منجملہ انکے جنہوں نے میرا تبریہ کیا - اور جنکو خدا نے میری آبرو پر حملہ کرنے سے محفوظ رکھا یہ حضرات تھے - سیدنا ومولانا شیخ الاسلام شہاب ابن النجار حنبلی - سیدنا وملاذنا شیخ ناصر الدین لقانی - سیدنا ومولانا شیخ شہاب الدین رملی - سیدنا ومولانا شیخ شہاب الدین عمادی حنفی - سیدنا ومولانا شیخ ناصر الدین طبلاوی - اخی صالح شیخ شمس الدین محمد خطیب شربینی - اخی صالح شیخ نور الدین طندتائی اخی صالح شیخ نجم الدین غیطی - اخی صالح شیخ سراج الدین حانوتی حنفی - اخی صالح شیخ شمس الدین علقمی - اخی صالح شیخ عبد القادر راشدی - اخی صالح شیخ شمس الدین برہمتوشی حنفی - اخی صالح شیخ زین الدین خیری اخی صالح شیخ امین الدین بن عبد العالی - اور انکے علاوہ ایک اور بڑی جماعت تھی جنکا ہم نے طبقات اخیار میں ذکر کیا ہے ان لوگونکی نسبت مجھے کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ انمیں سے کسی نے میرے بارہ میں ان باتونکی تصدیق کی ہو جنکو حاسدوں نے خفیہ طور پر میری کتابوں میں داخل کر دیا تھا اور اب بھی میں اپنی آبرو پر بیباکانہ حملہ کرنیوالوں

Marfat.com

کی بعض ایسی جماعتوں کو جانتا ہوں جو اس (غلط) اشاعت کی بنا پر اب تک میری بارہ میں بداعتقادی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ انمیں سے نہ کوئی کبھی مجھ سے ملا اور نہ مجھ سے کبھی علمی گفتگو کی۔ اور نہ مجھے تالیف کرتے ہوئے دیکھا۔ اور نہ اسکے نزدیک میرے یہ عقائد ثقات کی شہادت سے ثابت ہوئے۔ خدا انکا قصور معاف کرے اور انکی بے احتیاطیوں سے درگذر فرمائے۔ اور (سب پر طرہ یہ کہ) مجھے ایک صاحب کی نسبت جو اہل علم کہے جاتے ہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ کہنے لگے یہ کیا باتیں ہیں جو اس شخص (مؤلف کتاب ہذا) سے متواتر طور پر منقول ہیں۔ کہ انہوں نے ان (محض بے اصل باتوں) کو متواتر بتلا دیا۔ باوجودیکہ انکا میری کتابوں میں داخل کرنا۔ اور انکو لوگوں میں پھیلا دیا صرف مصر کے دو شخصوں کی جانب سے تھا۔ اور دونوں ہمارے اصحاب میں معروف ہیں۔ ہم انکا نام اس اندیشہ سے ذکر نہیں کرتے کہ مبادا لوگ انکو برا بھلا کہیں۔ حالانکہ وہ دونوں صاحب مر چکے اور خدا کی رحمت کی طرف جا چکے ہیں۔ پس اے میرے بھائی تو میری کتابوں کو دیکھ اور جو نصائح انمیں ہیں ان سے منتفع ہو۔ اور کسی حاسد کی بات پر کان نہ دھر کیونکہ میں نے انکو بحمد اللہ اوراق میں لکھنے سے پیشتر کتاب و سنت (کی کسوٹی) پر درکھ کر منقح کر لیا ہے۔ اور میں ایک سُنی محمدی شخص ہوں (جسکے عقائد اہل سنت اور اہل اسلام کے مطابق ہیں نہ کہ بدعقیدہ شخص جیسا کہ میرے حاسد مشہور کرتے ہیں) اور جبتک میں نے علوم شرعیہ میں تحریر انہیں کر لیا اور انکے مسائل مشائخ اسلام مثل شیخ زکریا انصاری۔ شیخ برہان الدین ابن ابی شریف۔ شیخ عبدالحق منیاطی شیخ نور الدین محلی وامثالہم پر (پیش کرکے) منقح نہیں کر لیا اسوقت تک کوئی کتاب تالیف نہیں کی اور خبردار اے بھائی ان دو شخصوں کے متبعین میں سے جنکی جانب سے میری کتابوں میں دخل عقائد فاسدہ وغیرہ ہوا ہے کسی کی بات پر التفات نہ کرنا۔ کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ وہ میری نسبت اپنے شیخ کی تقلید میں برائی کا عقیدہ رکھتا ہو (اور اس لئے) میری برائی کرے۔ اور تو دھوکہ میں آکر میری کتابوں کے نفع سے محروم ہو جاوے) اور ان ... حسد کی تحریک کا سبب یہ امر ہوا کہ جب انہوں نے لوگوں کو دیکھا کہ میری کتابوں کے لکھنے کی طرف تیزی لیتے چلے ہیں تو انہوں نے (انکو روکنے کیلئے) یہ تدبیر کی اور میری کتابوں میں غیر صحیح عقائد داخل کر دیئے جنکا تعلق باطن سے ہی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ مجھپر فسق اور معاصی ظاہرہ کی تہمت لگاتے تو لوگ انکی تکذیب کرتے اور انکا مقصد یعنی لوگوں کو میری کتابوں کے مطالعہ سے نفرت دلانا حاصل نہ ہوتا۔ مگر میں نے انکو دنیا و آخرت میں بری الذمہ کر دیا۔ اور تمام ان لوگوں سے درگذر کی ہے جنہوں نے ان دو شخصوں کے سبب میری غیبت کی ہے۔ پس ... کا شکر ہے جس نے ہمکو اہل عفو اور درگذر کرنیوالا بنایا۔ جب تمہیں یہ امور (جن کا تعلق اس کتاب کی

تصنیف اور اسکے متعلقات سے ہے) معلوم ہوگئیں۔ تو اب ہم اسکا مقصود شروع کرتے ہیں اور رکھتے ہیں باللہ التوفیق والاعانۃ۔

باب اول

(۱) منجملہ اخلاق سلف صالح کے ایک یہ ہے کہ آدمی کتاب و سنت کے یوں ساتھ رہے جیسے سایہ (سایہ والی) شے کے ساتھ رہتا ہے (یعنی کسی حالت میں کتاب و سنت کو نہ چھوڑے۔ اور ہر حالت میں انپر عمل پیرا رہے) اور مسند ارشاد پر اسی وقت متمکن ہو جب کہ علوم شرعیہ میں یوں تبحر پیدا کرلے کہ جو مذاہب مٹ چکے ہیں اور جو ہنوز رائج ہیں سب کی ادلہ پر مطلع ہو جاوے۔ اور مجالس مناظرہ میں علماء کو دلائل قطعیہ یا ظنیہ اچھے واضحہ سے خاموش کرسکے اس جماعت کی کتابیں اس مضمون سے لبریز ہیں اور یہی مضمون اُنکے اقوال و افعال سے بھی ظاہر ہے۔ سید الطائفہ امام ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری کتاب یعنی قرآن سب کتابوں کی سردار اور سب سے جامع تر ہے اور ہماری شریعت سب شریعتوں سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ دقیق ہے۔ اور ہمارا طریقہ یعنی اہل تصوف کا طریقہ کتاب و سنت سے مؤید ہے اسلئے (اس طریق کی رہنمائی کا وہی شخص مستحق ہے جو کتاب و سنت سے واقف ہو اور) جو نہ قرآن پڑھا ہوا ہے۔ اور نہ حدیثوں کا حافظ ہے اور نہ انکے معانی سمجھتا ہے اسکا اتباع صحیح نہیں ہے۔ نیز وہ فرماتے تھے کہ جو علم بھی آسمان سے نازل ہوا ہے اور غیر نبی کو اسکی طرف راہ ہوئی ہے اسمیں مجھے بھی خدا نے ایک معتدبہ حصہ ضرور عطا فرمایا ہے۔ نیز وہ اپنے احباب سے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم کسی کو ہوا پر پلوتھی مارے دیکھو تب بھی اسکا اتباع نہ کر دیہانتک کہ تم دیکھ لو کہ وہ امر و نہی کے موقع پر کیا کرتا ہے۔ اب اگر تم دیکھو کہ وہ تمام اوامر الٰہیہ کا منہیات سے احتراز کرتے ہوئے اتباع کرتا ہے تو اسکے معتقد ہو جاؤ اور اسکا اتباع کرو۔ اور اگر تم اسکو دیکھو کہ وہ مامورات کو عمل میں نہیں لاتا اور منہیات سے احتراض نہیں کرتا تو اس سے احتراز کرو۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خلق اس زمانہ کے صوفیوں میں نادر ہوگیا ہے اور اب تصوف کا حاصل یہ ہوگیا ہے کہ ایک شخص ایسے شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جسکو طریق میں کچھ بھی دخل نہیں۔ اور اس سے فنا و بقا و شطح کے ایسے کلمات سیکھ لیتا ہے جسکی کتاب و سنت تائید نہیں کرتی۔ پھر وہ ایک جبہ پہن لیتا ہے اور ایک بڑا سا شملہ چھوڑ لیتا ہے اسکے بعد وہ بلاد روم وغیرہ کا سفر کرتا ہے اور (وہاں جاکر) خاموشی اور بھوک ظاہر کرتا ہے (یعنی نہ کچھ بولتا ہے نہ کچھ کھاتا ہے تاکہ لوگ معتقد ہو جاویں اور اسکی شہرت امراء تک پہنچ جاوے) پس وہ (اس ڈھونگ سے) اپنے لئے وظیفہ یا حق حقوق کا طالب ہوتا ہے اور اسمیں وزراء و امراء سے توسل کرتا ہے (اور ان تک رسائی کیلئے خاموشی و گرسنگی

Marfat.com

کا ذریعہ اختیار کرتا ہے پس یہ حاصل ہوا اسکی ریاضت کا) اور نتیجہ اسکا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ (دھوکے میں آکر) اس کیلئے کچھ مقرر کر دیتے ہیں اور وہ اسکو حرام طور پر کھاتا ہے کیونکہ اس نے اس مال کو دکام کو دھوکہ دیکر اور اُنکے اسکو نیک سمجھنے کیوجہ سے حاصل کیا ہے (جو کہ خلاف واقع ہے۔ لہٰذا وہ مال حرام اور اسکا کھانا ناجائز ہوا پس یہ حاصل ہوا اس زمانہ کے تصوف اور اسکی غایت کا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کو نیں کا ایک شخص جو کہ بغیر علم اور بدون ذوق کے فناء و بقاء کے مباحث میں گھستا تھا اور اسکے ساتھ اسکے معتقدین کی بھی ایک جماعت تھی میرے پاس آیا۔ اور چند روز تک برابر میرے پاس آتا رہا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا کہ آپ بتلایئے کہ وضو اور نماز کی شرطیں کیا کیا ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو کچھ علم نہیں پڑھا۔ تب میں نے اس سے کہا کہ بھائی عبادات کو کتاب و سنت کے مطابق صحیح کرنا بالاجماع واجب ہے اور جو شخص واجب اور مستحب میں فرق نہ کرے اور نہ حرام اور مکروہ میں امتیاز کرے وہ جاہل ہے اور جاہل کی پیروی نہ طریق ظاہر میں جائز ہے اور نہ طریق باطن میں۔ اس پر وہ بالکل خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ اور اس روز سے میرے پاس آنا چھوڑ دیا۔ اس شخص نے مجھے اپنے سوا اوقات [illegible] تباہ کیا تھا۔ سو خدا نے مجھے اس سے نجات دی (والحمد للہ علی ذالک) اور سیدی علی [illegible] فرمایا کرتے تھے کہ اس جماعت کا طریقہ کتاب و سنت پر (پیش کر کے) یوں منقح کیا ہوا ہے جیسے [illegible] جواہر کو [illegible] کیا جاتا ہے۔ اور یہ اسلئے کہ انکی ہر حرکت و سکون میں معیار شرعی کے موافق بھی [illegible] انکی کوئی حرکت اور کوئی سکون جو حدود طریق میں ہو خلاف شریعت نہیں ہوتا۔ [illegible] کا صادر ہو جانا بحث سے خارج ہے) مگر (یہ بات ہر ایک کو نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ [illegible] جو علوم شریعت میں تبحر رکھتا ہو۔ کیونکہ بعض اوقات انکی افعال ایک امام [illegible] دوسرے کے موافق اور انکے نزدیک اس مسئلہ میں اس امام کی رائے راجح ہوتی ہے۔ اسلئے انکا فعل حد شریعت کے اندر رہوتا ہے۔ مگر جن لوگوں کو دوسرے امام کا قول معلوم نہیں وہ انکے فعل کو خلاف شریعت سمجھ کر بدظن ہو جاتے ہیں۔ برخلاف متبحر کے وہ سمجھتا ہے۔ کہ انکا یہ فعل حد شریعت کے اندر ہے علی ہذا ان کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جو بعض حالات میں جائز اور بعض میں ناجائز ہیں اور کم علموں کو انکے بعض حالات میں جائز ہونیکا علم نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ انکے فعل پر خلاف شرع ہونیکا حکم کر دیتے ہیں مگر متبحر سمجھتا ہے کہ یہ فعل مطلقاً ناجائز نہیں ہے بلکہ بعض حالات میں جائز ہے [illegible]

Marfat.com

کہ ان کا فعل خلاف شریعت نہیں - وھکذا میں کہتا ہوں (کہ جب واقعہ یہی ہے) تو جو شخص کہتا ہے کہ طریق صوفیہ کو نہ کتاب لائی ہے اور نہ سنت وہ جھوٹ کہتا اور افترا کرتا ہے اور اسکا یہ قول اسکے بہت بڑے جاہل ہونیکی بڑی علامات میں سے ہے - کیونکہ جماعت صوفیہ کے نزدیک صوفی کی حقیقت صرف یہ ہے کہ وہ وہ عالم ہے جو اپنے علم پر محض اخلاص سے (اور بلا کسی نفسانی غرض کے) عمل کرتا ہو - اسکے سوا اور کچھ نہیں علیٰ ہذا اسکا انتہائی مقصود جو وہ اپنے مریدین سے بذریعہ مجاہدات یعنی روزہ - بیداری - گوشہ نشینی خاموشی - ورع زہد وغیرہ حاصل کرنا چاہتا ہے صرف یہ ہے کہ وہ عبادات کو اس طریق پر عمل میں لائیں جس پر انکے سلف صالح تھے - اور اسکے سوا انکا کچھ مقصود نہیں (تو ایسی حالت میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انکا طریق کتاب وسنت سے ثابت نہیں) لیکن جب کہ سلف کا طریق اس پر چلنے والوں کے مٹ جانے سے مٹ گیا (اور نا اہلوں نے انمیں بدعتیں اختراع کرکے اسکو ایک طریق محدث بنا دیا) تو بعض لوگوں نے) اسی کو طریق تصوف سمجھ کر اور ان لوگونکی کمی کے جو اہل طریق کی صفات سے متصف ہوں یہ سمجھ لیا کہ طریق صوفیہ شریعت سے خارج ہے جیسا کہ ہم نے اس مبحث کو بسط کیساتھ اپنی کتاب المنہج المبین فی بیان اخلاق العارفین میں بیان کیا ہے پس اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے (اور نہ بنے ہوئے صوفیوں کے قول وفعل سے دھوکا کھانا چاہئے اور نا واقفوں کے طریق تصوف کو خلاف شریعت کہنے پر التفات کرنا چاہئے بلکہ طریق تصوف کو اس معیار پر حاصل کرنا چاہئے جو ہمنے بتلایا ہے (یعنی اتباع کتاب وسنت کے ذریعہ سے) والحمد للہ رب العلمین -

(۲) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ اسوقت تک کسی قول اور کسی فعل کے اختیار پر جرأت نہیں کرتے جبتک کہ وہ اسکی حیثیت کو کتاب وسنت یا عرف (یعنی تعامل سلف) کے مطابق (بخوبی) نہ سمجھ لیں (اور نہ جان لیں کہ آیا کتاب وسنت یا تعامل سلف کی بنا پر اسکا اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں - پس جب کہ وہ اسطرح جانچ کر خوب اطمینان کر لیتے ہیں اسوقت اسکے اختیار پر جرأت کرتے ہیں - کتاب وسنت کیساتھ ہم نے عرف کا بھی ذکر کیا ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ عرف (یعنی تعامل) بھی منجملہ (ادلۂ) شریعت ہے - قال اللہ تعالیٰ خذ العفو وامر بالعرف یعنی عفو کو اختیار کرو اور عرف کے مطابق حکم کرو (اور چونکہ عرف سے مراد ہر عرف ہے بلکہ وہی عرف ہے جو خلاف کتاب وسنت نہ ہو) لہذا معلوم ہوا کہ صوفیہ اپنے اقوال وافعال میں محض اپنے زمانہ کے رواج پر اکتفا نہیں کرتے کیونکہ اس قول وفعل رائج میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ منجملہ ان بدعات کے ہو جنکی نہ کتاب شہادت دیتی ہے اور نہ سنت اور اس بنا پر وہ بدعت مردودہ ہو جو کہ تعامل شرعی کے منا

Marfat.com

ہوگئی ہے) حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت اسوقت تک نہ آئیگی جب تک کہ سنت (اپنے متروک ہو جانیکی
سبب لوگوں کی نظر میں) بدعت نہ ہو جاوے اور یہ حالت نہ ہو جاوے کہ جب کوئی بدعت چھوڑی جائے تو
لوگ کہیں کہ سنت چھوڑ دی گئی (اور ایسا ہونا ممکن ہے) کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ سے ایک بدعت کو لیتی
رہتی ہے۔ پھر جب کہ بدعتوں کے تعامل کا زمانہ دراز ہو جاتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ایک سنت انہی
سنتوں میں سے ہے جنکو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے (اور اسلئے سنت متروکہ بدعت سمجھی
جاتی ہے اور بدعت مروجہ سنت۔ پس یہ لوگ محض رواج کو کوئی شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسکی تحقیق کرتے ہیں کہ
آیا یہ بدعات مروجہ میں سے ہے یا سنن متوارثہ میں سے اور صوفیہ میں ایک جماعت ایسی ہی ہے جسکا طریق
یہ ہے کہ جب اسکو ایک عمل کی دلیل کتاب اور اس سنت سے جو کتب حدیث وسیر وغیرہ میں ثابت ہو نہیں ملتی
تو وہ اپنے قلوب کے ذریعہ سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف متوجہ ہوتی ہے۔ [illegible]
روحانی وکشفی) آنحضور کے سامنے حاضر ہوتی ہے تو آپ اس فعل کی نسبت استفسار کرتی ہے اور بعینہ
انکو حکم کر دیتے ہیں اسپر عمل کرتی ہے مگر یہ بات بڑے لوگوں کے ساتھ خاص ہے سب کیلئے نہیں ہے اگر
کوئی یہ کہے کہ کیا اس مقام والے بزرگ کیلئے یہ گنجایش ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیں جسکا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو امر فرمایا ہے۔ یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ انکو ایسا نہ کرنا چاہئے
کیونکہ یہ امر سنت صحیحہ ثابتہ من طریق النقل سے زائد ہے۔ اور جو شخص لوگوں کو ایسی بات کا حکم کرے جو
ثابت من طریق النقل سے زائد ہو تو وہ لوگوں کو تعدی عن الحدود کا مکلف کرتا ہے (کیونکہ دین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں مکمل ہو چکا ہے۔ اور اب اسمیں ترمیم یا تنسیخ یا اضافہ
نہیں پس تمام لوگ اسی دین ثابت کے اتباع کے مکلف ہیں نہ کہ کسی امر زائد کے [illegible]
جسکو اختیار کرے تو مضایقہ نہیں جیسا کہ جملہ مذاہب مستنبطہ من الکتاب والسنۃ کے مقلدین کی حالت ہے
کہ وہ کسی خاص مذہب کے اختیار کرنیکے لئے مجبور نہیں ہیں۔ اور نہ انکو کسی خاص مذہب کا مکلف کیا جا سکتا ہاں
اگر وہ اپنی مہارت و وجدان کی بنا پر کسی خاص مذہب کو اختیار کریں تو انکو اختیار ہے) واللہ اعلم (یہ بحث ضمناً آگئی تھی اب ہم پھر اصل
مقصد کیطرف عود کرتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ سلف صالح عام لوگوں کو اور بالخصوص اپنے احباب کو کتاب وسنت کی پابندی اور بدعت
سے علیحدہ رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اس معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے یہاں تک کہ۔ ۔ ۔ امیر المومنین
عمر بن الخطاب ایک بات کا ارادہ کرتے اور اسکو پختہ کر لیتے۔ پھر ان سے کوئی کہتا کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود ایسا کیا۔ اور نہ دوسرونکو اسکا حکم دیا۔ توجس بات کا وہ پختہ ارادہ کرچکتے تھے اس ہی پلٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جبکہ آپ کو اسکی اطلاع ہوئی کہ بعض کپڑے بول عجاز سے رنگے جاتے ہیں تو آپنے ارادہ کیا کہ لوگونکو ان کپڑوں کے اُتارنیکا حکم دیں جنکو کہ وہ پہنا کرتے تھے۔ تب کسی نے عرض کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا خود بھی پہنا ہے۔ اور آپکے زمانہ میں اوروں نے بھی ایسے کپڑے پہنے ہیں۔ یہ سنکر آپنے خدا سے استغفار کیا۔ اور اپنے عزم سے پلٹ گئے۔ اور اپنے دل میں کہا کہ اگر اسکا نہ پہننا از قبیل ورع ہوتا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہنتے۔ نیز ہم تک یہ روایت بھی پہنچی ہے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ مجھے ایک کپڑا بنا دو جسکو میں قضاء حاجت کے وقت پہن لیا کروں۔ اور نماز شروع کرتے وقت اسکو اتار ڈالا کروں کیونکہ میں نے مکھیوں کو دیکھا ہے کہ وہ (پہلے) نجاست پر بیٹھتی ہیں اور پھر میرے کپڑے پر بیٹھتی ہیں۔ اسپر اُن کے صاحبزادے نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز اور قضاء حاجت دونوں کیلئے ایک ہی کپڑا تھا یہ سنکر امام اپنے اس کام سے پلٹ گئے جسکے کرنیکا آپنے پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ منقول ہے ہو کہ نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر مکھی بیٹھتی تھی اور نہ آپکے بدن پر۔ پس جو دلیل اُنکے صاحبزادے نے بیان کی وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ بجز اس صورت کے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہو کہ آپنے کسی کو ایسا کرنیکا امر نہیں فرمایا پس اسمیں غور کر لینا چاہیئے۔ رہا وہ قصہ جو حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالی سے منقول ہے یعنی یہ کہ آپکے پاس ایک کپڑا نماز کیلئے تھا اور ایک قضاء حاجت کیلئے۔ سو اسکی وجہ مکھیوں کا بیٹھنا نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام زین العابدین کو پیش آیا تھا بلکہ یہ از قبیل ادب تھا کہ قضاء حاجت[ف]

[ف] اس توجیہ پر بتغیر عنوان وہی اعتراض پڑتا ہے جو امام زین العابدین کے صاحبزادے نے اپنے پدر بزرگوار کیا تھا۔ یعنی اگر یہ ادب ہوتا تو جناب رسول اللہ علیہ وسلم اسکا لحاظ فرماتے حالانکہ ایسا نہیں کیا اور اس سے اس قیاس کا ضعف بھی ظاہر ہے جو کہ استقبال و استدبار پر کیا گیا ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال و استدبار سے منع فرمایا ہے مگر قضاء حاجت و نماز کے لئے ایک کپڑا رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ نیز اگر نہی عن الاستقبال کی وجہ اتحاد جہت صلوۃ و خلاء ہوتی تو استدبار ممنوع نہ ہوتا کیونکہ اسمیں دونوں جہتوں میں اسیقدر مخالفت ہے جسقدر قضاء حاجت و صلوۃ میں پس میرے نزدیک زیادہ عمدہ یہ توجیہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت عذر ہوگا چھینٹوں کے شبہہ کی بناء پر اس طریق کو اختیار فرمایا ہوگا۔ اس توجیہ پر بایزید کا فعل سنت سے متجاوز نہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بطریق ادب ہی ایسا کرتے ہوں مگر اسوقت ان کا یہ فعل سنت سے متجاوز ہوگا۔ اگرچہ وہ غلبہ حال کے سبب اسمیں معذور ہوں۔ لیکن اسکو استقبال و استدبار پر قیاس کر کے شریعت میں داخل کرنا مناسب نہیں۔ واللہ

Marfat.com

کا کپڑا نماز کا کپڑا نہ ہو۔ جیسا کہ فقہا نے حاجت کے وقت استقبال استدبار قبلہ کی حرمت کے بارہ میں کہا
ہے کہ شارع کا مقصود یہ ہے کہ جہت قضای حاجت وہ جہت نہ ہونی چاہئے جو نماز کیلئے کھڑے ہونے کی
ہے۔ فافہم۔ پس اے بھائی تو اپنے تمام افعال واقوال وعقائد میں سنت مصطفویہ کا اتباع لازمی طور
پر اختیار کر اور کسی فعل پر اقدام نہ کر تا آنکہ تجھے کتاب وسنت کی موافقت کا علم نہ ہو جاوے اھ۔ اس
سے معلوم ہوا کہ جو شخص کہتا ہے کہ طریق صوفیہ بدعت ہے وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور بڑا ہی شخص بدعتی
ہوگا جو مخالفت شریعت سے ڈرتا اور کسی کام کے کرنے میں اسوقت تک توقف کرتا ہے جب تک اسکو
اسکے موافق شریعت ہونیکا علم ہو جاوے تو روی زمین پر کوئی متبع سنت ہی نہ رہیگا۔ والحمد للہ
رب العلمین۔ (۳) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ حضرات اپنے اور اپنی اولاد [illegible]
کے معاملہ کو بکثرت خدا کے سپرد کرتے ہیں (اور جبکہ یہ صورت ہے) تو انکا [illegible] کی ہدایت [illegible]
میں خدا کے سوا کسی پر نہیں ہوتا۔ اور وہ کبھی کوئی چیز بطور خود اور اس حالت میں طلب نہیں کرتے [illegible]
حالت میں وہ خدا پر اعتماد سے غافل ہوں (بلکہ وہ جو چیز بھی طلب کرتے ہیں اسمیں انکی نظر خدا پر ہوتی ہے [illegible]
یہ ہے کہ حضرات صوفیہ دل تو کوئی خواہش ہی نہیں کرتے بلکہ ہر معاملہ کو خدا پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جو [illegible]
نزدیک بہتر ہو وہ کیجئے۔ اور جو کبھی کوئی خواہش کرتے بھی ہیں تو اسوقت بھی ان کی نظر غیر اللہ [illegible]
بلکہ ان کی نظر صرف خدا پر ہوتی ہے کہ وہی کرنیوالا ہے اور وہی کریگا۔ اسکے بعد تفویض [illegible]
واقعات بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ) میرے لڑکے عبد الرحمن کو طلب علم کی رغبت نہ تھی اور [illegible]
سے میں ضیق میں تھا تو حق سبحانہ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں اسکے معاملہ کو خدا کے سپرد کر [illegible]
بالکل فنا کردوں) سو میں نے ایسا ہی کیا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی رات سے وہ [illegible]
تھا۔ اور اسی رات سے اسے علم کی چاٹ لگ گئی۔ اور اسکی تعلیم ان لڑکوں کی تعلیم سے بڑھ گئی جو برسوں سے علم
میں مصروف تھے۔ پس میرے اسکے معاملہ کو خدا کے سپرد کر دینے کی وجہ سے اس نے اس وقت نجات کی
جنہیں میں (اسکی بدشوقی کے سبب) مبتلا تھا۔ اللہ تعالی اسے علماء باعمل میں سے بنا دے [illegible]
اپنے شیخ سیدی علی خواص کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی چیز علماء وصلحاء کی اولاد کیلئے اس سے زیادہ نافع نہیں کہ
انکے لئے انکے پیٹھ پیچھے دعا کی جاوے اور انکے معاملہ کو خدا کے سپرد کیا جاوے کیونکہ انکی بہت اس طور پر ہوتی
ہے کہ وہ اپنے باپ پر ناز کرتے ہیں۔ اور اگر ماں ہوتی ہے تو وہ انکی مدد کرتی ہے۔ نیز وہ [illegible]

Marfat.com

پر اکتفا کرتے ہیں جو انکے باپ کیوجہ سے انکی کیجاتی ہے۔ ان وجوہ سے اکثر انکو فضائل علمیہ وعملیہ حاصل کرنیکی رغبت
نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے دلمیں کہتے ہیں کہ علم اور ریاضت میں مشغول ہو کر ہم جس جاہ کے حاصل کرنیکی
زحمت گوارا کرتے وہ ہم کو ہمارے باپ کی بدولت حاصل ہو گئی (لہذا اب ہمیں کسی محنت ومشقت کیضرورت
نہیں۔ اور یہ خیال کرکے وہ علم وعمل سے کورے رہجاتے ہیں) بخلاف عام آدمیوں خاصکر کسانوں کی اولاد
کے کہ وہ آنکھ کھول کر حکام اور انکے سپاہیوں کیطرف سے مار پیٹ قید اور دیگر اقسام کی توہین دیکھتے ہیں اور
وہ اُن سے سخت توہین کیساتھ خراج لیتے ہیں اور اسوقت وہ کوئی ایسا چارۂ کار سوچتے ہیں جو انکو اس بلا سے
آزاد کردے۔ تب حق تعالیٰ انکو علم اور قرآن میں مشغول ہونیکا الہام فرماتے ہیں اور تعلیم میں مصروف ہو جاتے
ہیں۔ پھر جسقدر لوگ انکی تعظیم کرتے ہیں اسیقدر علم اور مجاہدہ کیطرف ان کی رغبت زیادہ ہوتی ہے حتی کہ وہ
بڑھتے بڑھتے شیخ الاسلام یا شیخ طریق ہو جاتے ہیں اور سیدی شیخ احمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے صاحبزادے کو
ہر خلوت (کے موقع) پر چالیس روز تنہا چھوڑتے تھے اور (دروازہ بند کرکے چالیس روز تک) نہ کھولتے تھے اور
کہتے تھے کہ بیٹا اگر معاملہ میرے قبضہ میں ہوتا تو میں معرفت طریق میں کسی کو بھی تجھ پر مقدم نہ کرتا (بلکہ) سب سے اکمل
تجھ ہی کو بناتا (مگر کیا کیجئے کہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے اور وہی جسکو جسقدر چاہتا ہے دیتا ہے) پس
میں کہتا ہوں کہ بعض علماء وصلحاء کی اولاد میں جیسے شیخ تقی الدین و شیخ سراج الدین کی اولاد اس قاعدہ
کی مخالفت کیگئی اور انکی اولاد نہایت کامل ہوئی ہے۔ علیٰ ہذا ہمارے زمانہ کے علماء وفقراء کی ایک جماعت
میں اسکی مخالفت کیگئی ہے جیسے سیدی محمد بن البکری الرملی وسیدی عبدالقدوس بن الشناوی وسیدی علی بن الشیخ
محمد میر وسیدی محمد بن الشیخ ابی الحسن الغمری اور انکے علاوہ دوسرے حضرات جنکا ہم نے طبقات العلماء والصوفیہ
میں ذکر کیا ہے جسکا نام ہمنے لواقح الانوار فی طبقات الاخیار رکھا ہے کہ یہ لوگ اپنے آباء کی طرح علم وعمل
میں کامل ہیں خدا مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کثرت کرے۔ اور ہمکو انکی برکات سے نفع بخشے۔ آمین والحمد
للہ رب العالمین (۴) از منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ ان کے علم اور ان کے عمل میں کثرت اخلاص ہوتا ہے
اور وہ ان میں ریا کے داخل ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں اور اے بھائی چونکہ ان دونوں باتوں کی لوگوں کو اس زمانہ
میں بہت ضرورت ہے اسلئے ہم اس مضمون کو ذرا تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی جسمیں
ایسی ایسی چیزیں پیدا کیں جنکو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں (کبھی

13511

انکا خیال آیا تو اس سے فرمایا کہ کچھ بول اسپر اس نے تین مرتبہ کہا کہ کامل الایمان اشخاص (جنکے لئے بہشت بنائی گئی ہے) کامیاب ہوگئے۔ پھر کہا کہ میں بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں (اس سے ریا کی مذمت صاف طور پر معلوم ہوگئی) اور وہب بن منبہ فرماتے تھے کہ جو شخص آخرت کے کام سے دنیا طلب کرتا ہے خدا اسکے دلکو اوندھا کر دیتا ہے (جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکے ادراکات غیر صحیح ہو جاتے ہیں اور جو بات سمجھتا ہے الٹی ہی سمجھتا ہے) اور اسکا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھدیتا ہے (اس سے اخلاص کی ضرورت ثابت ہوئی) اور حسن بصری فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی معلومات (دینیہ) پر عمل کرتا ہے وہ بیشبہ خدا کا دوست ہے (جس درجہ کا عمل ہوگا اسی مرتبہ کی دوستی ہوگی) اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ تو علم حاصل نہ کرنا بجز اس صورت کے کہ تیری نیت اسپر عمل کرنیکی ہو ورنہ وہ قیامت کے روز تجھ پر وبال ہوگا اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کثرت سے اپنے نفس پر ان الفاظ سے عتاب فرماتے اور سرزنش کرتے تھے اے نفس تو باتیں تو نیکوں فرمانبرداروں اور عابدوں کی سی کرتا ہے مگر کام فاسقوں منافقوں اور ریاکاروں کے سے کرتا ہے (پھر تو کیسا مدعی اخلاص ہے) مخلصین کی یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے اعمال میں ساحر[۱] سے زیادہ ہوشیار نہ ہوگا ضرور ریا میں پھنس جائیگا۔ (اسلئے اعمال میں نہایت ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تاکہ ریا نہ پیدا ہونے پائے)۔ اور ذوالنون مصری سے کسی نے کہا کہ آدمی کس وقت سمجھے کہ وہ مخلص ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ اعمال صالحہ میں پوری کوشش صرف کردے اور اس وقت بھی) اسکو پسند کرے کہ معزز نہ سمجھا جاؤں۔ (مطلب یہ ہے کہ یہ بات فی نفسہ اخلاص کی علامت ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اسی کو اپنے کو مخلص سمجھ لینا چاہیے۔ اولاً اسلئے کہ شاید اسکو تشخیص میں غلطی ہوئی ہو۔ وہ سمجھتا ہو کہ حاصل ہوگیا اور درحقیقت اسے یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا ہو اور ثانیاً اسلئے کہ سوء الظن بنفسہ لازم ہے) اور محمد بن المنکدر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائیوں کے لئے اسکو پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنی عمدہ حالت رات کو ظاہر کریں۔ کیونکہ رات کی عمدہ حالت دن کی بہتر حالت سے اسلئے بڑھی ہوئی ہے کہ دن میں تو لوگ اسکو دیکھتے ہیں (اور اسلئے پورا خلوص نہیں ہو سکتا) اور رات میں وہ خاص حق تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے (اور اسلئے اسمیں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا) اور ایک مرتبہ یونس بن عبید سے کسی نے عرض کیا

---

[۱] ساحروں وغیرہ کے عملیات میں کچھ شرائط ہوتی ہیں جن کی بنا پر ان کے عملیات کام دیتے ہیں اور وہ ضرر سے محفوظ رہتے ہیں اور اس لئے وہ نہایت ہوشیاری سے ان کی پابندی کرتے ہیں اور ذرا غفلت نہیں کرتے بنا بریں ساحر کی ہوشیاری کا ذکر کیا گیا ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

کہ کیا آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہی جو حسن بصریؒ کا سا عمل کرتا ہو تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو ایسا بھی نہیں دیکھا کہ انکی سی بات ہی کہتا ہو۔ تو میں ایسا شخص کیسے دیکھ سکتا ہوں جو اُن کے سی کام کرتا ہو۔ اُنکا وعظ دلوں کو رُلاتا تھا۔ اور دوسروں کا وعظ آنکھوں کو بھی نہیں رُلاتا۔ اور یحییٰ بن معاذ سے کہا گیا کہ آدمی صاحب اخلاص کب ہوتا ہی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب کہ اُسکی خصلت دودھ پینے والے بچے کی سی ہو جاوے کہ وہ اسکی پرواہ نہ کرے کہ کون اسکی تعریف کرتا ہی۔ اور کون مذمت۔ اور ابو السائبؒ کی یہ حالت تھی کہ جب اُنکو قرآن یا حدیث وغیرہ سنکر رونا آتا تو بجائے رونیکے تبکلف مسکرا دیتے (تاکہ ان کا تاثر لوگوں کو معلوم نہ ہو) اور ابو عبداللہ انطاکی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ریاکار سے کہیگا کہ اپنے عمل کا ثواب اس سے لے جس کے دکھلانیکو تو نیکی کرتا تھا۔ اور ان ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ریاکار قیامت کے دن اپنے عمل کا ثواب طلب کریگا تو اس سے کہا جاویگا کہ اپنے عمل کا ثواب اس سے لے جسکے دکھلانیکو کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُس طلبگار ثواب سے کہا جاویگا کہ کیا تیرے علم و عمل کی وجہ سے مجالس میں تیرے لئے جگہ کشادہ نہیں کیگئی۔ کیا تو دنیا میں سردار نہ تھا۔ کیا لوگ بیع و شرا میں تیرے ساتھ رعایت نکرتے تھے۔ کیا وہ تیری عزت نکرتے تھے کیا یہ نہ تھا کیا وہ نہ تھا (غرض اس قسم کی گفتگو کیجاویگی اور تمام اُن مقاصد کو جتلایا جاویگا جو نیک اعمال سے اُسکو مقصود تھے۔ اور جتلا کر بتلا دیا جاویگا کہ تو یہاں کسی اجر کا مستحق نہیں) اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ جب تک آدمی لوگوں کیساتھ مانوس رہتا ہے ریا سے محفوظ نہیں رہتا (اسلئے جو شخص ریا سے بچنا چاہے اُسکو اُنس باللہ اور وحشت از مخلوق اختیار کرنی چاہیئے) اور انطاکیؒ کہتے تھے کہ آراستہ بننے والے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ علم سے آراستہ بنتے ہیں دوسرے وہ جو عمل سے آراستہ بنتے ہیں اور تیسرے وہ جو ترک زینت سے آراستہ بنتے ہیں اور یہ تیسری قسم کے لوگ سب سے زیادہ نا سمجھ اور سب سے زیادہ شیطان کو پسند ہیں (کیونکہ یہ لوگ شیطان کیلئے بہ نسبت پہلی دو قسم کے لوگوں کے زیادہ کارآمد ہیں اسلئے کہ انکی شکستہ حالی کے سبب لوگ اُنکے تباہ حال پر بہت مشکل سے مطلع ہونگے اور بہت جلد اُن کے پھندے میں آ جائیں گے) اور ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ کے بھائی اور دونوں میں سے کوئی دوسرے کی (سامنے تو درکنار اسکے پیٹھ پیچھے (بھی) اسکی تعریف نہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تعریف بھی ایک قسم کا معاوضہ ہی لہذا پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کے سامنے تعریف کر کے اپنے بھائی کا ثواب کم کر دوں اور ابو عبداللہ انطاکیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے اعمال ظاہرہ میں اخلاص کا طالب ہو اور دل سے مخلوق پر نظر رکھتا ہو وہ طلب محال میں مبتلا ہے کیونکہ اخلاص قلب کا پانی ہے

اور ریا اُسکو مردہ کرنیوالی ہے (پس یہ دونوں ضدین ہیں اور اجتماع ضدین محال ہی تو طلب اخلاص بحالت مذکور
محال ہی) اور یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے جب کبھی اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہی مجھے یہی ثابت ہوا
کہ میں نرا ریاکار ہوں اور حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص مجمع میں اپنی مذمت کرتا ہی وہ درحقیقت اپنی تعریف
کرتا ہے اور یہ بھی ریا کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ اور ابن السماک رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اگر وہ شخص
جو اپنے علم عمل میں ریاکار ہو لوگوں کو اپنے دلی خیالات پر مطلع کردے تو لوگ (بھی) اسکو برا سمجھیں اور احمق [illegible]
توجب ریا اسقدر بری چیز ہے کہ ریاکار کے معبود خود اسکو برا سمجھتے ہیں تو اب غور کرو کہ حق تعالیٰ جنکے ساتھ بحکم حدیث الریاء [illegible] اصغر
شرک کیا جارہا ہی تو اسکو کسقدر برا سمجھیں گے) اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی سے اسکے روزہ کی بابت سوال نہ کر
(یعنی یہ نہ پوچھ کہ تو روزے سے ہی یا نہیں) کیونکہ اگر وہ کہتا ہی کہ میں روزہ دار ہوں تو اُس سے اسکا نفس خوش ہوگا اور اگر کہے کہ میں روزہ
دار نہیں ہوں تو اسکا نفس غمگین ہوگا اور یہ دونوں ریا کی علامتوں میں سے ہیں نیز اسمیں سائل کی جانب سے مسئول
کی رسوائی اور اسکی قابل اخفا حالت پر مطلع ہونا ہے (کیونکہ یہ سوال اسی وقت کیا جاویگا جب کہ روزہ رکھنے کا شبہ ہو اور روزہ نہ رکھنا یہ ایک قابل اخفا حالت ہی پس اسکو معلوم کرنیکی کوشش نہ چاہیے) اور عبداللہ بن
مبارک رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ ایک شخص خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہی اور اہل خراسان کو (جو وہاں [illegible]
ہیں) دکھلاتا ہی۔ کسی نے (متعجبانہ) سوال کیا کہ یہ کیونکر تو فرمایا کہ بایں معنی کہ وہ اسکو پسند کرتا ہی کہ اہل خراسان اسکے
بارہ میں یہ کہیں کہ فلاں شخص طواف اور سعی کیلئے مکہ میں سکونت پذیر ہے مبارک ہو اسکو [illegible]
کہ ریا صرف لوگوں کی موجودگی تک ہی محدود نہیں بلکہ اُن کے غیبت میں بھی ممکن ہی اور اسکی [illegible]
کہ آدمی خلوت میں عمل کرے اور اسکی خواہش کرے کہ کاش لوگ مجھے اس حالت میں دیکھیں [illegible]
کریں) اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے تو ہم نے لوگوں کو اس حالت میں پایا کہ وہ ان چیزوں میں
ریا کرتے تھے جو وہ کرتے تھے اور اب لوگوں کی یہ حالت ہی کہ ان باتوں میں ریا کرتے ہیں جو وہ نہیں کرتے (یعنی پہلے
لوگ رضائے خلق کیلئے نیک کام کرتے تھے اور اب نیک کام بھی نہیں کرتے بلکہ نیکوں کی صورت بنا کر یقین دلانا
چاہتے ہیں کہ وہ نیک کام کرتے ہیں پس یہ لوگ پہلے ریاکاروں سے کہیں بدتر ہیں) نیز جب وہ حق تعالیٰ کا قول
ونبلوا اخبارکم (ہم تمہارے حالات جانچیں گے) پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر آپ ہمارے اعمال کی جانچ کرینگے
تو ہم رسوا ہو جاوینگے اور ہماری پردہ دری ہوگی آپ ارحم الرحمین ہیں (ہمپر رحم فرمائیے اور ہمیں جانچ سے معاف
فرمائیے) اور ایوب سختیانی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ منجملہ بے کئے ہوئے کاموں کے دکھلاوے کے ایک یہ بھی ہے

Marfat.com

کہ آدمی دوسرے لوگوں کے علمی مضامین و مقالات یاد کرکے لوگوں کے مقابلہ میں بڑا بنے کیونکہ جسکے ذریعہ سے وہ بڑا بنتا ہے نہ وہ اسکا عمل ہے اور نہ استنباط (پس اسکو اپنی طرف منسوب کرنا تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ شخص بڑا عالم اور بہت نیک ہے غیر واقعی بات کی ریا ہے) اور ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اسکو پسند کرتا ہے کہ لوگ اسکو اچھا کہیں نہ وہ متقی ہے اور نہ با اخلاص اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نیت نیک کی کثرت کرو کیونکہ ریا نیت ہی میں داخل ہوتی ہے (پس جب نیت کی اصلاح کا اہتمام کیا جاویگا اُسوقت ریا سے تحفظ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں) اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب صاحب نیت اسلام میں داخل ہو چکا تو اب اسکو فروع اسلام میں سے کسی میں نیت اخلاص کی ضرورت نہیں (بلکہ اُسکا ہر فعل اخلاص پر محمول اور عند اللہ مقبول ہوگا بشرطیکہ کوئی بُری نیت موجود نہو) اور ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے کہ مومن اعمال اسلام میں سے جو عمل بھی اسطرح کرتا ہے کہ اسکی کچھ نیت نہیں ہوتی تو اسمیں نیت اسلام اُسکے لئے کافی ہے میں کہتا ہوں کہ اسمیں حنفیہ کی تائید ہے اھ[ع] اور نعیم بن حماد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہمارے پیٹھ کا کوڑوں کی مار کھانا ہمارے لئے نیت صالحہ سے زیادہ آسان ہے (یعنی ہم مار تو کھا سکتے ہیں مگر ہمارے لئے یہ امر سخت دشوار ہے کہ اعمال صالحہ میں نیت کو خلل سے محفوظ رکھیں کیونکہ اسمیں کچھ نہ کچھ ریا ضرور شامل ہو جاتی ہے) اور منصور بن المعتمر و ثابت بنانی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جب ہم نے علم حاصل کیا تو ہماری اسوقت کچھ نیت نہ تھی اُسکے بعد (جب ہم علم حاصل کر چکے) تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیت صالحہ عطا فرمائی کیونکہ علم میں یہ خاصیت ہے کہ وہ صاحب علم کو اخلاص پر برانگیختہ کرتا ہے اور وہ اسکو حاصل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اہل جنت کا جنت میں اور اہل دوزخ کا دوزخ میں دخول تو عمل کی بنا پر ہوگا اور خلود نیت کی بنا پر (کیونکہ کفار کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ ہم کبھی ایمان نہ لاوینگے اور مومنوں کا قصد یہ ہوتا ہے کہ ہم کبھی کافر نہونگے اگرچہ ہمکو دنیا میں خلود ہو اسلئے سزا و جزا میں خلود ہوا) اور ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کتاب لکھتے وقت عالم مقصود دین کی مدد ہونا چاہئے نہ کہ حسن تالیف کے سبب ہم عصروں میں اپنی تعریف اور توراۃ میں ہے کہ (اے اللہ) جو عمل تو قبول کرے وہ (فائدہ کے لحاظ سے) بہت ہے اگرچہ (مقدار میں) کم ہو اور جس عمل کو تو رد کردے وہ (فائدہ کے اعتبار سے) کم ہے اگرچہ (مقدار میں) بہت ہو۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب سچوں سے بھی انکے صدق کے متعلق سوال ہوگا اسمٰعیل علیہ السلام

[ع] میں کہتا ہوں کہ علامہ نے تائید کی وجہ بیان نہیں کی تاکہ اسمیں غور کیا جاتا شاید ان کا مقصود یہ ہو کہ وضو میں حنفیہ کے نزدیک نیت شرط نہیں ہے سو اگر ایسا ہے تو اقوال مذکورہ میں حنفیہ کی کوئی تائید نہیں کما لا یخفی۔

Marfat.com

وعیسیٰ علیہ السلام (اور انکے صدق وخلوص کی بھی جانچ پڑتال ہوگی) تو ہم ایسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا
(جہاں) خلوص کا نام بھی نہیں) اور داؤد طائی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ کپڑا الٹا پہن لیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ اسکو
(اس حالت سے) بدل کیوں نہیں دیتے (اور سیدھا کیوں نہیں کر لیتے) اسپر انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسکو خدا کیلئے پہنا ہے
اسلئے میں نہ بدلونگا (مطلب یہ ہے کہ پہنتے وقت خلوص تھا اور بدلنا اس خیال سے ہوگا کہ لوگ بیوقوف نہ بتلائیں
اور انکو برا نہ معلوم ہو۔ یہ ریا ہے اسلئے میں خلوص کو ریا سے نہیں بدل سکتا) اور امیر المومنین علی بن طالب رضی اللہ
عنہ فرماتے تھے کہ ریاکار کی تین علامتیں ہیں ایک تو یہ کہ جب وہ اکیلا ہوتا ہے تو (اعمال صالحہ میں) کاہلی کرتا ہے اور
نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ دوسری یہ کہ جب آدمیوں کے ساتھ ہوتا ہے تو خوب جی کھول کر اعمال صالحہ کرتا ہے اور تیسری
یہ کہ جب لوگ تعریف کریں تو خوب عمل کرتا ہے اور جب برا کہیں تو اسمیں کمی کر دیتا ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ میں نے جسقدر اعمال اپنے ظاہر کرکے کئے ہیں انکو میں لاشئ محض سمجھتا ہوں کیونکہ جب لوگ دیکھتے ہوں
اسوقت اخلاص کا باقی رکھنا ہم جیسوں کی قدرت سے باہر ہے اور ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے جو انکا سا لباس پہنتے تھے
(اور اہل علم کا سا لباس نہ پہنتے تھے) اسلئے بجز انکے دوستوں کے اور کوئی نہیں پہچانتا تھا کہ یہ علما میں سے ہیں اور
فرماتے تھے کہ اخلاص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو یوں چھپا دے جسطرح وہ اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔ اور سفیان ثوری فرماتے
تھے کہ جس عالم کا حلقہ درس بڑا ہوتا ہے اسمیں خود پسندی آجاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا طاؤس
رحمہ اللہ پر گذر ہوا جبکہ وہ ایک بڑے حلقے میں بیٹھے ہوئے حرم شریف میں حدیث پڑھا رہے تھے پس آپ انکے پاس گئے اور
انکے کان میں فرمایا کہ تمہیں اپنی یہ حالت پسند آتی ہے۔ تو (تمہارے عمل میں خلوص نہیں ہے (لہذا) تم اس مجلس سے
اٹھ کھڑے ہو (اور درس موقوف کر دو) تو طاؤس رحمہ اللہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور ابراہیم [illegible]
رحمہ اللہ کے حلقہ درس پر گذر ہوا تو آپ نے انکے حلقہ درس کے بڑا ہونیکے سبب انپر اعتراض [illegible] اور فرمایا کہ اگر یہ حلقہ
کسی صحابی کی ہوتی تو انکو بھی اپنے نفس پر خود پسندی کا خوف ہوتا (پھر آپ تو کس شمار میں ہیں لہذا آپکو اتنا بڑا
حلقہ درس نہ رکھنا چاہئے) اور سفیان ثوری اپنے پاس (درس کیوقت) تقریباً تین آدمیوں سے زیادہ نہ بیٹھنے دیتے
تھے۔ پس آپ نے ایک روز درس شروع کیا تو دیکھا کہ حلقہ بہت بڑا ہوگیا۔ آپ یہ دیکھکر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم بے
خبری میں پکڑ لئے گئے (مطلب یہ تھا کہ ہم گناہ کر رہے ہیں اور ہمیں پتہ بھی نہیں) واللہ اگر امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ مجھ جیسے شخص کو اس عظیم الشان مجمع میں مسند درس پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو فوراً اٹھا دیتے اور فرماتے کہ تجھ سا شخص
اسکی صلاحیت نہیں رکھتا نیز انکا قاعدہ تھا کہ جب حدیث لکھانے بیٹھتے تو سر نیچا [illegible] ہوتے اور کوئی

Marfat.com

بدلی اثر گذرتی تو خاموش ہو جاتے یہانتک کہ وہ گذر جاتی اور فرماتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ہمیں بے فکر ہوں جنکو وہ
ہمپر برسائے - اور ایک مرتبہ اعمش رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں کوئی طالب علم ہنس پڑا تو آپنے اسی ڈانٹا اور اٹھا
دیا اور فرمایا کہ وہ علم حاصل کرتا ہے جسکا خدا نے تجھے مکلف کیا ہے (اسکا مقتضا یہ تھا کہ تجھے سوچ اور فکر ہوتی
مگر بجائے اسکے تو اس سے غفلت کرتا ہے) اور (لاابالی طور پر) ہنستا ہے (نہایت شرم کی بات ہے) پھر اسکو
تعزیراً دو مہینہ تک چھوڑے رکھا (اور اسکے بعد قصور معاف کردیا) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر
کتاب اللہ میں ایک آیت نہوتی تو تم سے حدیثیں نہ بیان کرتا (کیونکہ مجھے خود پسندی کا خوف ہے) وہ آیت یہ ہے
ان الذین تکتمون ما انزلنا من البینات والهدی الآیة - اور جبکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے احادیث
بیان کرنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے اس بارہ میں انسے گفتگو کی اسکے جواب میں آپنے فرمایا کہ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی
شخص خدا کیلئے علم سیکھتا ہے تو میں خود اسکے گھر جاتا اور اسکو آنیکی تکلیف نہ دیتا (مگر کیا کیجئے کہ لوگوں کو تعلیم
سے خدا مقصود ہی نہیں تو میں فضول زحمت کیوں اٹھاؤں) اور ایک روز سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کہا گیا
کہ آپ مسند درس پر بیٹھکر ہم کو احادیث کیوں نہیں پڑھاتے تو آپنے فرمایا کہ نہ میں تمہیں اسکا اہل پاتا ہوں کہ تمہیں
حدیثیں سناؤں اور نہ اپنے کو اسکا اہل پاتا ہوں کہ مجھسے حدیثیں سنو - میری اور تمہاری بالکل ایسی مثال ہے جیسے
کسی نے کہا ہے کہ بیکسے سب رسوا ہوگئے تو آپس میں اصطلاح مقرر کر لی (یعنی من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو)
اور حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے تھے آجکل مساجد میں تعلیم علم کیلئے صرف دو قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں ایک وہ جو دنیا
سمیٹنا چاہتا ہے - اور دوسرا وہ جسے یہ خبر نہیں کہ اس بارہ میں اسکے فرائض کیا ہیں - اور عبد اللہ بن عباس رضی
عنہ باوجود جلیل القدر عالم ہونیکے جب قرآن کی تفسیر سے فارغ ہوتے فرماتے کہ اس مجلس کو استغفار پر ختم کرو (کہ
ہم سے اسکے حقوق اخلاص وغیرہ ادا نہیں ہوئے) اور شداد بن حکیم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جسکے اندر یہ تین باتیں
ہوں اسکو چاہیے کہ وہ تعلیم علم کیلئے بیٹھے ورنہ چاہیے کہ مسند درس پر بیٹھنا چھوڑ دے ایک یہ کہ وہ لوگونکو خدا
کی نعمتیں یاد دلائے تاکہ وہ اسکا شکر کریں - دوسرے یہ کہ وہ انکے گناہ یاد دلائے تاکہ وہ توبہ کریں - اور تیسرے یہ کہ
انکو انکا دشمن ابلیس یاد دلائے تاکہ وہ اس سے بچیں - اور ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رح
سے دریافت کیا کہ راسخین فی العلم (جنکا قرآن میں ذکر ہے) کون لوگ ہیں - آپنے فرمایا علماء باعمل اور (ار
کہ) علم سے زیادہ عزت کی چیز کوئی نہیں کیونکہ صاحب علم علم کے ذریعہ سے سلاطین پر حکومت کرتا ہے -
عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپکے نزدیک آدمی کون لوگ ہیں تو آپنے فرمایا با اخلاص در

Marfat.com

عالم۔ پھر پوچھا گیا کہ اچھا سلاطین کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت اشخاص پھر کہا گیا کہ رذیل کون لوگ ہیں آپنے فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے علم وعمل اور دین کے معاوضہ میں دنیا کماتے ہیں اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء زمانوں کے چراغ ہیں اور ہر عالم اپنے زمانہ کا چراغ ہے جس سے اُسکے زمانہ کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور اگر علماء نہوتے تو لوگ ڈھوروں کی طرح ہوتے (کہ انکو نہ اچھے کی خبر ہوتی نہ بری کی اور اسلئے دن رات شہوات نفسانیہ میں مصروف رہتے) اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ علم کی زندگی دو باتوں سے ہے ایک تو اسکے متعلق سوال ہے اور دوسری اسپر عمل سے اور اسکی موت اُنکے چھوڑ دینے سے ہے (یعنی جبتک تحقیق اور عمل قائم رہینگے علم زندہ رہیگا اور جب یہ دونوں باتیں نہ رہینگی علم مردہ ہو جاویگا) اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ علم اُسکو سکھاؤ جو اسکی قیمت ادا کرے اُن سے پوچھا گیا کہ قیمت کیا ہے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ عالم علم کو اُسکے سپرد کرے جو اسپر عمل کرے (پس عمل کرنا اسکی قیمت ہے) سالم بن ابی الجعد فرماتے تھے کہ (ابتدا میں میں نہایت بے وقعت شخص تھا کیونکہ میں غلام تھا اور غلام بھی معمولی کہ) میرے آقا نے مجھے (صرف) تین سو درہم میں خریدا تھا اسکے بعد میں علم میں مشغول ہوا تو (میری عزت کی یہ حالت ہوئی کہ) ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بادشاہ وقت مجھ سے ملنے آیا اور میں نے اُسکے لئے دروازہ نہ کھولا (یہ انکے خلوص اور استغنا کا اثر تھا ورنہ دنیا دار عالم خود امراء کے دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور وہ انکے لئے دروازہ نہیں کھولتے) اور شعبی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ علم حاصل کر لیتے ہیں تو اسپر عمل کرتے ہیں اور جب وہ عمل کرتے ہیں تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں ہوتی اور جب انکو لوگوں سے ملنے کی فرصت نہیں ہوتی تو وہ لوگوں سے گم ہو جاتے ہیں اور جب وہ کھوئے جاتے ہیں تو لوگ انہیں ڈھونڈھتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسکو اللہ نے اسکے علم سے نفع نہیں پہنچایا نیز لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا کہ اُسکے جاہل عبادت گذار ہونگے (جنکو یہ خبر ہوگی کہ عبادت کسطرح کیا کرتے ہیں) اور اُنکے عالم بدکار ہونگے (اسلئے اس زمانہ کے جاہل بھی خراب ہونگے اور عالم بھی) اور عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ جو شخص مشکلات میں بے توقف اور بے تامل فتوی دیتا ہے وہ اپنے کو دخول نار کیلئے پیش کرتا ہے نیز فرماتے تھے کہ جو شخص ہر ایسی بات کا جواب دیتا ہے جو لوگ اُس سے پوچھیں وہ دیوانہ ہے اور حسن بصری فرماتے تھے کہ تم اُن لوگوں میں نہو جو علماء کا علم جمع کرتے اور احمقوں کی چال چلتے ہیں (یعنی اسپر عمل نہیں کرتے) اور ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ملفوظ پہنچا ہے کہ علم بہت ہے مگر سارا نافع نہیں کیونکہ سب

پر عمل نہیں کیا جاتا) اور علماء بھی بہت ہیں مگر سب ہدایت یافتہ نہیں (بلکہ بہت سے گمراہ بھی ہیں) اور ابراہیمؒ بن عتبہؒ فرماتے تھے کہ قیامت میں سب سے زیادہ ندامت اسکو ہوگی جو علم کے ذریعہ سے لوگوں کے مقابلہ میں بڑا بنتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ جب سے زیادہ خوف اس امت پر مجھے اس شخص سے ہے جو زبان سے عالم اور دل سے جاہل ہو (یعنی اُسکا علم صرف زبان تک ہو اور دل پر اُسکا کچھ اثر نہو) اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ اسکی آواز پر لبیک کہے فبہا ورنہ وہ رخصت ہو جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ علم کی برکت عمل پر موقوف ہے اگر عمل ہوگا اسکی برکت رہیگی ورنہ زائل ہو جاویگی اور یہ مطلب یہ نہیں کہ خود علم بھی نہ رہیگا کیونکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے) اور عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ آدمی اسی وقت تک عالم رہتا ہے جبتک وہ یہ سمجھتا ہے کہ کہ شہر میں مجھ سے زیادہ جاننے والے بھی ہیں اور جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اسوقت وہ جاہل ہو جاتا ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعلمیت مطلقہ کسی کو عطا نہیں فرمائی بلکہ لوگوں کے علم میں عام و خاص وجہ کی نسبت رکھی ہے یعنی بہت سے تو ایسے علوم ہیں جو دو شخصوں میں مشترک ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو ایک کو حاصل ہوتے ہیں اور دوسرے کو نہیں ہوتے اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو بالعکس ہوتے ہیں پس جو علوم مشترک ہیں انمیں تو دونوں برابر ہیں اور جو علم مخصوص ہیں انمیں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے بعض وجوہ سے ایک شخص اعلم ہوتا ہے۔ اور بعض وجوہ سے دوسرا شخص۔ اسلئے جبتک آدمی یہ سمجھے گا کہ مجھسے بھی کوئی زیادہ جاننے والا ہے اُسوقت تک اُسکا علم صحیح ہے اور وہ عالم ہے اور جب اُس نے یہ سمجھ لیا کہ میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں تو اب یہ جہل مرکب ہو گیا اور وہ عالم سے جاہل بن گیا واللہ اعلم) اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ دنیا نے کسی عالم کو کھلونا بنا لیا ہے اور وہ اسکو جسطرح چاہتی ہے نچاتی ہے تو مجھے اسپر رونا آتا ہے۔ اگر قراء و محدثین دنیا سے بے رغبتی (کی مشقت) پر صبر کرتے تو لوگ انکو رومال (کیطرح وقعت) نہ بنا لیتے۔ ارے کیسی بری بات ہے کہ لوگ یوں کہیں کہ فلاں عالم یا عابد فلاں تاجر کے روپیہ سے حج کرنے آیا ہے اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ جب عالم طالب دنیا ہو جاتا ہے تو اسکی آب و تاب جاتی رہتی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ (دنیا میں) علماء کی سزا انکے مردہ دلی سے ہوتی ہے اور انکے مردہ دلی اُنکے اعمال آخرت کے ذریعہ سے دنیا کو طلب کرنے سے ہوتی ہے کہ وہ اسکے ذریعہ سے اہل دنیا کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ امراء کے دروازوں پر جاتا ہے تو (سمجھو کہ وہ چور ہے (جو کہ اہل علم کا بھیس بھر کر مال چرانا چاہتا ہے) اور اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ

اس عالم سے زیادہ ناپسند نہیں ہے جو (دنیا کیلئے) کسی حاکم سے ملاقات کرتا ہے اور مکحول رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو
قرآن پڑھتا اور علم دین حاصل کرتا ہے پھر بلا کسی حاجت ضروریہ کے کسی امیر کے گھر جاتا ہے تو جتنے قدم وہ
رکھتا ہے اُتنے قدم وہ دوزخ میں گھستا ہے۔ اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے بعض آسمانی کتابوں میں
پڑھا ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آسان ترین برتاؤ جو میں عالم کیساتھ کرتا ہوں جبکہ وہ اپنے علم دنیا کو طلب کرتا
یہ ہوتا ہے کہ میں اسکو اپنی لذیذ مناجات سے محروم کر دیتا ہوں (کیونکہ جب دنیا کی طرف رغبت ہوگی تو دین کیطرف سے
بے پروائی ہوگی اور اسلئے وہ عبادات جنمیں حق تعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے مثل نماز و تلاوت قرآن و دعا ادا
نہ کر سکے اور اگر کریگا تو نہایت بے توجہی کیساتھ جسمیں کوئی لذت یا حلاوت نہ ہوگی۔ بلکہ محض ضابطہ کی کارروائی
ہوگی واللہ اعلم) اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے
محبت کرتا ہے تو اُسے نذرین سمجھو کیونکہ ہر عاشق کا قاعدہ ہے کہ وہ اسی میں منہمک ہوتا ہے جس سے اسکو محبت
ہوتی ہے اور اُسکے ماسوا سے مستغنی ہوتا ہے پس اسکا دنیا میں منہمک ہونا دلیل ہے اُسکے دین سے مستغنی (اور دنیا
دین سے مستغنی ہونا علین بینی ہے پس وہ ضرور بددین ہے) اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ زبانیں
(بھلائی برائی کو) بیان کرتی ہیں اور دل انکو جانتے ہیں اور اعمال اُنکی مخالفت کرتے ہیں (یعنی جسکو زبان سے
اچھا کہا جاتا ہے اور دل سے اچھا سمجھا جاتا ہے عملاً اسکو ترک کیا جاتا ہے اور جسکو زبان سے بُرا کہا جاتا ہے اور دل
سے برا سمجھا جاتا ہے عملاً اسکو اختیار کیا جاتا ہے کسقدر حیرت انگیز بات ہے) اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے کہ قیامت
کے دن سب سے زیادہ بدنصیب وہ عالم ہوگا جسکے علم پر دوسرے عمل کریں اور وہ خود اس پر عمل نہ کرے (بدنصیبی کیوں نہ
ہے) اور ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب کبھی میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا ہے (تو اپنے عمل کو)
اپنے قول کی تکذیب کی ہے اور) میں نے اپنے عمل کو اپنے قول کا مکذب پایا ہے اور ... رحمہ اللہ
فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے کلام کی اصلاح کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسمیں غلطی نہ کی اور عمل میں غلطی کی تو اسکا نتیجہ یہ
ہے کہ کبھی اسکی اصلاح نہ کی (کسقدر حیرت انگیز بات ہے کیونکہ اصلاح کلام جسکی طرف اسقدر توجہ ہے کچھ بھی
ضرور نہیں۔ اور اصلاح عمل جسکی طرف سے اسقدر بے پروائی ہے نہایت ضروری ہے پس غیر ضروری میں اسقدر اہتمام
اور ضروری سے اتنی غفلت سراسر حماقت ہے) اور اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تصنع کلام آگیا تو
قاری و سامع سے خشوع رخصت ہو جاتا ہے (یعنی سامع و قاری میں خشوع اسی وقت تک رہتا ہے جبتک کہ
کلام میں بے ساختگی رہے۔ اور تکلف نہ آئے اور جب تکلف آگیا تو پھر نہ قاری میں خشوع رہتا ہے اور نہ

سامع میں خشوع نہ رہنیکی وجہ تو ظاہر ہے۔ رہا سامع سو اسمیں خشوع نہ رہنیکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ قائل کے عدم خلوص کا عکس سامع کے دل پر پڑیگا اور اسوجہ سے اسمیں بھی خلوص نہ رہیگا واللہ اعلم) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ملفوظ پہنچا ہے کہ جو شخص علم سیکھتا ہے اور اسپر عمل نہیں کرتا اُسکی حالت اُس عورت کی حالت کے مشابہ ہے جس نے خفیہ زنا کیا ہو (اور اسکی کسی کو اطلاع نہو) اور پھر اسکو درد زہ ہو تو وہ رسوا ہو جاوے پس (جسطرح یہ عورت رسوا ہو جاتی ہے) یوں ہی قیامت میں سب کے سامنے اللہ تعالیٰ اس شخص کو رسوا کریگا جس نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب شیطان تم میں سے کسی کے پاس ایسی حالت میں آوے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اس سے کہے کہ تو ریا کار ہے تو اُسکو چاہئے کہ وہ نماز کو اور لمبا کردے (تاکہ آئندہ اُسے ایسے وسوسہ کی جرأت نہو ورنہ یہ اسکو اعمال خیر میں مزاحمت کا اچھا گر ہاتھ آجاویگا اور جب کوئی کسی عمل کا ارادہ کریگا وہ فوراً یہی وسوسہ ڈالے گا کہ یہ تو ریاکار ہے اور اسطرح وہ عمل چھوٹ جاویگا) اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگوں کی وجہ سے عمل کرنا ریا ہے اور اُنکی وجہ سے عمل چھوڑنا شرک ہے تجھے ان دونوں سے نجات دے۔ میں[۵] کہتا ہوں کہ لوگوں کی وجہ سے ترک عمل کے معنی یہ ہیں کہ آدمی اس موقع پر عمل کرنا پسند کرے جہاں لوگ اسکی تعریف کریں۔ اگر وہ کسی کو اپنی تعریف کرنیوالا نہ پاوے تو کاہلی کرے اور عمل چھوڑ دے اھ اور بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہم ایسوں کیلئے یہ بھی مناسب نہیں کہ اپنے اعمال خالصہ میں سے بھی کچھ ظاہر کریں (کیونکہ گو ہم انکو خالص سمجھتے ہیں مگر ہمارا خلوص ہی کیا شے ہے کہ اسکی بناء پر اپنے اعمال کو خالص اور ظاہر کرنیکے قابل سمجھیں اور جبکہ اعمال خالصہ کی یہ حالت ہے) تو ان اعمال کی کیا حالت ہوگی جنمیں صریحاً ریا داخل ہو چکی پس ہم ایسوں کیلئے تو اعمال کا اخفا ہی مناسب ہے، اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریین سے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو۔ تو اُسے چاہیئے کہ اپنے سر اور ڈاڑھی کو تیل لگائے اور ہونٹوں کو (یوں) پونچھے (جیسے آدمی کچھ کھا کر پونچھتا ہے) تاکہ لوگ اُسکو روزہ دار نہ سمجھیں (مگر یہ بات

[۵] احقر کے نزدیک ترک عمل للناس کا یہ محمل صحیح نہیں کیونکہ یہ ترک تو ریا کے آثار میں سے ہے اور کوئی مستقل شے نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ ترک عمل للناس سے مراد ترک عمل لارضاء الناس ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اچھے کام کو اور اس کے کرنے والوں کو اچھا سمجھتے ہیں اور دوسرے وہ جو اچھے کام کو اور اس کرنے والے کو برا سمجھتے ہیں پس طالب دنیا اول قسم کے لوگوں کی خاطر اچھے کام کرتے ہیں اور یہ ریا ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کے خاطر اچھے کاموں کو ترک کرتے ہیں یہ ترک عمل للناس ہے جس کو شرک کہا گیا ہے اور یہ مقابل ہے ریا کا۔ فتدبر۔

روزہ میں ہونی چاہئے نہ کہ فرض میں ایسا کرنا لوگوں کو بدگمانی میں مبتلا کرتا ہے نیز اس سے بعض لوگوں پر برا اثر بھی پڑتا ہے اور اسکی دیکھا دیکھی وہ بھی روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور یہی حالت دوسرے فرائض و نوافل کی ہے یعنی فرائض کا اظہار اور نوافل کا اخفا مناسب ہے یہ حکم اصلی ہے مگر عوارض کیوجہ سے کبھی بعض فرائض کا اخفا اور بعض نوافل کا اظہار مناسب ہو جاتا ہے فقد برمترجم) اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ علم و عمل وہی بہتر ہے جو لوگوں سے مخفی ہو۔ اور عکرمہؒ فرماتے تھے کہ میں نے اس شخص سے زیادہ کم عقل نہیں دیکھا جو اپنی برائی جانتا ہو اور لوگوں سے یہ چاہے کہ وہ اسکو عالم اور صالح کہیں۔ مسلمانوں کے قلوب کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ اسکی اس بد خصلتی پر مطلع ہوں (تاکہ اس سے دھوکا نہ کھاویں) اور اس شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کانٹے بوئے اور اسکی خواہش کرے کہ اسپر چھوارے لگیں اور قتادہؒ فرماتے تھے کہ جب عالم اپنے علم و عمل سے ریاکاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں اسے تو دیکھو کہ یہ ہم سے ٹھٹھا کرتا ہے اور ہم سے ڈرتا نہیں حالانکہ ہم صاحب عظمت و جبروت ہیں (ریا کو ٹھٹھا کرنا اسلئے فرمایا کہ جو شخص کسی کو بناتا اور اس سے مسخرہ پن کرتا ہے تو وہ ظاہر اسکی تعظیم کرتا ہے مگر مقصود تعظیم نہیں ہوتی اور ریاکار کی بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بظاہر عبادت کرتا ہے مگر مقصود عبادت نہیں ہوتی فقد برمترجم) اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (کا قاعدہ تھا کہ) جب وہ کسی کو نماز میں گردن جھکائے تو اسکو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ تیرا بھلا ہو خشوع[عہ] دل میں ہوا نہ کہ گردن میں بس تو دل جھکا گردن کیوں جھکاتا ہے) اور ابو امامہؓ کا ایک ایسے شخص پر گذر ہوا جو سجدہ میں پڑا ہوا رو رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کام بہت اچھا تھا۔ اگر تیرے گھر میں ہوتا جہاں تجھے آدمی نہ دیکھتے (کیونکہ اس صورت میں ریا کا اندیشہ کم ہوتا [illegible] اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو شخص ریاکار کو دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ[illegible] کی دلیل ہے) اور ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میرا ایک پتھر پر گذر ہوا تو میں نے اسپر یہ لکھا ہوا دیکھا تو کچھ [illegible]تا ہے اسپر بھی عمل نہیں کرتا اور زیادہ علم کیسے طلب کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ علم سے مقصود عمل ہے اور جبکہ علم ہوا اور عمل نہو تو وہ علم بندہ پر خدا کی حجت ہوتا ہے بس جبکہ حاصل شدہ علم پر عمل نہیں تو تیرے سزا کیلئے یہی کافی ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ مزید علم حاصل کرکے زیادہ سزا کا مستحق ہو) اور یوسف بن اسباط رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ

عہ خشوع فی الحقیقة افعال قلب میں سے ہے مگر کبھی افعال قلب کا اثر جوارح پر بھی پڑتا ہے اس لئے جوارح سے بھی اس کا ظہور مستبعد نہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ کا مقصود یہ نہیں کہ جوارح سے اس کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خشوع کو صرف دل تک محدود رہنا چاہئے اور اگر جوارح پر اس کا اثر ہو تو تکلف روکنا چاہئے۔ وانہ اقرب الی الاخلاص والعبد من الریاء ولہ درہ ما ادق نظرہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ وہ اپنے اعمال کو مخلوق سے چھپاویں اور (میں وعدہ کرتا ہوں) کہ آپکو مخلوق پر ظاہر کردونگا (اور اسطرح وہ مقصد بھی حاصل ہو جاویگا جو ریاکاروں کا ریا سے ہوتا ہے۔ یعنی عزت عند الخلق۔ اور وہ بھی حاصل ہو جاویگا جو مخلصین کا ہوتا ہے۔ یعنی عزت عند اللہ۔ پس اخفار میں اظہار سے زیادہ فائدہ ہے اور مخلصین ریاکار سے بہت زیادہ نفع میں ہیں) اور ابو عبد الرحمٰن زاہد اپنے نفس کو بہت ملامت فرماتے تھے اور اپنی دعا میں فرماتے تھے کہ اے اللہ مجھسے زیادہ بدحال کون ہوگا میں نے تیری بندوں سے ظاہر میں امانت داری کیسا معاملہ کیا اور خفیہ طور پر تجھسے خیانت کیسا برتاؤ کیا۔ اور فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ ہے کوئی جو مجھے ایسا عبادت گذار بتلاوے جو رات کو بہت روتا ہو اور دن میں بہت روزہ رکھتا ہو میں اسے دعا دونگا (اس سے مقصود اخلاص کی فضیلت کا بیان کرنا ہے اور یہ مقصود اسطرح ظاہر ہوتا ہے کہ فضیل ایک ایسے شخص کے طالب ہیں جو باوجود عابد ہونیکے مشہور نہو یہ علامت ہے اسکے اخلاص کی پھر جو اعمال اسکے بتلائے ہیں وہ یہ ہیں کہ رات کو روتا ہو اور دنکو روزہ رکھتا ہو یہ بھی اسکی اخلاص کی دلیل ہے کیونکہ یہ دونوں فعل مخفی ہیں) اور میمون بن مہرانؒ فرماتے تھے کہ عمدہ ظاہر بدوں اچھے باطن کے اس پاخانہ کے مشابہ ہے جو باہر سے آراستہ ہو (اور اندر گندگی بھری ہو) اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ اگر تحصیل علم میں نیت درست ہو تو اس سے بہتر کوئی عمل نہیں مگر لوگ تو اسکو سوائے عمل کے (دوسرے اغراض کیلئے) سیکھتے ہیں اور اسکو دنیا کے شکار کا جال بناتے ہیں (پھر اسمیں خیریت کہاں) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک روز فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے پاس گئے تو ان سے کہا کہ اے ابو علی مجھے کچھ نصیحت فرمائیے پھر فضیل رحمہ اللہ نے انسے فرمایا کہ میں آپ حضرات کو کیا نصیحت کروں (آپ خود اہل علم ہیں مگر اتنا کہتا ہوں کہ) اے علماء کی جماعت تم چراغ تھے تمسے ملکو روشنی حاصل کیجاتی تھی سو اب تم سراسر تاریکی ہوگئے۔ اور تم ستارے تھے تم سے ظلمات جہل میں رستہ معلوم کیا جاتا تھا سو اب خود تم سراپا حیرت ہوگئے تم میں سے ایک شخص ان حکام کے درواز ونپر جاتا ہے (ایک غلطی) پھر انکے فرشوں پر بیٹھتا (دوسری غلطی) اور انکا کھانا کھاتا ہے (تیسری غلطی) اور انکے ہدیہ قبول کرتا ہے (چوتھی غلطی) پھر اتنی غلطیوں کے بعد (ہادی بنکے) مسجد میں جاتا ہے (اور اسمیں مسند درس وعظ پر) بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمسے فلاں نے بیان کیا وہ فلاں سے روایت کرتے ہیں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون روایت کرتے ہیں (کسقدر نازیبا بات ہے) واللہ اعلم یوں نہیں طلب کیا جاتا (بلکہ اسکا طریق یہ ہے کہ اول خود عمل پھر دوسرونکو بتلاوے) راوی کہتے ہیں کہ سفیانؒ (یہ سنکر) اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی اور اسکے بعد

Marfat.com

چلے گئے اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ جب تم کسی عالم یا عابد کو دیکھو کہ وہ اس سے خوش ہوتا ہے کہ اسکی نیکی کا ذکر امرا اور اہل دنیا کے یہاں ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ ریاکار ہے۔ اور سفیان بن عتیبہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی طالب علم کو دیکھو کہ وہ جسقدر زیادہ علم حاصل کرتا ہے اسی قدر زیادہ اسکی طبیعت دنیا اور خواہشات دنیا کی طرف راغب ہوتی ہے تو اسے علم نہ سکھاؤ کیونکہ تم اسے علم سکھا کر اسکے دوزخ میں جانے میں اعانت کروگے اسلئے کہ تم اسے علم سکھاوگے اور وہ اسے تحصیل دنیا کا آلہ بناویگا اور یہ امر دوزخ میں لیجانیوالا ہے پس تم سبب ہوے اسکے دوزخ میں جانیکا نہ تم اسے علم سکھاتے نہ وہ اُسے آلہ بنا سکتا اور نہ دوزخ میں جاتا) اور کعب احبارؒ فرماتے تھے کہ لوگو نہ ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسمیں جہال علم حاصل کرینگے پھر آپسمیں تقرب امرا کی بناپر یوں رشک و حسد کرینگے جیسے عورتیں آپسمیں مردونکی بناپر کرتی ہیں بس یہ حصہ ملتا ہے انکو علم سے اور صالح مری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے علم میں اخلاص کا مدعی ہو اسکو چاہیے کہ وہ اسوقت اپنے نفس کیطرف متوجہ ہو جبکہ لوگ اسکو جہل و ریا کیساتھ متصف کریں اب اگر وہ اس سے خوش ہو تو وہ سچا ہے اور اگر اس سے انقباض ہو تو وہ ریاکار ہے نیز وہ فرماتے تھے کہ دنیادار عالم کے پاس نشست رکھنے سے ڈرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی دنیا سنوار کر اور بدون عمل کے علم و اہل علم) کی مدح کرکے بہکالیگا (اور اسطرح تمہارا دین غارت کردیگا) اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جن لوگوں کو اپنے علم سے دکھاوا مقصود ہوتا ہے اسکی شناخت یہ ہے کہ انکا علم تو پہاڑ و نکی برابر ہوتا ہے۔ اور عمل چیونٹیوں کے برابر (یعنی علم تو بہت کچھ ہوتا ہے اور عمل بالکل تھوڑا) اور فرماتے تھے کہ اگر حامل علم اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اسکی تلخی کو محسوس کرلیتا اور کبھی اسپر عمل ہوتا ہے عالم ہونے [illegible] علم سے مقصود عمل ہے اور اسلئے علم سراسر ذمہ داریوں کا مجموعہ ہے اور جسقدر علم پڑہتا ہے اسی قدر ذمہ داریاں [illegible] ہیں جسپر ہزاروں بلکہ لاکھوں ذمہ داریاں عائد ہو جائیں اور ہر ذمہ داری کی خلاف [illegible] قابل برداشت ہوا سکو ان ذمہ داریونکے علم سے کیا خوشی ہو سکتی ہے) پس کسی عالم کیلئے زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے علم پر خوش ہو ہاں پل صراط سے گذر جانیکے بعد اسکو بیشک خوشی کا موقع ہے (اسوقت جتنا چاہے خوش ہو) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ علم کو عمل کی غرض سے طلب کرو اکثر لوگ اسمیں غلطی کرتے ہیں اور انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ بدون عمل کے صرف علم سے نجات ہو جاویگی (اگر ایسا ہو) تو وہ آیات و احادیث کہاں

ﻌﻪ یہ حکم غایت ورع کی بناپر ہے ورنہ شرعاً ایسے شخص کو حکم سکھانا جائز ہے کیونکہ کسی ایسے امر میں جو فی نفسہ معصیت نہو بلکہ اُسکا معصیت ہونا موقوف فاعل مختار کے غلط استعمال پر کسی مشروع غرض سے اعانت کرنا جرم نہیں۔ فتدبر

جو تنگی جو ہم بے عمل کی تعذیب کے بارہ میں شمار ہوتی ہیں اور ذوالنون مصریؒ فرماتے تھے کہ پہلے ہمنے لوگونکو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان میں سے جس کسی کو جسقدر زیادہ علم ہوتا تھا اُسی قدر اسکو دنیا سے بے رغبتی اور انکے سامان سے کم رکھنے کا خیال زیادہ ہوتا تھا اور آج ہم انکو اس حالت میں دیکھ رہے ہیں کہ جس کسی کو جتنا زیادہ علم ہوتا ہے اسی قدر اسکو دنیا کی رغبت اور اسکے سامان مثل لباس طعام مکان بیویاں سواری خشم خدم اور ان زینتوں کی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حامل قرآن امیر کیونکر بن سکتا ہے جبکہ وہ رات کو سوتا ہے اور دن کو روزہ نہیں رکھتا اور حرام اور مشتبہ اموال کھاتا ہے اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے علمار کی نسبت) فرماتے تھے کہ اگر یہ علما زندہ ہوتے تو جسوقت وہ حرام کھاتے اپنے پیٹوں میں آگ کی کیفیت محسوس کرتے (کیونکہ وہ بحکم انما یاکلون فی بطونہم نارا آگ کھاتے ہیں) مگر وہ تو مردہ ہیں جو کہ مردار اور آگ کھاتے جاتے ہیں (اور نہ انکو نفرت ہوتی ہے اور نہ تکلیف اور منصور بن المعتمر رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے علمار سے فرماتے تھے کہ تم علما نہیں تم تو علم سے مزہ لینے والے ہو تمہاری یہ حالت ہے کہ تم میں سے ایک شخص ایک مسئلہ سنتا ہے اور (بجائے اسکے خود اسپر عمل کرے) دوسرے لوگوں سے بیان کر دیتا ہے اور اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے اور تمہارا علم تمکو ورع و تقویٰ پر برانگیختہ کرتا یہانتک کہ تمہیں (بوجہ ندرت حلال کے) کھانے کو روٹی بھی نہ ملتی (چہ جائیکہ تم مال و دولت اور سامان دنیا جمع کرو) اور ربیع بن خثیمؒ فرماتے تھے کہ عالم کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے علم سے ریاکاری کرے حالانکہ وہ اپنی نسبت جانتا ہے کہ اسنے غیر اللہ کیلئے علم سیکھا ہے اور اسلئے وہ سرے ہی سے لاشئے ہے پس وہ ایک ایسی شئے کے ذریعہ سے جو لاشئے محض ہے اپنے کو لوگوں پر فائق کیسے سمجھتا ہے اور امام نوویؒ کی یہ حالت تھی کہ جب حاکم وقت انکے پاس سے خبر میں جاتا اور مدرسہ اشرفیہ یا جامع بنی امیہ میں درس دیتے ہوتے تو اسکے آنے کا علم ہوتے اور جبکہ انکو معلوم ہوتا کہ کوئی بڑا آدمی انکے درس کے روز انسے ملنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اُس دن درس کو اس خیال سے موقوف کر دیتے کہ امیر انکو اس حالت میں دیکھے گا کہ وہ اپنے مجمع اور اپنے تر حلقہ میں بیٹھے ہونگے اور فرماتے کہ مخلص کی علامت یہ ہے کہ وہ اسوقت جبکہ لوگ اسکی نیکیوں پر مطلع ہو جاویں یوں مکدر ہو جسطرح اسوقت مکدر ہوتا ہے جبکہ وہ اسکی برائیوں پر مطلع ہوتے ہیں کیونکہ اس سے نفس کا خوش ہونا معصیت ہے (کیونکہ یہ خوشی ریا ہے) اور ریا معصیت بلکہ بہت معاصی سے سخت ہے اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں عالم کیلئے یہ بھی نازیبا ہے کہ

حلال سے پیٹ بھرے (کیونکہ فساد زمانہ کیوجہ سے پیٹ بھرنے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت معاصی کی جڑ ہے پس جبکہ حلال سے پیٹ بھرنیکی یہ حالت ہے) تو اسکا کیا حال ہوگا جو حرام سے پیٹ بھرتا ہے۔ واللہ اگر میں ایک لقمہ کھاؤں اور وہ میرے پیٹ میں اینٹ کیطرح ہو جاوے تو میری لئے میرے مرنے تک کافی ہو (اور مجھے دوسری غذا کی ضرورت نہ پڑے) کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اینٹ پانی میں تین سو برس تک رہتی ہے (اور وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ علماء کی پرہیزگاری یہ ہے کہ مرغوبات کا کھانا چھوڑیں ہے معاصی ظاہرہ سو انکو تو اس خوف سے بھی چھوڑ دیتے ہیں کہ انکی عظمت لوگوں کے دلوں سے نکل جاویگی نیز وہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ آوینگے جو علم کو غیر اللہ کیلئے حاصل کرینگے تاکہ علم ضائع نہو (یعنے گو انکی تعلیم کا مقصود علم کو ضائع ہونے سے بچانا نہو گا کیونکہ یہ مقصد ایک شرعی مقصد ہے جسکا انتفا انہیں فرض کیا گیا ہو لیکن چونکہ یہ انکے فعل پر مرتب ضرور ہوگی اسلئے اسکو غرض کی صورت میں بیان کردیا گیا یعنی وہ تو غیر اللہ کیلئے علم سیکھیں گے مگر واقع میں اس سے یہ غرض ہوگی کہ علم محفوظ رہیگا **مترجم**) پھر وہ انپر قیامت کے دن وبال ہوگا میں کہتا ہوں کہ اس مضمون کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید بدکار آدمی کے ذریعہ سے (بھی) کریگا (اور وجہ تائید یہ ہے کہ ایسے آدمی گو خود بدکار ہیں مگر ان سے دین کی تائید اسلئے ہوتی ہے کہ انکے ذریعہ سے آئندہ نسلوں کیلئے دین محفوظ رہتا ہے) اور بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے تھے کہ جسکو اپنے علم سے دکھاوا مقصود ہو اسکی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو علم کی ترغیب دے اور اس سے وہ خوبیاں بیان کرے جو اسمیں ہیں پھر اگر کوئی شخص اس سے اسکے ہم عصروں میں سے کسی سے پڑھنے کا مشورہ لے تو وہ اسے پوری ترغیب نہ دے (کیونکہ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ترغیب کا [illegible] یہ ہے کہ لوگ اسکی شاگردی کریں اور اس طرح اسے جاہ و مال ملے ورنہ اگر اسکی ترغیب [illegible] دوسرونکی شاگردی کی بھی اسی زور کیساتھ ترغیب دیتا جس طرح اسنے علم کی ترغیب دی تھی) اور عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں اہل علم پر حرام اور مشتبہ مال کھانیکی عادت غالب ہوگئی ہے حتی کہ وہ شکم پروری و شہوت رانی میں بالکل ڈوب گئے ہیں اور انہوں نے اپنے علم کو جال بنا لیا ہے جس سے وہ دنیا کا شکار کرتے ہیں اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر اہل قرآن [illegible]

عہ اصل عبارت یہ ہے یاتی فی آخر الزمان رجال یتعلمون العلم لغیر اللہ لئلا یضیع ثم یکون علیہم تبعتہ یوم القیامۃ پس لفظ یضیع کی ضمیر میں غور کر لیا جاوے ۱۲ منہ

Marfat.com

تو وہ تمام لوگوں سے بہتر ہوتے مگر انہوں نے اپنے علم کو پیشہ اور ذریعہ معاش بنالیا ہے اور اسلئے وہ آسمانوں میں اور زمین میں دونوں جگہ ذلیل ہو گئے (یعنی خدا اور فرشتوں کے نزدیک بھی حقیر ہو گئے اور آدمیوں کے نزدیک بھی) اور بشر حافیؒ فرماتے تھے کہ عقلمند کی عقلمندی یہ ہے کہ علم میں ترقی کی اسوقت خواہش کرے جبکہ وہ اپنے موجودہ تمام معلومات پر عامل ہو جاوے پھر (جب اس نے ایسا کر لیا اور موجودہ تمام معلومات پر عامل ہو گیا) اسوقت اور علم سیکھے تاکہ اسپر عمل کرے اور شعبیؒ فرماتے تھے کہ علم کو اس حالت میں طلب کرو کہ تم روتے ہو کیونکہ وہ سب خدا کے نزدیک تمپر حجت ہے اور جب بشر حافیؒ نے حدیث لکھوانے کیلئے بیٹھنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے انسے عرض کیا کہ آپ قیامت میں خدا کو کیا جواب دینگے اسپر فرمایا کہ میں عرض کرونگا کہ اے اللہ آپنے مجھے اخلاص کا حکم دیا تھا اور میں نے اپنے نفس میں خلاص نہ پایا اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ جب تم طالب علم کو دیکھو کہ وہ علم میں ترقی کا طالب ہے نہ کہ عمل میں تو اسکو تعلیم نہ دو کیونکہ جو شخص اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے حنظل کہ جسقدر وہ پانی سے سیراب ہوتا ہے اُتنا ہی کڑوا ہوتا ہے نیز وہ فرماتے تھے کہ جب تم طالبعلم کو دیکھو کہ وہ کھانے پینے پہننے وغیرہ میں گڑبڑ کرتا ہے اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتا تو قیامت میں اسپر حجت کو ہلکا کرنیکی غرض سے اسکی تعلیم سے رک جاؤ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص تمام علم حاصل کرے اور خدا کی یہانتک عبادت کرے کہ وہ (سوکھ کر) اس ستون کی مانند یا پورانی مشک کیطرح ہو جاوے اور اسکی تحقیق نکرے کہ جو اسکے پیٹ میں جاتا ہے حلال ہے یا حرام تو اللہ تعالیٰ اسکی کوئی عبادت نہ قبول کرے گا اور بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے ایسے لوگوں کو پایا ہے۔ جو اسوقت تک کسی کو علم نہ پڑھاتے تھے۔ جبتک کہ وہ برسوں اُسکے نفس کو نہ سدھالیتے۔ اور انکو اُنکی نیت کی درستی نہ معلوم ہو جاتی۔ اور عبدالرحمن بن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ کی بیس برس خدمت کی ہے۔ سو انمیں سے اٹھارہ برس تو تعلیم ادب میں صرف ہوے۔ اور دو برس تعلیم علم میں۔ سو (اسپر بھی) مجھے تعلیم ادب کے زمانہ کی کمی کا افسوس ہے اور میں کہتا ہوں کہ) اے کاش میں اس تمام زمانہ کو تعلیم ادب ہی میں صرف کرتا۔ اور امام مالکؒ فرماتے تھے۔ کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے۔ اصلی علم تو وہ ہے جو نافع ہو۔ اور آدمی اُسپر عمل کرے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے تھے۔ کہ مجھسے امام مالکؒ نے فرمایا۔ کہ اے محمد تم عمل کو تو آٹا بناؤ اور علم کو نمک (یعنی جسطرح اصل مقصود آٹا ہوتا ہے۔ اور نمک اُسکی اصلاح کیلئے یوں ہی تم عمل کہ مقصود سمجھو۔ اور علم کو صلاح کا ذریعہ بناؤ) اور عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے کہ جو شخص حامل قرآن ہو۔ اور پھر بھی اُسکا دل دنیا کیطرف مائل ہو۔

Marfat.com

تو (سمجھو) اُس نے قرآن کی آیتوں کو دل لگی اور کھیل بنالیا ہے۔ اور جب حامل قرآن اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو اُس کے اندر سے قرآن اسکو (بزبان حال) پکارتا ہے (اور کہتا ہے) کہ واللہ میں اسلئے حاصل نہیں کیا گیا۔ میری نصیحتیں اور میری دھمکیاں کہاں ہیں (اور تو اُنکی طرف توجہ کیوں نہیں کرتا) اور میرا ہر حرف تجھے پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کر اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی طالب العلم کو دیکھتے کہ رات کو نہیں اُٹھتا۔ تو اسکی تعلیم سے رک جاتے کسی شب ابو عصمہ اُنکے یہاں شب باش ہوئے۔ تو انہوں نے اُنکے لئے وضو کا پانی رکھدیا۔ پھر آپ قبل از فجر تشریف لائے۔ تو اُنکو سویا ہوا اور پانی کو بحالہ پایا۔ تب آپنے اُنھیں جگایا اور اُن سے فرمایا۔ کہ ابو عصمہ تم کس لئے آئے ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ آپسے طلب حدیث کیلئے حاضر ہوا ہوں اسپر امام صاحب نے فرمایا۔ کہ تم حدیث کے کیسے طلبگار ہو جبکہ تم رات کو تہجد نہیں پڑھتے۔ بس جہاں سے آئے وہیں جاؤ (تم حدیث کے اہل نہیں ہو) اور امام شافعی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ عالم کیلئے کوئی نیک کام ایسا ہونا چاہیئے۔ جو اُسکے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان پردہ راز میں ہو۔ (اور کسی کو اسپر اطلاع نہو) کیونکہ جو علم یا عمل لوگوں پر ظاہر ہوگا آخرت میں اسکا نفع کم ہوگا۔ اور کسی نے کسی کو اُسکے مرنیکے بعد خواب میں یوں بھی دیکھا۔ کہ اسنے کہا ہو۔ کہ میرے علم نے مجھے نفع دیا بجز تھوڑے سے آدمیوں کے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کو اُن کے انتقال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا۔ اور کہا آپکا کیا حال ہے اُنھوں نے فرمایا۔ کہ خدا نے مجھے بخشدیا۔ اسپر اُسنے کہا۔ کہ کیا علم کی وجہ سے۔ تو اُنھوں نے فرمایا۔ کہ کجا علم اور کجا مغفرت علم کے (نافع ہونیکی) بہت سی شرطیں اور بہت سے موانع ہیں۔ (اور تحقیق شروط و ارتفاع موانع نہایت مشکل ہے اور) بہت کم آدمی ان موانع سے بچتا ہیں۔ اور بعض آدمیوں نے جنید رحمہ کو اُنکے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ تو اُن سے عرض کیا کہ خدا [illegible] معاملہ کیا اسپر اُنھوں نے فرمایا۔ کہ (بھائی) وہ اشارات بھی جاتے رہے۔ اور وہ عبادات بھی فنا ہو گئیں۔ اور کسی نے بھی کچھ نفع نہ دیا بجز ان چند معمولی رکعتوں کے۔ جو ہم بڑے تڑکے پڑھ لیتے تھے۔ اور بعض لوگوں نے ابو سہل صعلوکی کو اُنکے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور کہا آپکا علم کیا ہوا اُنھوں نے فرمایا کہ علوم کے جسقدر دقایق تھے میں نے سبکو ہبا منثورا پایا بجز ان چند مسائل کے جنکو عوام نے مجھ سے دریافت کیا تھا (وہ تو بیشک نافع ہوئے)

پس اے بھائی ان بزرگوں کے اقوال و افعال معلوم کر لینے کے بعد تو اپنے علم و عمل میں اپنے نفس کو ٹٹول (اور دیکھ کہ انمیں اسکی حالت کیا ہے۔ پھر اگر تو اُسمیں دکھاوا یا خواہش شہرت پائے۔ جنکو یہ بزرگوار علماء باعمل و با اخلاص (جنکے اقوال ابھی بیان کئے گئے ہیں) منع کرتے ہیں۔ تو تو اپنے اُپر رو (اور انکو چھوڑنیکی کوشش کر

Marfat.com

والحمد اللہ رب العالمین (۵) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی سے (تنبیہاً یا حفاظت کیلئے
قطع تعلق کر لیتے ہیں جبکہ وہ (بلا ضرورت شرعیہ و بلا مصلحت شرعیہ) امراء سے میل جول رکھے۔ اور اُنکے
اور اُنکے دروازوں پر آوے جاوے۔ اور وجہ اسکی حدیث پر عمل کرنا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جسکو
ھبھب کہا جاتا ہے اور اُسکو اللہ تعالیٰ نے سرکشوں اور ان راہبن اہل علم کیلئے مہیا کیا ہے۔ جو ظالم حکام کے
پاس جاتے ہیں۔ اور حاکم بصرہ نے ایک روز مالک بن دینارؒ سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپکو کس
چیز نے ہم سے سخت کلامی پر جرات دلائی ہے۔ اور کیا سبب ہے۔ کہ ہم آپکے مقابلہ پر قادر نہیں (سنئے
وہ آپکی) ہمارے مقبوضات میں بے طمعی اور ان سے بے رغبتی ہے۔ اور ابن السماکؒ فرماتے تھے کہ میں ایک
روز حاکم بصرہ کے پاس گیا۔ تو اُس نے مجھسے کہ اے ابن السماک مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ اسپر اس سے کہا۔ تعجب
ہے تجھپر بھی اور اسپر بھی جس نے تجھے لوگوں کے حقوق پر حاکم بنایا ہے۔ کیونکہ تم لوگ اس قابل ہو۔ کہ تم
اہل بنائے جائیں (اور حکومت کے ہرگز قابل نہیں) اور محمد بن واسعؒ قتیبۃ بن مسلم کے پاس گئے۔ اسوقت وہ
صوف کا کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ اسپر قتیبۃ نے کہا۔ کہ آپنے صوف کا کرتہ کیوں پہنا ہے۔ اسکے جواب میں
محمد خاموش ہو گئے۔ اسپر اُس نے کہا۔ کہ کیا بات ہے۔ کہ میں آپ سے بات کرتا ہوں۔ اور آپ خاموش ہیں
اسکے جواب میں اُنہوں نے فرمایا۔ کہ (آپکے سوال کے جواب میں) اگر میں یہ کہتا ہوں۔ کہ زہد سے (میں نے
ایسا کیا ہے) تو یہ اپنا تزکیہ ہے۔ (کہ میں دنیا کیطرف سے بے پرواہ ہوں) اور اگر میں کہتا ہوں۔ ناداری
سے (میں نے ایسا کیا ہے۔ تو یہ خدا کی شکایت ہوا اور یہ دونوں باتیں مجھے ناپسند ہیں اس سے بجز سکوت کے
مجھے کوئی چارہ نہ تھا) اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔ کہ واللہ اگر ہارون الرشید میرے پاس آنیکی اجازت
چاہے تو میں اُسے اجازت نہ دوں بجز اس صورت کے کہ اسکے لئے مجبور کیا جاؤں حالانکہ میں درویش بھی نہیں
پھر یہ درویش کیسے ہیں جو خود بخود اسکے پاس جاتے ہیں۔ اور محمد بن ابراہیم والی مکہ مطاف میں سفیان ثوریؒ
کو سلام کرنے آئے۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔ کہ آپکا (اس موقعپر) سلام کرنے سے کیا مطلب ہے۔ اگر مطلب
اگر میں یہ جان لوں کہ آپ ہی طواف کرتے ہیں۔ تو جائیے مجھے معلوم ہو گیا۔ اور فضیل بن عیاضؒ فر
تھے۔ کہ امراء کے پاس جانے اور ان سے ملنے جلنے کا کوئی شخص اہل نہیں بجز اس شخص کے جو امیر المومنین
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کیطرح (بے لاگ اور حق گو ہو) رہے ہم ایسے آدمی سو ان میں اُنکے پاس جانا
نہیں ... یہ لوگ نہ انکو دور او نصیحت کر سکتے ہیں۔ اور نہ اُنکے ظلم و جور ہشمین فرشوں وغیرہ

Marfat.com

وغیرہ پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ امیر معاویہؓ کے یہاں لوگوں نے کوئی بات چھیڑی۔ احنف بن قیس بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ سو وہ کچھ نہ بولے اسپر امیر معاویہؓ نے ان سے فرمایا۔ کہ کیا بات ہے۔ آپ کچھ نہیں بولتے اسکے جواب میں احنف نے کہا۔ کہ میری خاموشی کا سبب یہ ہے کہ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں۔ تو خدا کا ڈر ہے۔ اگر سچ کہتا ہوں۔ تو آپکا خوف ہے (کہ وہ آپکے خلاف مزاج ہوگا) اسلئے میں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا۔ انتہیٰ (یہ تو حضرات مذکورین کے بقدر ملفوظات تھے جن سے امراء کے ساتھ اختلاط کی مذمت اور انکے ساتھ اہل اللہ کا برتاؤ معلوم ہوتا ہے) اور آئندہ دیگر ملفوظات بھی اس مقام کے مناسب متفرق طور پر آوینگے والحمد للہ رب العالمین (۶) ہم سے سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے اخلاق کے متعلق چند عہد لئے گئے ہیں پس منجملہ ان اخلاق کے ایک خلق یہ ہے کہ وہ ترک نفاق پر اسطرح عمل کرتے ہیں کہ (نیکی میں) انکا باطن اور ظاہر دونوں بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ اور اس بنا پر ان میں سے کسی کا کوئی عمل (ظاہر تو کجا مخفی بھی ایسا نہیں ہوتا) جسکے سبب وہ کل کے روز آخرت میں رسوا ہو (کیونکہ اول تو وہ حتی الوسع برا کام کرتے ہی نہیں۔ اور اگر بمقتضائے بشریت اُن سے کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہے۔ تو فوراً توبہ استغفار کر لیتے ہیں۔ جس سے وہ کالعدم ہو جاتا ہے) اور ابو العباس خضر علیہ السلام نے عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو جو وصیت اُس وقت فرمائی تھی۔ جبکہ اُنکی اُن سے مدینہ مشرفہ میں ملاقات ہوئی تھی یہ تھی کہ اُنہوں نے اُن سے فرمایا۔ کہ اے عمر خبردار ایسا نہ کرنا کہ ظاہر میں تو تو خدا کا دوست ہو۔ اور پوشیدگی میں خدا کا دشمن کیونکہ جسکی ظاہری اور پوشیدہ حالت یکساں نہو۔ وہ منافق ہے۔ اور منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ بن عبد العزیز اسقدر روئے کہ (آنسوؤں سے) ریش مبارک تر کر دی۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے گروہ پیدا ہونگے۔ جو دنیا کو اعمال آخرت کے ... کو اعمال آخرت کے ذریعہ سے یعنی دنیا کو دین کے ذریعہ سے طلب کرینگے۔ یہ لوگ ... کے سبب بھیڑوں کی کھالیں پہنیں گے۔ (یعنی اپنی نرم خوئی کے سبب ایسے ہونگے۔ جیسے کھیڑیں غریب ہوتی ہیں ورنہ یہ مطلب ہو۔ کہ وہ حقیقۃً بھیڑوں کی کھالیں پہنینگے تاکہ لوگوں پر اپنا زہد ظاہر کرینگے۔ مگر مقصود انکا تنعم ہوگا) اُنکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی۔ اور اُنکے دل بھیڑیوں کے دلوں کے مانند ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نسبت

۵۵ یہ عنوان تہدیدی ہے۔ ورنہ ہر منافق کا یہ حکم نہیں۔ کہ وہ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوگا۔ بلکہ یہ حکم منافق کامل کا ہے۔ جو مظہر اسلام و مبطن کفر ہو۔ اور جن مسلمانوں میں نفاق کی بعض علامتیں پائی جاویں انکا درک اسفل میں ہونا ضرور نہیں۔ اور یہ بحسب ظاہر ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جاوے۔ کہ یہ سزا مطلق نفاق کی علی اعتقادی میں خلود و عدم خلود کا فرق کیا جاوے۔ تو گنجائش ہے واللہ اعلم

Marfat.com

فرماتے ہیں کیا یہ لوگ میرے متعلق دہوکے میں پڑے ہوئے ہیں (اور یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے مواخذہ نہ کرونگا) یا میرے مقابلہ میں دلیری سے کام لیتے ہیں (اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ خدا ہمارا کیا کرسکتا ہے۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ یہ لوگ بداعمالی کی پرواہ نہیں کرتے۔ خیر کچھ بھی ہو۔ خواہ وہ دہوکے میں مبتلا ہوں۔ یا جری وبیباک) میں اپنی قسم کہاتا ہوں۔ کہ میں ان پر ایسا فتنہ بھیجونگا۔ کہ وہ انکے عقلاء کو متحیر کردیگا (اور انکو اس سے بچنے کی سبیل نہ معلوم ہوگی اور بالآخر وہ اسی فتنہ میں ہلاک ہوجاوینگے) اور مہلب بن ابی صفرہ رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہوں جسکی زبان اُسکے فعل سے بڑہی ہوئی ہو۔ (مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے اچھی باتیں بیان کرتا ہو اور اعمال اچھے نہ کرتا ہو) اور عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ حسن بصریؒ اس رتبہ کو جس رتبہ کو وہ پہنچے ہیں۔ کہ جب وہ لوگوں کو کسی بات کا حکم کرتے تھے تو سب سے پہلے وہ خود اُسکو کرتے تھے۔ اور جس بات سے وہ اُنکو منع کرتے تھے اُس سے خود اُن سے زیادہ دور (اور محترز) ہوتے تھے (یہ تو اُنکے تطابق قول وفعل کی حالت تھی) اور (تطابق ظاہر وباطن کی یہ حالت تھی کہ) اور لوگ کہتے تھے۔ کہ ہمنے کسی کو نہیں دیکھا جسکا ظاہر اُسکے باطن سے حسن بصری سے زیادہ ملتا جلتا ہو۔ اور معاویہ بن قرہؒ فرماتے تھے۔ کہ دل کا رونا (یعنی معصیت سے ندامت وپشیمانی) آنکھ کے رونے سے بہتر ہے۔ اور یحیی بن معاذؒ فرماتے تھے کہ دل ہانڈیاں ہیں۔ اور دلوں کی زبانیں اُنکی ڈوئیاں۔ (مطلب یہ ہے کہ جسطرح ہانڈی کا سالن ڈوئی کے ذریعہ سے نکالا جاتا ہے۔ یوں ہی دلکی بات زبان سے ظاہر کیجاتی ہے) پس جسطرح سالن کا اصلی مقر ہانڈی ہوتی ہے۔ یوں ہی عبودیت کا اصلی معدن قلب ہونا چاہئے یعنی) جسطرح تم منہ سے بندہ ہو یوں ہی دل سے بھی بندہ بنو (اور یہ نہونا چاہئے کہ زبان سے تو عبودیت وبندگی کا اقرار ہو۔ اور دل سے اُسکا انکار۔ بلکہ پہلے دل سے بندہ بنو۔ اوپھر زبان سے) اور مردان بن محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے جس کسی کی تعریف کی گئی۔ میں نے اُسکو اُس تعریف سے جو تعریف کرنے والوں نکی تھی کمتر پایا بجز وکیع کے کہ میں نے انکو اس سے بڑھکر پایا۔ اور عقبۃ بن عامر رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جب آدمی کا باطن اُسکے ظاہر کیموافق ہو۔ تو اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ کہ یہ واقعی میرا بندہ ہے اور ابوعبداللہ انطاکی فرماتے تھے۔ کہ سب اعمال میں افضل عمل مخفی گناہوں کا ترک ہے۔ کسی نے کہا۔ کہ یہ کیوں۔ آپنے فرمایا اسلئے کہ جب آدمی مخفی گناہوں کو چھوڑیگا۔ تو وہ ظاہر گناہوں کو تو بالاولی چھوڑیگا۔ پھر (فرمایا کہ) جسکا باطن اُسکے ظاہر سے افضل ہو۔ تو یہ تو اعلی درجہ ہے۔ اور جسکا ظاہر باطن دونوں مساوی ہوں۔ یہ تو اعتدال ہے اور جسکا ظاہر اُسکے باطن سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ ظلم ہے۔ اور یوسف بن اسباطؒ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالی نے اپنے

Marfat.com

ایک نبی کی طرف وحی پہنچی۔ کہ اپنی قوم سے کہدو۔ کہ اپنے اعمال کو (میری رضا کیلئے) مخفی رکھیں اور (طلب جاہ ومال کیلئے) لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں انکو اپر ظاہر کر دونگا (اور دنیا میں بھی ان سے جاہ ومال دلا دونگا) اور ایسا ہی مضمون اس سے بیشتر ایک خلق میں گذر چکا ہے۔ اور ابو عبدالرحمٰن زاہد اپنی مناجات میں فرمایا کرتے اے میری بدبختی کہ میں نے لوگوں کے ساتھ امانت کیسا معاملہ کیا اور اپنے پروردگار کی ساتھ خیانت کیسا۔ ای کاش میں اسکا الٹا معاملہ کرتا۔ اور یہ فرما کر رونے لگے۔ اور مالک بن دینار فرماتے تھے۔ کہ جو شخص لوگوں کو ایسی بات کا حکم کرے جس تک اسکا عامل نہیں ہوچکا (یعنی وہ خود اس پر عامل نہیں) تو وہ منافق ہے بجز اس صورت کے کہ کوئی از خود اس سے اسکا حکم دریافت کرے (ایسی حالت میں تبلانیکا مضائقہ نہیں۔) اور فرماتے تھے۔ دیکھنا یہ نہو کہ تو دن میں نیک ابو عبداللہ ہو۔ اور رات میں بد شیطان۔ (یعنی یہ کرنا چاہئے۔ کہ لوگوں کو اپنی نیکی کا یقین دلانیکے لئے انکے سامنے اچھی کام کرے۔ اور جب لوگ نہ دیکھتے ہوں۔ تو شیطانی افعال کا مرتکب ہو) اور ابراہیم تیمی کا یہ مقولہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ میں نے اپنے علم کو اپنے عمل پر پیش کیا تو میں نے اپنے نفس کو اپنی معلومات پر عامل نہ پایا۔ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ تم اپنے نیک کاموں کا بھی مخفی ذخیرہ کرو جسطرح تمہارے پاس برے کاموں کا مخفی ذخیرہ ہے۔ اور معاویہ بن قرہ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ ہے کوئی جو مجھے ایسا شخص تبلادے۔ جو رات کو روتا ہو۔ اور دنکو ہنستا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ کم ہیں۔ ابو مسلم خولانی فرماتے تھے کہ یہ مجھ پر خدا کا انعام ہے کہ میں نے تیس برس سے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے شرم آوے بجز اپنی بیوی کیساتھ صحبت کے۔ اور ابو عبداللہ سمرقندی رحمہ اللہ کی جب کوئی تعریف کرتا۔ تو آپ فر[illegible] کہ بخدا میری اور تمہاری حالت بالکل ایسی ہی جیسے اس لڑکی کی جسکی بکارت بدکاری سے [illegible] گھر والوں کو خبر نہو بس گھر والے شب زفاف کو خوش ہوں۔ اور اپنی رسوائی [illegible] نہیں ہے۔ اور ابو امامہ ارمی کی مسجد میں لوگوں کے سامنے رونیکو برا سمجھتے تھے۔ (کیونکہ اسمیں انکو ریا کا خطرہ ہوتا تھا۔) اور میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ اچھا ظاہر بدون اچھے باطن کے ایسا ہے جیسا پاخانہ جو باہر سے آراستہ وپیراستہ ہو اور اندر بدبو اور گندگی ہو۔ اور جو ایسے مال پر اترائے جو اسے حلال نہیں ہو۔ اسکا کسب اسکی تکذیب کریگا (بس یہی حالت۔ اس شخص کی سمجھو جو ان اعمال پر فخر کرتا ہے۔ جو اس نے نہیں کئے) او[illegible] یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اسکو مخض ربانی باتوں [illegible] کی [illegible] وہ صالحین کیساتھ انکے اعمال میں موافقت کرے۔ صالحین میں سے سمجھیں

Marfat.com

جو بلا اجازت اس شاہی دعوت میں شریک ہو۔ جو خواص سلطانی کیساتھ مخصوص ہے (کیونکہ صلحاء اللہ تعالیٰ کے مخصوصین میں سے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں خاص طور پر مدعو ہیں۔ اور یہ شخص ان میں سے نہیں ہے مگر تبکلف انمیں شامل ہو کر شریک دعوت ہونا چاہتا ہے) اور جو شخص عمل کو چھوڑ کر زبانی باتوں پر اکتفا کر لیگا۔ اللہ تعالیٰ اسکی سزا کیلئے اُسکو عطا سے معاوضہ نہ دینگے بلکہ صرف وعدہ سے معاوضہ دینگے۔ اور بلال بن سعدؒ فرماتے تھے کہ جب فقیر زہد کا ناحق دعویٰ کرتا ہے تو شیطان اسپر ہنستے ہوئے اور تمسخر کرتے ہوئے اسکے گرد ناچتا ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ آدمی کو خالص ایمان نصیب نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھتا ہے (اور یہ علم اسکے اندر راسخ نہو جاوے) اور (اس بناپر) وہ کوئی کام (علی الاعلان تو کجا خفیہ (بھی) ایسا نکرے۔ جس سے وہ قیامت کے روز رسوا ہو۔ اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر تم میرے ان افعال کو جان لو جو میں تمپر دروازہ بند کر کے (تنہائی میں) کرتا ہوں۔ تو تم میں سے کوئی میرے گرد نہ بیٹھے۔ میں کہتا ہوں کہ اُنکا یہ ارشاد از قبیل کسر نفسی و تہمت نفس ہے (نہ کہ بناپر واقعہ۔ خدا یہ دولت ہر مسلمان کو نصیب کرے) اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔ کہ اس زمانہ میں اہل علم پر ریا غالب ہے وہ لوگ لوگوں کے سامنے اپنا عابد ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ اور انکے دل آپس کے کھوٹ کینہ اور عداوت سے لبریز ہیں اور جب تمکو کسی اہل علم سے کوئی کام ہو۔ تو تم اُسکے پاس اُسکے ہم جنس عالم سے سفارش نہ کراؤ کیونکہ اس سے (وہ جل جائیگا اور) اسکا دل تم پر سخت ہو جاویگا۔ بلکہ کسی دولتمند سے سفارش کراؤ کیونکہ اس سے تمہارا کام خوب نکل آئیگا (بدیں وجہ کہ وہ شخص تقرب اغنیاء کا خواہاں ہے اسلئے وہ اس دولتمند کی سفارش کو اپنے تقرب کا ذریعہ سمجھ کر ضرور قبول کرے گا) انتہی اس خلق پر مزید گفتگو ہی کتاب کے دوسرے مقامات پر بھی آویگی (لہذا آپکو متنبہ رہنا چاہئے) اب (جبکہ تجھے بزرگان سلف کے اقوال معلوم ہو گئے تو) اے بھائی تو اپنے نفس کو ٹٹول (اور دیکھ) آیا تیرا باطن و ظاہر یکساں ہے یا نہیں۔ (اگر ہے۔ تو خدا کا شکر کر اور اگر نہیں اور غالباً نہیں ہوگا۔ تو انکو یکساں بنانیکی کوشش کر) اور (ہر حال) استغفار کی کثرت رکھ اور سمجھ لے کہ جو لوگوں کے سامنے اپنی حالت اپنے باطن کے خلاف ظاہر کریگا وہ (گونہ) منافق ہے (اور اسمیں نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ اسلئے وہ) منافقین کیساتھ محشور ہوگا اسکو خوب سمجھ لے والحمد للہ رب العلمین۔

عہ چونکہ یہ وعدہ حقیقۃً وعدہ نہو گا۔ بلکہ صرف صورۃً وعدہ ہوگا۔ جیسا کہ من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر میں فلیومن اور فلیکفر در بنا امر ہیں نہ کہ حقیقۃً اسلئے جواز و عدم جواز خلاف وعدہ سے اس قول کو کوئی تعلق نہیں فلیتنبہ ۱۲ منہ

(۷) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ کہ وہ حکام کے ظلم پر نہایت صبر کرتے ہیں اور اس بات کو پورے طور پر محسوس کرتے ہیں کہ وہ اس سزا سے کم ہے۔ جسکے وہ اپنے گناہوں کے سبب مستحق ہیں اور صالح مری فرماتے تھے کہ جب لوگوں کا باطن اور ظاہر یکساں نہو تو اُنکو چاہئیے کہ جس قسم کی بھی مصیبتیں و آفتیں اُنپر نازل ہوں انکو عجیب نہ سمجھیں (کیونکہ وہ بے وجہ نہیں ہیں کہ اُنپر تعجب ہو۔ بلکہ ان) بداعمالی انکا سبب ہے) اور عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے۔ کہ حجاج بن یوسف ثقفی خدا کی طرف سے ایک کہ آفت تھا جو کہ لوگوں کی غلط کاری کے موافق تھی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ جب تیرا کسی ظالم بادشاہ سے پالا پڑ جاوے اور اسکے سبب سے تو اپنے جامۂ دین کو پھاڑے (یعنی بد دینی میں مبتلا ہو جاوے تو اپنے لئے اور اسکے لئے کثرت استغفار سے اسمیں پیوند لگا (یعنی اسطرح اس نقصان کو پورا کر) اور محمد بن یوسف کے بھائی نے ان سے اپنے ملک کی حکام کے ظلم کی شکایت کرتے ہوئے۔ اُنکو ایک خط لکھا۔ تو محمد بن یوسفؒ نے انکو ان الفاظ میں جواب دیا ہے تمہارا خط ملا برادر من تمہارے علم سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ جس شخص نے گناہ کیا ہے انکو یہ حق نہیں ہے کہ وہ نوع سزا پر اعتراض کرے جس مصیبت میں تم مبتلا ہو۔ میں اسکو صرف گناہ کی شامت سمجھتا ہوں والسلام اور ہارون الرشید نے ایک شخص کو ناحق قید کر دیا۔ تو اُس نے اسکو اس مضمون کا رقعہ لکھا اے ہارون تو سمجھ لے۔ کہ میری قید اور میری تکلیف کا جو دن گذرتا ہے اسی کو مثل تیری عمر اور تیری عیش کا بھی ایک دن گذرتا ہے اور یہ بات نزدیک ہے (کچھ دور نہیں عنقریب میری مصیبت اور تیری عیش کا زمانہ ختم ہو جاویگا) اور اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے درمیان فیصلہ فرماویگا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہارون نے پڑھا تو فوراً اسے رہا کر دیا۔ اور اسکے ساتھ کچھ سلوک بھی کیا اور ایک دفعہ لوگ ابراہیم کے پاس بادشاہ کی طرف سے کچھ مال اس غرض سے لائے۔ کہ وہ ان فقرا کو تقسیم کر دیں جنکو وہ جانتے ہیں (کہ وہ حاجتمند ہیں) تو ابراہیمؒ نے وہ مال انہی کو واپس کر دیا اور یہ فرمایا۔ کہ جب خدائے تعالیٰ ظالم سے اس کے متعلق بازپرس کرینگے۔ جو اُن سے ظلماً حاصل کیا تھا تو وہ کہدیگا۔ کہ میں نے تو ابراہیم کو دیدیا تھا پھر وہ ظالم اسے مجھ سے واپس لیگا۔ (اسلئے میں اسکو قبول کرنے سے معذور ہوں، ہاں جس نے اسے اکٹھا کیا ہے وہی اسکی تقسیم کا زیادہ مستحق ہے۔ (لہذا اسے چاہئیے کہ وہ خود تقسیم کرے) اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے تھے توراۃ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہوں کے قلوب میرے قبضہ میں ہیں پس جو شخص میری اطاعت کریگا۔ میں انکو اسپر رحمت بنادونگا۔ اور جو شخص میری نافرمانی کریگا۔ میں انکو اسپر عقاب بنادونگا لہذا

Marfat.com

تمکو بادشاہوں کو برا کہنے میں مصروف نہ ہونا چاہیئے۔ اور اسکی طرف (توبہ و استغفار کے ساتھ) رجوع کرنا چاہیئے جو تمپر ان سے زیادہ مہربان ہے (یعنی میری طرف) اور عبد الملک بن مروان رحمہ اللہ اپنی رعیت سے فرماتے تھے۔ اے گروہ رعیت تم ہم سے انصاف کا برتاؤ کرو (تم سخت بے انصافی کرتے ہو اسلئے کہ تم ہم سے تو یہ چاہتے ہو کہ ہم تم سے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا سا برتاؤ کریں۔ اور خود ہم سے انکی رعایا کا سا برتاؤ نہیں کرتے۔ پس ہم خدا سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فریق کی دوسرے فریق کے مقابلہ میں اعانت کرے۔ (اور ہمکو عمل کی توفیق اور تمکو اطاعت کی) اور ابن السماک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تم اُن اعمال میں مبتلا ہو جنکو تمہارا پروردگار پسند نہیں کرتا۔ اور (اپنی معذرت کیلئے) یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مقدر کر دیا تھا اسلئے ہمارا کچھ قصور نہیں) تو تم اپنے حکام کو بھی معذور قرار دو کیونکہ جو ظلم وہ تمپر کرتے ہیں اسکو بھی اللہ تعالیٰ ہی نے ان پر مقرر کیا ہے کیونکہ ان میں سے ہر شخص دلی خواہش رکھتا ہے۔ کہ وہ تم میں سے کسی پر ظلم نہ کرے۔ مگر تمہاری اعمال ہی تمپر ظلم کرنیکا سبب ہو جاتے ہیں (کیونکہ جب تم بد اعمالی کرتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری سزا کیلئے انکو ظالم بنا دیتے ہیں اب اگر تقدیر الٰہی تمہارے لئے عذر ہے۔ تو حکام کے لئے بھی عذر ہے۔ اور اگر حکام کیلئے نہیں۔ اور تم بھی مانتے ہو کہ نہیں تو پھر تقدیر الٰہی تمہارے لئے بھی عذر نہیں ہو سکتا) اور جب کہ خلافت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ کو پہنچی (اور وہ بادشاہ ہوئے) تو وہ روئے اور اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو اختیار دیدیا کہ اگر وہ چاہیں تو بیویاں طلاق لیکر اور لونڈیاں بدون طلاق کے کیونکہ انکو طلاق کی ضرورت نہیں۔ دوسروں سے نکاح کر لیں) اور فرمایا کہ مجھے ایسا کام پیش آگیا ہے جس نے مجھے اپنے میں مشغول کر کے تم سے غافل کرا دیا۔ اور اب میں تمہاری خبرگیری کیلئے اسوقت تک فارغ نہیں ہو سکتا جبتک کہ لوگ قیامت کے روز حساب سے فارغ نہ ہو لیں یہ سنکر انکے گھر کے لوگ رونے لگے۔ یہانتک کہ انکے پڑوسیوں نے یہ سمجھا کہ انکے یہاں کوئی موت ہو گئی ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہمنے علماء کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ گھر میں بیٹھے رہنے کو فضل سمجھتے تھے اور آج وہ امراء وزراء اور ظالموں کے کارفرما ہو گئے ہیں اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے کسی نے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو کسی ہیشکاری کی خدمت انجام دیتا ہے اور جو وظیفہ انہوں نے اسکے لئے مقرر کر دیا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھتا (اور نہیں لیتا) تو عطاء نے فرمایا۔ کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اسکو یہ ملازمت چھوڑ دینی چاہیئے۔ کیا اُس نے موسیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔ رب بما انعمت علی فلن آکون ظہیرا للمجرمین اور وہب بن منبہ فرماتے تھے کہ جب بادشاہ ظلم کا قصد کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکے اہل مملکت میں کمی ڈالدیتے ہیں حتیٰ کہ بازاروں میں۔ روزیوں میں۔ کھیتوں

؎ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ عمر بن عبد العزیز کے قصہ کے بیان کرنیسے اس جگہ کیا مقصود ہے اسمیں غور کر لیا جاوے۔ ۱۲ مترجم

پھلوں میں اور تھنوں میں غرض ہر چیز کی ڈالدیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ حکام کے ظلم سے رعایا میں بھی کمی آجاتی ہے دیکھ
جہ کہ پیدائش کم ہوجاتی ہے اور موتیں زیادہ ہوجاتی ہیں اور بازاروں میں گرانی ہوجاتی ہے۔ اور پیداوار میں کمی آجاتی ہے۔
انوروں کے دودھ خشک ہوجاتے ہیں) اور ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا۔
حکام کے عطیہ لوگوں کے دین کی قیمت ہونگے (مطلب یہ ہو کہ حکام بد دین ہونگے۔ اور انکے ملازمین اور متقربین
اُن سے روپیہ لینگے انکو اُنکی خوشامد میں دین چھوڑنا پڑیگا) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص ظالم کے سامنے
س سے خوش ہوکر ہنسے یا (اسکی تعظیم کے سبب) اسلئے مجلس میں جگہ کھولے یا (بلا استحقاق) اُسکا عطیہ لے۔ اُس نے
سلام کے دستے توڑدے۔ اور وہ ظالموں کے مددگاروں میں لکھا جاویگا اور اسلام کے دستے توڑنے سے مراد یہاں
اعد سلف کی مخالفت ہے اور طاؤس اکثر اپنے گھر میں بیٹھے رہتے (اور بلا ضرورت باہر نہ نکلتے) ایک کسی نے اس بارہ
ان سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس طرز کو حکام کے ظلم رعایا کی خرابی اور سنت کے رخصت ہوجانیکے
سبب اختیار کیا ہے کیونکہ جو شخص اقامت حق کے بارہ میں اپنے بیٹے اور اپنے غلام میں فرق کرے وہ بھی ظالم ہے
سو دیکھ کہ اب نہ حکام میں دین رہا اور نہ رعایا میں اور اسلئے نہ وہ دین کی بات سننی گوارا کرتے ہیں اور نہ
ہر عمل ضروری سمجھتے ہیں اسلئے مجبوراً میں نے عزلت اختیار کی ہے اور میمون بن مہران فرماتے تھے کہ مجھے سب سے زیادہ
یارے عمر بن عبدالعزیز تھے اور (انکی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ) میں انکو مردہ دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بہ نسبت
سکے کہ میں انکو حاکم دیکھوں (اس سے تم موجودہ حکام کے نسبت میری خیال کا اندازہ کرسکتے ہو) اور مالک بن دینار رح
ماتے تھے کہ جب حاکم دبلے سے موٹا ہوجاوے۔ تو سمجھ لو کہ اُس نے اپنی رعیت کی بھی خیانت کی۔ اور اپنی
بھی۔ (کیونکہ موٹے ہونیکا سبب تنعم اور بےفکری ہے۔ اور یہ دونوں باتیں منشار رعیت [illegible]
ف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اسکو اسلئے حاکم نہیں بنایا کہ وہ تنعم اور بےفکر ہوجاوے بلکہ انہوں نے اسکو اسلئے
بنایا ہے۔ کہ وہ اُنکی خبرگیری کرے۔ اور ہر وقت اُنکی بہبودی کی فکر اسکو لاحق رہے۔ اور اسمیں وہ اپنے کو کھپاوے
ابوالعالیہ ایک روز ہارون الرشید کے پاس گئے۔ تو اسکو یہ نصیحت فرمائی۔ کہ مظلوم کی بددعا سے بچ کیونکہ اللہ تعالیٰ
رد نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ بدکار ہی کی جانب سے ہو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگرچہ وہ کافر ہی کی جانب سے ہو۔
پس اے مسلمان بھائی (تو بھی اپنے نفس اور اپنے جوارح کا حاکم ہے سو) اب تو اپنے دل میں سوچ کیا تو نے ان
حکومت میں اپنے رعیت یعنی (نفس) اور اعضا کا حق ادا کیا ہے۔ اسطرح پر کہ تو نے اُن سے رضا حق تعالیٰ میں
لیا ہو۔ اور اسکی نافرمانیوں سے انکو روکا ہو۔ یا تو نے اپنے نفس اور اپنے اعضا سے خیانت کی ہے (اس

Marfat.com

سوچنے کی ضرورت ہے) کیونکہ ہر نگہبان سے انکے زیر اثر اشیا کے بابت باز پرس ہوگی (خواہ حاکم عرفی ہو یا کوئی اور لے بھائی خبردار امرا کے پاس نہ جانا اگرچہ اسی قصد سے ہو۔ کہ تو انکو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریگا۔ کیونکہ انکے ساتھ یہ معاملہ تجھسے انجام کو نہ پہنچیگا (جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ایک تو انکی ہیبت تیرے لئے نصیحت سے مانع ہوگی دوسرے انکے نفس پرستی تیرے نصیحت کے ملنے سے مانع ہوگی تیسرے تیرے ساتھ بھی نفس لگا ہوا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ انکے تنعم اور تعیش کو دیکھکر تیرا نفس خود پھسل جاوے۔ اور تو بھی انکے رنگ میں رنگ جاوے) والحمد للہ رب العالمین

(۸) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کے قابل احترام اشیاء (احکام وغیرہ) کی تحقیر کی جاوے۔ تو انکو خدا کیلئے۔ اور شریعت مطہرہ کی نصرۃ کیلئے۔ جوش غیرت ہوتا ہے اور اس بنا پر وہ کوئی کام نہیں کرتے اور نہ کسی کی صحبت اختیار کرتے ہیں بجز اس صورت کے کہ وہ یہ جان لیں کہ اسمیں خدا کی رضا ہے۔ اور اس سے نہ وہ کسی سے دینوی غرض سے محبت رکھتے ہیں ور نہ عداوت اور (یہ انکے ایمان کے مضبوطی کی ایک بڑی دلیل کیونکہ) حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ خدا کیلئے محبت اور خدا کیلئے عداوت ایمان کے مضبوط دو ستونمیں سے ہیں سو اگر کوئی شخص تمام جن وانس کی عبادت کے برابر اپنے رب کی عبادت ثواب کی قصد سے کرے۔ اور وہ رضا خدا سے غافل ہو۔ تو وہ طریق صوفیہ سے خارج ہے (کیونکہ انکے نزدیک مقصود بالذات قصداً رضائے حق سبحانہ ہے۔ اور بالتبع اسکے انعامات سے فائدہ اٹھانا۔ اور شخص مذکور نے مقصود بالذات کو نظر انداز کر دیا۔ اور مقصود بالتبع کو مقصود بالذات بنا لیا۔ لہذا وہ اس طریق سے خارج ہے) اور حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کیا تمنے ہمارے لئے کام کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہاں اے میرے رب میں نے نمازیں پڑھیں۔ میں نے روزے رکھے۔ میں نے خیرات کی (یہ سب باتیں آپکے لئے کیں) اور انکے علاوہ اور باتوں کا بھی نام لیا۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ[۱] تو اپنے لئے کیں ہیں (انکا ذکر فضول ہے) ہاں (یہ تبلاؤ) کیا تم نے کبھی کسی دوست سے میرے لئے دوستی کی ہے۔ یا کسی دشمن سے میری وجہ سے دشمنی کی ہے۔ اسپر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا۔ کہ حب

[۱] اس مقام پر نماز روزہ وغیرہ کو اپنے لئے اور حب فی اللہ وبغض فی اللہ کو خدا کے لئے فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ دونو ایک لحاظ قصد خدا کے لئے ہیں۔ اور بلحاظ نتیجہ واثر بندہ کے لئے۔ سو وجہ اسکی یہ ہے کہ نماز روزہ وغیرہ فی الجملہ اپنا فائدہ بھی پیش نظر ہوتا ہے۔ گو وہ مقصود بالذات نہ ہو۔ برخلاف حب فی اللہ وبغض اللہ کے ان کا باعث محض محبت خدا ہوتی ہے۔ اور ان میں اجر وثواب اصلا پیش نظر نہیں ہوتا گو ان پر اجر جزیل مرتب ہوتا ہے۔ اسی بنا پر دونوں میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ فرق دو سمجھنے واضح ہوتا ہے۔ نہ کہ استدلال سے فراجع الی وجدانک تجدہ انشاء اللہ ۱۲ مترجم

اور بعض فی اللہ افضل اعمال میں سے ہیں۔ اور علی بن الحسین (امام زین العابدین) رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ جن دو آدمیوں کی صحبت طاعت خداوندی کیلئے نہیں ہوتی۔ انکا تفرق بھی خداوندی کیلئے نہیں ہوتا۔ (کیونکہ منشا تفرق انقضائے مقصد صحبت غیر طاعت الٰہی تھا تو اسکا انقضا بھی غیر طاعت ہوگا کما لایخفی اب شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمی کسی معصیت کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ اور اس حالت میں اُنکو توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اس بنا پر انمیں تفرق ہو جاتا ہے۔ پس یہاں صحبت تو طاعت کیلئے نہ تھی۔ مگر تفرق طاعت کیلئے ہوا اسکا جواب یہ ہے۔ کہ شبہ ہماری تقریر پر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہاں تفرق مراد ہے جو مقصد صحبت کے حاصل ہو جانیکے سبب سے ہو اور اعتراض میں وہ تفرق مذکور ہے۔ جو مقصد صحبت ہی توبہ کا نتیجہ ہے۔ فتدبر) اور یوسف بن اسباط رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جب تم حکام کے پاس جاؤ۔ تو خاص طور پر اُنکے لئے دعا نہ کرو کیونکہ انہوں نے خدا و رسول (کے قوانین کی خلاف ورزیاں کرکے ان) سے جنگ کر رکھی ہے۔ ہاں عام طور پر مسلمانوں کیلئے دعا کرو۔ اب اگر وہ انمیں داخل ہونگے۔ تو انکو بھی دعا لگ جائیگی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ جب کسی کیساتھ میل جول ہو۔ تو اس سے یہ نہ پوچھ کہ تجھے مجھ سے محبت ہے یا نہیں بلکہ (خود اپنے دل کو ٹٹول اور) دیکھ کہ تیرے دل و تیرے نفس میں اسکے لئے کیا ہے (آیا محبت ہے۔ یا کچھ اور) کیونکہ جو تیرے اندر ہوگا۔ وہ بالکل ویسا ہی ہوگا جو اُسکے اندر ہے (اب اگر تیرے اندر محبت ہے تو اُسکے اندر بھی محبت ہوگی۔ اور اگر اور کچھ ہے تو اُسکے اندر بھی اور کچھ ہوگا) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص کوئی برا کام کرے اور وہ شخص جو سمجھتا ہے۔ کہ وہ اسکا بھائی ہے۔ اُس سے ناخوش نہ ہو۔ تو سمجھنا چاہئے کہ اُسکی محبت خدا کیلئے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اُسکی محبت خدا کیلئے ہوتی۔ تو اسکو اسکی نافرمانی پر ضرور غصہ آتا۔ اور ابو [illegible] رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ قیامت میں ایک شخص خدائے تعالیٰ کے سامنے لایا جاویگا اور حق تعالیٰ [illegible] کہ کیا تو نے خاص میرے لئے (بلا اپنی کسی غرض کے) کبھی کسی دوست سے دوستی کی ہے [illegible] (اور وہ تجھے جنت میں لیجاوے) اھ پس (تمکو اس حدیث سے سبق لینا چاہئے اور) نیک لوگوں سے محبت کرنی چاہئے۔ اور اپنے کو اُنکے احسانات کا مستحق بنانا چاہئے کیونکہ (گو آج وہ تمہارے ساتھ کسی سلوک کرنے کے قابل نہیں ہیں مگر) قیامت میں انکا دور دورہ ہوگا اس وقت وہ تمکو معتدبہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں) اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ فاسق سے قطع تعلق موجب قرب خدا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انکا مطلب قطع تعلق قلبی ہے۔ رہا تعلق

قطع تعلق ظاہری اگر اصلاح حال فاسق میں موثر ہو۔ تو اس کا [illegible] نہیں کیونکہ مقصود ارشاد ہے اور ارشاد کبھی تقسیم سے ہوتا ہے اور کبھی تعزیر سے جہاں جو طریق مناسب سمجھا جاوے۔ اسی پر عمل کیا جاوے۔ اور کبھی قطع تعلق اپنے اور دوسروں کو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ پس قطع تعلق ظاہری کو مطلقاً نامناسب قرار دینا صحیح نہیں فتدبر واللہ اعلم ۱۲ مترجم

Marfat.com

ظاہری سو اسکا قطع کرنا مناسب ہے۔ تاکہ اسکی کجی کو سیدھا کیا جاسکے اور اسکو صفات فسق سے نفرت دلائی جاسکے کیونکہ فاسق ہر داعی الی اللہ کی گم شدہ چیز ہے (جسکو وہ دعوت الی اللہ کیلئے ڈھونڈھتا ہے۔ اور جب واقعہ یہ ہے۔ تو قطع تعلق ظاہری محض بے معنی ہے) پس اسکو خوب سمجھ لو واللہ اعلم اور سفیان ثوریؒ سے دریافت کیا گیا۔ کہ جب فاسق کے یہاں موت ہو جاوے۔ تو اسکی تعزیت کی جاوے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں (یہ اسوقت ہے جبکہ اسکو اسکے اصلاح حال میں موثر سمجھا جاوی۔ ورنہ فسق سے حقوق اسلام منقطع نہیں ہوتے) اور فضیل بن عیاض ابوبکرؓ و عمرؓ کا ذکر فرماتے اور روتے اور امیر معاویہؓ کی نسبت فرماتے کہ خدا انکو غریق رحمت فرماوے۔ اور فرماتے کہ وہ اکابر علماء دین سے تھے مگر (افسوس کہ) دنیا کی محبت میں پھنس گئے تھے۔ اھ میں کہتا ہوں کہ انکے حب دنیا کو اسپر محمول کرنا چاہئے۔ کہ وہ اسکو عمل آخرت کیلئے محبت فرماتے تھے جیسا کہ سلف صالح کا قاعدہ تھا۔ بلکہ وہ اولیاء اللہ سے زیادہ اسکے مستحق ہیں کہ انکا مقصود دنیا سے عمل آخرت ہو۔ کیونکہ وہ جلیل الشان صحابی تھے۔ واللہ اعلم اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ آدمی سے اللہ کے واسطے محبت کرتا ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کرنیکے وقت اس سے بغض نہ رکھے۔ تو وہ دعوے میں جھوٹا ہے کہ وہ اللہ کیلئے اس سے محبت کرتا ہے۔ اور محمد بن الحنفیہؒ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی دوزخی شخص کسی ایسی بھلائی کے سبب محبت کرے جو اس سے صادر ہوئی ہے تو خدا اسے اسکا اجر دیگا اور جو شخص کسی جنتی شخص سے کسی ایسے برائی کی سبب بغض رکھے جو اس سے صادر ہوئی ہے۔ تو اسکو بھی خدا اجر دیگا وجہ اسکی یہ ہے کہ آدمی اسکے معلوم کرنیکا مکلف نہیں ہے کہ کون دوزخی اور کون جنتی۔ کیونکہ اسکا علم صرف خدا کو ہے۔ وہ تو صرف بھلائی اور برائی کو دیکھ سکتا ہے اور اسی کے موافق اس سے معاملہ کرسکتا ہے سو یہ اس نے کرلیا۔ لہذا وہ اجر کا مستحق ہے۔ اب خواہ وہ صاحب خیر و صاحب شر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی وجہ سے دوزخ میں چلا جاوے یا جنت میں اور مالک دینار رحمہ اللہ کا قاعدہ تھا کہ جب کتا ان کے مقابلہ میں بیٹھ جاتا۔ تو اسے دھتکارتے نہ تھے اور فرماتے کہ وہ برے ہمنشیں سے اچھا ہے (کیونکہ اسکے برائی اسکی ذات تک محدود ہے۔ برخلاف برے ہمنشیں کے کہ اسکی برائی دوسرے ہمنشیں میں اثر کرتی ہے) اور فرماتے کہ آدمی کیلئے یہ برائی کافی ہے کہ وہ خود نیک نہو۔ اور نیکوں پر طعن کرے۔ اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے کہ آدمی کے قلب کیلئے نیکوں سے میل جول رکھنے۔ اور ان کے افعال کو دیکھنے سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں اور فساق سے میل جول رکھنے سے زیادہ اسکے لئے کوئی چیز مضر نہیں اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے کہ ولی اللہ زمین میں ایک خوشبودار گھاس ہے سو جب مرید اسکو سونگھتے ہیں اور اسکی بو انکے قلوب تک پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کے دیدار کے مشتاق ہو جاتے ہیں اھ اب اے میاں تم اپنی حالت میں غور کرو (اور سوچو

آیا خدا کیلئے تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔ اور اسی طرح خدا کیلئے تم نے کبھی کسی عداوت کی ہے۔ یا سب خواہش نفس ہی کے سبب سے محبت کرتے رہے اور نفس ہی کیلئے عداوت کرتے رہے۔ (یہ سوچو) اور اپنے اُپر رو وا اور رات دن بکثرت استغفار کرتے رہو والحمد للہ رب العلمین۔ (۹) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ کہ وہ کم ہنستے ہیں اور دنیا کی کسی چیز سے خوش نہیں ہوتے۔ بلکہ دنیا کا جو ساز و سامان بھی ان کو حاصل ہوتا ہے۔ خواہ کپڑے ہوں۔ یا سواریاں یا بیویاں یا مناصب وہ اہل دنیا کے طرز کے خلاف اُس سے منقبض ہوتی ہیں بدیں اندیشہ کہ شاید وہ آخرت کی وہ نعمت ہو۔ جو انکو (انکے اعمال کے معاوضہ میں) دنیا ہی میں دیدی گئی ہے اور اسلئے وہ اسکے سبب آخرت کی نعمت سے محروم ہو جاویں) اور (قطع نظر اس سے دنیا میں خوشی کا کوئی موقع بھی نہیں کیونکہ مومنین قید خانہ دنیا میں محبوس ہو کر دیدار خداوندی سے محروم ہیں اور وہ شخص کیسے خوش ہو سکتا ہے۔ جو قید خانہ میں محبوس ہو کر دیدار خداوندی سے محروم ہو پس جسطرح وہ شخص مغموم اور مکدر ہوتا ہے جسکو گھر جانے اور گھر کے لوگوں سے ملنے سے روکدیا گیا ہو۔ لیکن نہیں اہل اللہ کو بھی اپنی درازی عمر اور دنیا میں محبوس ہو کر دیدار خداوندی سے محروم ہونیکا غم ہوتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا جنکا مجھے ہے۔ تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اور تمہیں عورتوں کے ساتھ بستروں پر مزہ نہ آتا۔ اور تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے رستوں پر نکل کھڑے ہوتے (اور جس کا جدھر منہ اُٹھتا گھبراہٹ سے اسی طرف چلدیتا) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ہنسنے والے پر تعجب آتا ہے (کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہے) حالانکہ اسکے ساتھ موت بھی ہے۔ اور حسن بصریؒ کی یہ حالت تھی کہ اُنکو جو کوئی دیکھتا۔ یہی سمجھتا۔ کہ ان پر کوئی تازہ مصیبت پڑی ہے (کیونکہ) وہ نہایت غمگین اور خائف رہتے تھے۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔ کہ بہت سے ہنسنے والے ایسے ہیں جو بیوی کے یہاں سے دہل کر آگئے ہیں۔ (یعنے اُنکی موت نہایت قریب آگئی ہے۔ مگر وہ [illegible] نہیں سمجھتے کہ وہ دنیا میں کوئی دم کے مہمان ہیں) اور ابن مرزوق رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اسکا دعوی کرے۔ کہ گناہوں کا رنج و غم ہے۔ اور وہ (اسی دعوے کے باوجود) شہد اور گھی سے روٹی کھاوے۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ (کیونکہ مغموم کو تلذذ اور تنعم سے کیا نسبت) اور امام اوزاعی لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصٰھا کی تفسیر یہ فرماتے تھے۔ کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے۔ اور کبیرہ سے مراد قہقہہ میں کہتا ہوں کہ شاید تبسم سے انکی مراد ہنسی اور قہقہہ سے زور کی ہنسی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ امام اوزاعیؒ کا مقصود نہ آیت کی تفسیر ہے۔ اور نہ صغیرہ وکبیرہ سے مراد گناہ صغیرہ وکبیرہ بالمعنی المعروف ہے بلکہ یہ مضمون اعتبار کے طور پر ہے۔ اور مقصود یہ ہے۔ کہ ہم ایسے گناہگار ہیں کہ قہقہہ تو درکنار تبسم بھی زیبا نہیں۔ [illegible] واللہ اعلم

سے ہنسی ہو۔ جو مجلس میں ہنسی جاوے۔ اور مسکرانا مراد نہو۔ کیونکہ مسکرانا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت بھی (اور اسلئے اسکو گناہ صغیرہ نہیں کہا جا سکتا) اور ثابت بنانی رح فرماتے تھے۔ کہ مومن جب کبھی ہنستا ہے اسکا منشا موت سے غفلت ہوتا ہے۔ (ورنہ اگر موت اسکے پیش نظر ہو۔ تو اُسے ہنسی آ نہیں سکتی) اور عامر بن قیس فرماتے تھے۔ کہ جو دنیا میں زیادہ ہنسے گا۔ دوزخ میں زیادہ روئیگا (کیونکہ ہنسی دلیل غفلت ہے۔ اور جتنی آخرت سے غفلت ہوگی۔ اور اتنا ہی اُسے دوزخ میں اسی غفلت پر افسوس ہوگا اور اتنا ہی وہ روئے گا) اور عمر بن عبد العزیز چالیس برس تک نہیں ہنسے حتیٰ کہ اسی حالت میں اُنکا انتقال ہوگیا اور یہی حالت غزاوان و قاشی کی تھی اور انس بن مالک رض فرماتے تھے کہ مجلس میں ہر بہت ہنسنے والے کیساتھ ایک شیطان ہوتا ہے (جو اُسکو آخرت سے غافل کرکے ہنسی پر امادہ کرتا ہے) اور ایک روز معاذہ عدویہ کا گذر کچھ ایسے جوانوں پر ہوا جو صوف کا لباس پہنے اور ہنس رہے تھے تو آپنے فرمایا عجیب بات ہے لباس تو صلحاء کا ہے اور ہنسی اہل غفلت کی۔ اور وہیب ابو رد فرماتے تھے کہ اسراف سے خالی ہنسی وہ ہے جس سے صرف دانت کھل جائیں اور آواز نہ سنائی دے اور اسراف سے خالی لباس وہ ہے جس سے ستر چھپ جاوے اور گرمی سردی سے بچاؤ ہو جائے۔ اور اسراف سے خالی کھانا وہ ہے جس سے بھوک رک جاوے اور پیٹ نہ بھرے اور عون بن ابی زید رح فرماتے تھے کہ مجھے پچاس برس تک عطا سلمی کی صحبت رہی سو (اتنے عرصہ میں) میں نے کبھی انہیں ہنستے نہ دیکھا۔ اور عبد العزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ فرماتے تھے جب صحابہ میں خوش مزاجی نمودار ہوئی تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ (یعنی کیا مسلمانوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد سے اُنکے دل ڈر جاویں) یہ سنکر اُنہوں نے خوش طبعی ترک کر دی اور وہ ڈر گئے آہ اور اس باب میں اور بھی بہت آثار ہیں جو کتب رقائق میں مندرج ہو کر مشہور ہو چکے ہیں (اسلئے ہم اس جگہ اسی قدر پر کفایت کرتے ہیں) اور (ماحصل سب کا یہ ہے کہ) اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں موجب امتیاز صرف دو باتیں ہیں آخرت کی طرف توجہ اور دوسرے اُسکے واقعات کیلئے تیاری۔ (پس جسمیں جسقدر یہ دونوں باتیں ہونگی اُسکا شمار اہل اللہ میں ہوگا اور جسمیں جسقدر یہ باتیں نہ ہونگی۔ اُسی قدر اسکا شمار اہل اللہ میں نہوگا) اب اے بھائی تو اپنے نفس میں اور اُس سہو و غفلت میں غور کر جو موجبات تقرب الی اللہ کے متعلق تیرے اندر ہے بکثرت استغفار کیا کر والحمد للہ رب العلمین (۱۰) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب انکو اپنے امور میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جو خدا کو ان سے ناخوش کرنیوالے ہیں۔ تو وہ موت کی آرزو

Marfat.com

اور یہ اندیشہ اُنکو ان علامات سے پیدا ہوتا ہے۔ جو انکے نفس سے ظاہر ہوتی ہیں اور جو کہ بمنزلہ مقدمات معاصی کے
ہوتی ہیں (اور ما نیز وہ اسلئے اعتماد کرتے ہیں کہ وہ قرائن صدور گناہ ہوتے ہیں) اور بہت سے مواقع پر (جن میں
یہ موقع بھی ہے) قرائن دلائل میں شمار ہوتے ہیں۔ عابس غفاریؓ طاعون کے زمانہ میں فرماتے تھے اے طاعون مجھے
لیلے اور ایسا بار بار فرماتے تھے اسپر اُن سے اُنکے ایک چچا زاد بھائی نے کہا کہ اے عابس میں نے جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کوئی شخص تم میں موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اس سے اسکے متعلقین
جدا ہوجاتے ہیں (اور اس جدائی سے اُنکو تکلیف ہوتی ہے۔ پس آدمی کو اپنے اختیار سے کوئی ایسا فعل نہ کرنا چاہئے
جس سے دوسروں کو خاص کر عزیزوں کو تکلیف ہو جبکہ وہ شرعاً مامور بہ نہ ہو) تو پھر آپ (خلاف حکم نبوی) ایسا
کیوں کرتے ہیں اسپر عابسؓ نے فرمایا کہ میں نے بھی ایسا سنا ہے۔ مگر (میں) سوجہ سے ایسا کرتا ہوں کہ مجھے چھ باتوں
کا خوف ہے۔ جسکے متعلق میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ وہ انکا اپنی امت پر خوف
رکھتے تھے۔ ایک احمقوں کی حکومت۔ دوسرے کثرت شرط۔ تیسرے بیع الحکم۔ چوتھے قطع رحم پانچویں قتل کو ہلکی
بات سمجھنا۔ چھٹے وہ رند جو قرآن کو راگ بنائیں گے یعنی (نماز میں) ایسے لوگوں کو آگے کرینگے جو نہ دینی سمجھ
سے صاف بیان (اور اچھا پڑھنے والے) نہیں ہیں (تاکہ وہ آگے ہونیکے مستحق ہوں) بلکہ وہ انکو اسلئے مقدم
کرینگے۔ کہ وہ انکو گانا سنادیں اھ یوں ہی ابو بکرہؓ بھی موت کی آرزو کرتے تھے سو ان سے بھی اس بارہ میں
گفتگو کی گئی۔ (اور ان سے بھی پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں) تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ایسے زمانہ کا
اندیشہ ہے جسمیں نہ امر بالمعروف ہو اور نہ نہی عن المنکر (لہذا میں چاہتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے ایسا زمانہ [illegible]
اور ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ اس زمانہ میں موت علما کو کند [illegible]
ہوگی اور نوبت یہاں تک پہونچے گی کہ ایک شخص اپنے بھائی کی قبر پر آویگا اور کہیگا کاش [illegible]
اور یحیی بن معاذ رح فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے وہ موت کی تمنا نہیں کرتا کیونکہ زندگی کا
یہی فائدہ ہے کہ وہ جسقدر زیادہ زندہ رہیگا اتنی ہی زیادہ اطاعت کریگا اور اطاعت میں اسکو اسقدر لذت
آتی ہے کہ وہ اسکے ثمرات پر نظر نہیں کرتا بلکہ وہ اطاعت ہی کو عین ثمرہ جانتا ہے وللناس فی ما یعشقون
مذاھب) اور عمر بن عبد العزیزؒ جب کسی اچھے شخص کو دیکھتے تو فرماتے کہ میرے لئے موت کی دعا کیجئے (کیونکہ
مجھے اندیشہ ہے کہ زندہ رہکر میں کسی بلا میں مبتلا نہ ہوجاؤں) اور ابو الدرداء رح فرماتے تھے کہ خواہ کوئی مومن ہو
یا کافر موت ہر ایک کے لئے بہتر ہے (لقائے آخرت کی نسبت) فرماتے ہیں وما عند اللہ خیر للابرار

(یعنی خدا کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ نیک لوگوں کے کیلئے بہتر ہیں) اور (کافر کیلئے اسلئے کہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم انکو اسلئے مہلت دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کریں اور انکے لئے آخرت میں رسوا کرنیوالا عذاب ہے (اس بنا پر انکا جلدی مر جانا قلت گناہ کا سبب ہے اور قلت گناہ قلت عذاب کا سبب ہے تو موت اسکے لئے بھی بہتر ہوئی) اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمیں ہمارے مشائخ موت کی آرزو کرتے تو میں ان سے تعجب کرتا تھا (کہ یہ کیوں ایسی آرزو کرتے ہیں) اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں جو موت کو پسند نہیں کرتے (غرض کہ اس زمانہ میں اور سابق زمانہ میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا ہے وہ زمانہ تو ایسا تھا جسمیں حیات موت سے بہتر تھی۔ اور جو زمانہ اب ہے وہ ایسا ہے کہ اسمیں موت حیات سے بہتر ہے) اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ دنیا کا صاف اور ستھرا زمانہ رخصت ہو گیا اور گدلا دُرا زمانہ رہ گیا۔ لہذا آجکل ہر مسلمان کیلئے موت مثل تحفہ کے مرغوب ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ مجھپر موت کی سختی میں تخفیف کیجائے کیونکہ وہ آخری شے ہے جسپر مومن کو اجر ملتا ہے (اور اسکے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش آنیوالا نہیں ہے جسپر اجر دیا جاوے۔ اسوقت جسقدر بھی اجر مل جاوے غنیمت ہے) اور ابو الدرداء فرماتے تھے کہ کسی بھائی نے کبھی کوئی ہدیہ مجھے ایسا نہیں بھیجا جو ہدیہ سلام سے زیادہ مجھے پسند ہو (بلکہ ہدیہ سلام مجھے ہر ہدیہ سے زیادہ پسند ہے) اور کسی بھائی کے متعلق مجھے کوئی ایسی خبر نہیں پہنچی۔ جو مجھے اسکی موت کی خبر سے زیادہ پسند ہو (بلکہ اسکی موت کی خبر اسکی تمام خبروں سے زیادہ پسندیدہ ہی) اور عطار سلمی رح موت کی آرزو فرما رہے تھے اسپر ان سے عطار ارزق نے کہا کہ آپ ایسی آرزو کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ یہاں حیات تو وہ چاہیے جسکی نیکی روز افزوں ہو۔ رہے ہمسے اور تمسے لوگ وہ حیات سے کس بہبودی کی توقع رکھتے ہیں (کہ وہ حیات کے متمنی ہوں) اور ابو عتبہ خولانی فرماتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ وہ لقاء حق سبحانہ کو شہد سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے اور انکو تنگدستی دنیا کا بالکل اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ انکو خدا کی رزاقی پر پورا اعتماد تھا اور موت انکو اس سے زیادہ پیاری تھی جسقدر تم میں سے کسی کو صحت پیاری ہے اور عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے۔ کہ میں نے سہل تستری سے دریافت کیا کہ کیا آپ اسکو پسند کرتے ہیں۔ کہ کل ہی مر جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ) ابھی (مر جاؤں) اور سفیان ثوریؒ رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ ہمنے وہ زمانہ دیکھا ہے کہ لوگ امراض و مصائب سے اس خیال سے ڈرتے تھے۔ کہ مبادا ایسا نہیں کہ ہمکو حکم الہی برا معلوم ہو پس وہ ان سے مرض و مصیبت ہونیکے سبب نہ ڈرتے تھے۔ بلکہ اس بری بات سے ڈرتے تھے۔ جو احتمال

انمیں ہوتی تھی۔ اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ (حُب دنیا کے سبب خود مرض اور مصیبت مبغوض ہوگئے ہیں اور خود میری یہ حالت ہے۔ کہ) اگر میں کسی بلا میں پھنس جاؤں تو مجھے معلوم نہیں۔ کہ میری کیا حالت ہو شاید میں (شدت بغض قضائے الٰہی سے) کافر ہو جاؤں۔ اور مجھے اسکا احساس بھی نہو کہ یہ کفر ہے) اور مجھے روایت پہنچی ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا۔ کہ بیٹا میں نے بھاری پتھر بھی اُٹھائے اور لوہا بھی اُٹھایا۔ مگر میں نے قرض سے زیادہ بھاری کسی کو نہیں دیکھا۔ اور میں نے عمدہ غذا بھی کھائیں اور حسینوں سے بھی ہم آغوش ہوا مگر عافیہ سے زیادہ مزہ دار کسی کو نہیں پایا۔ اور میں نے ہر قسم کی تلخیاں چکھیں۔ مگر لوگونکے پاس اپنی ضرورت لیجانے سے زیادہ کسی کو تلخ نہیں پایا۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ اہل مصیبت کی حالت پر رو و۔ اگرچہ انکا گناہ تمہارے گناہ سے بڑا ہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تمکو بھی تمہارے گناہوں پر اتنی ہی سزا دیجاوے جتنی کہ انکو دی گئی یا ان سے بھی زیادہ سزا دی جاوے (ایک تو تمہارے جرم کیوجہ سے دوسرے تحقیر اہل ابتلا کے سبب) اور بسا اوقات وہ قیدیوں کے پاس کھانا اور روپیہ جو انکے پاس ہوتے بھیجتے اور فرماتے۔ کہ یہ لوگ مسکین ہیں اور سلوک کے مستحق ہیں اور سہل بن سعد تستری فرماتے تھے۔ کہ بُری چیز جس سے آدمی کا امتحان ہوتا ہے۔ وہ اعمال دنیا و آخرت سے فارغ البالی ہے۔ مگر اس بات کو کہ یہ ایک امتحان ہے بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں (ورنہ اکثر لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ بڑی نعمت ہے کہ کسی قسم کی فکر نہیں۔ اور نہایت بے فکری سے زندگی بسر ہوتی ہے) اور مسلم بن قتیبہ فرماتے کہ آدمیوں کی تکلیف پر صبر بڑی جوانمردی کی بات ہے اور (فرماتے تھے۔ کہ) ہمنے اگلے لوگوں کو دیکھا کہ وہ حکومت کو سخت مصیبت سمجھتے تھے۔ اور آج ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسکو ڈھونڈتے ہیں۔ لوگونکی یہ حالت تھی۔ کہ جب انکا کوئی دوست برسر حکومت ہو جاتا۔ تو یہ دعا کرتے کہ الٰہی اس کو بھی دے۔ اور یہ حالت کردے۔ کہ وہ ہمیں پہچانے اور نہ ہم اسے اور یحییٰ بن الحسین فرماتے تھے۔ کہ جو شخص دنیا میں سلامتی چاہے۔ اسکو چاہیئے۔ کہ لوگونکی ملامت برداشت کرے۔ (ورنہ لوگوں کی تعظیم و تکریم کے سبب دین کے برباد ہونیکا اندیشہ ہے) اور فرماتے تھے۔ کہ بلا عافیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر فرعون کو بھی کوئی مرض لاحق ہوتا ہے تو جو مکروہ کلمہ اُس نے کہا ہے۔ یعنی انا ربکم الاعلیٰ وہ ہرگز نہ کہتا (یہ مصیبت عافیت ہی کے سبب ہے) اور میں نے اپنے سردار علی خواص سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ بڑی مصیبت ہے کہ آدمی اپنے علم و عمل میں دکھاوا برتے۔ مگر اسکو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ (ورنہ اکثر لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں)

Marfat.com

پس سے خوب سمجھ لے اور اے بھائی تو اپنے دل کو خوب ٹٹول لے (اور جسقدر ریا وغیرہ کا حصہ اسمیں سمجھے اسے نکال ڈال) اور خبردار تو ایسا نہ کہنا جیساکہ بعض محبین نے ابتلا کیوقت کہا تھا کہ اے اللہ اگر اسمیں آپ کی رضا ہے تو اس مصیبت کو اور بڑھا ئے۔ کیونکہ مصیبت کے برداشت کرنیوالے مرد صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ (اور دوسروں کی حالت ہرگز قابل اطمینان نہیں ہے لہذا بہت ممکن ہے۔ کہ وہ زیادہ مصیبت سے گھبرا جاویں اور شکایت و بے صبری میں مبتلا ہو جاویں) اور امام شافعیؒ مرض بواسیر میں مبتلا تھے اور رات دن مسوں سے خون ٹپکتا تھا۔ حتی کہ وہ درس حدیث کیلئے بیٹھتے تھے۔ تو طشت آپکے نیچے ہوتا تھا جسمیں خون ٹپکتا رہتا تھا۔ ایک روز آپنے فرمایا۔ کہ اے اللہ اگر اسمیں آپکی رضامندی ہے تو میرے اس میں ترقی فرمائے اسکو شیخ الاسلام مسلم بن خالد زنجی نے سنا تو آپنے انہیں ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ بس کرو (ایسی دعا نہ مانگو بلکہ اللہ تعالی سے عافیت کی درخواست کرو۔ کیونکہ ہم اور تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو مصائب کے متحمل ہیں۔ اور ابوبکر صدیقؓ اپنے خطبہ میں فرماتے تھے۔ کہ لوگو اللہ سے عفو اور عافیت کی درخواست کرو۔ کیونکہ مومن کو اسلام کے بعد جو سب سے بڑی دولت ملتی ہے۔ وہ عفو اور عافیت ہے اسوقت ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور آئندہ اسی بابت میں متفرق طور پر اس خلق پر مبسوط گفتگو ہوگی۔ (تمکو خیال رکھنا چاہئے) و الحمد للہ رب العالمین۔

(۱۱) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ حضرات اپنی ابتدائے حالت میں اور (منازل سلوک طے کرنیکے بعد) انتہائی حالتمیں دونوں حالتوںمیں خدا سے بیحد ڈرتے رہتے ہیں۔ مگر دونوں حالتوں میں فرق یہ ہے۔ کہ ابتدا حالت میں تو گناہوں اور عذاب کی وجہ سے ڈرتے ہیں۔ اور انتہائی حالت میں عظمت و جلال خداوندی کی وجہ سے خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انکو عظمت و جلال خداوندی کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اسکے مقابلہ میں اپنی طاعات کو ہیچ اور اپنے کو سراپا تقصیر دار سمجھتے ہیں اور اس سبب سے ڈرتے ہیں) اور دونوں حالتوں میں خوف کا لازم ضروری اپنی تقصیرات پر ندامت ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے صفیہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور اے فاطمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تم خود اپنے کو آگ چھڑاؤ۔ کیونکہ خدا کے مقابلہ میں میں تمھارے کسی کام نہیں آسکتا (اور معاذ اللہ کسی صورت میں بھی) میں تمہیں نہیں چھڑا سکتا۔ یہ امر آخر ہے۔ کہ حق سبحانہ میری خاطر سے خود تمھاری گناہ معاف کردیں۔ مگر یہ کوئی لازمی امر نہیں ہے اسلئے اسپر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور خود اعمال صالحہ کرنے چاہئیں

حدیث شریف میں ہے۔ کہ نیکی بُرائی (ہو کر فنا) نہو گی اور گناہ بھلایا نہ جاوے گا۔ اور جزا دینوالا خدا فنا نہو گا۔ (اسلئے نیکی اور بدی دونو کا معاوضہ ضرور ملیگا) اب جیسے چاہو۔ ویسے ہو جاؤ (خواہ نیک خواہ بد) جیسا کروگے ویسا ہی بدلہ ملیگا۔ (اچھا کروگے اچھا بدلہ ملیگا بُرا کروگے بُرا ملیگا) اور ابو سعید خدری فرماتے تھے کہ چار چیزیں ہیں جب آدمی ان میں زیادتی کرتا ہے۔ تو وہ اسے غارت کر دیتی ہیں اور مخبوط الحواس بنا دیتی ہیں۔ جماع کی کثرت شکار۔ جوا۔ اور گناہ ابو تراب نخشی رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جب آدمی گناہوں کے ترک کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ کی مدد اسے ہر طرف سے ملتی ہے۔ (اور وہ ترک گناہ پر اسکی پوری مدد فرماتے ہیں) اور دل سیاہ ہو جانیکی تین نشانیاں ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ سے گھبراہٹ نہو دوسری یہ کہ اطاعت کی دل میں جگہ نہو۔ تیسری یہ کہ نصیحت دل میں گھر نہ کرے اور ابو محمد مروزی رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ ابلیس پانچ خصلتوں کے سبب بدبخت ہوا۔ کیونکہ ایک تو اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا۔ دوسرے وہ اسپر نادم نہ ہوا۔ تیسرے اُس نے اپنے اوپر ملامت نہ کی۔ چوتھے اُس نے توبہ کی طرف مبادرت نہ کی۔ پانچویں ....

خدا کی رحمت سے نا امید ہو گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اسکے برعکس حضرت آدم علیہ السلام کی حالت ہے کیونکہ وہ پانچ خصلتوں کے سبب نیک بخت ہوئے۔ اول انہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ دوسرے وہ اسپر پشیمان ہوئے تیسرے انہوں نے اسپر اپنے نفس کو ملامت کی۔ چوتھے انہوں نے جلدی سے توبہ کر لی پانچویں وہ خدا کی رحمت سے نا امید نہیں ہوئے۔ اور حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ جب تم سے خدا کی نافرمانی ہو جائے تو فوراً توبہ کر لو۔ اور اس گناہ پر نادم ہو۔ اور آدمیوں سے معذرت نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا اُن سے معذرت کرنا اصل گناہ سے بڑا جرم ہے۔ (کیونکہ یہ شرک خفی ہے۔ ہاں اگر گناہ حقوق العباد میں سے ہو۔ تو انسے معذرت ضروری ہے) اور ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ خدا کی اطاعت کرکے دوزخ میں جانا (اگر ہو) مجھے زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ میں اسکی نافرمانی کرتے جنت میں جاؤں (بشرطیکہ یہ بھی ممکن ہو) حاصل یہ کہ اگر بفرض محال طاعت کا نتیجہ دوزخ ہو۔ اور معصیت کا نتیجہ جنت۔ تو اس حالت میں بھی طاعت پسند ہے پھر جبکہ ایسا نہیں بلکہ طاعت کا نتیجہ جنت اور معصیت کا نتیجہ دوزخ ہے تو میں طاعت کو کیسے ناپسند کرونگا) اور اوزاعیؒ جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی رشتہ دار کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھتے۔ تو اس سے فرماتے۔ کہ تم لوگ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور انکی ارشاد کی مخالفت کی حالت میں ان کے رشتہ داری کے دھوکے میں نہ آنا۔ کیونکہ آپنے خاص اپنی صلبی بیٹی فاطمہ رضی اللہ

عنہما سے فرمایا تھا کہ تو خود اپنے عمل سے اپنے کو آگ سے چھڑا۔ کیونکہ خدا کے مقابلہ میں میں تیرے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے۔ کیا گناہگار کیلئے ابھی توبہ کا وقت نہیں آیا۔ (ضرور آچکا ہے) کیونکہ اسکا گناہ درج رجسٹر ہے۔ اور کل قبر میں وہ (اسکی بدولت) بےچین ہوگا۔ اور اسکے سبب اسکو دوزخ کیطرف کھینچ کر لیجایا جاویگا۔ اور عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ عاقل کو زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے محب کو تکلیف دے اسیران سے کہا گیا۔ کہ اسکا کیا مطلب ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ مطلب یہ ہے کہ آدمی خدا کی مخالفت کرکے اپنے محبوب نفس کو تکلیف دے (یہ نامناسب ہے) اور جعفر بن محمدؒ فرماتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ جسکو معصیت کی ذلت سے نکالتا ہے۔ اسکو بلامال کے غنی کر دیتا ہے (یعنی اسکے قلب میں استغنار کی صفت پیدا کر دیتا ہے) اور بلا کنبہ قبیلہ کے اسکو عزت و غلبہ دیتا ہے۔ اور اپنے میں مشغول کرکے بلا آدمیوں کے اسکا دل بہلاتا ہے۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کمی گناہ کیساتھ کمی عمل صالح خدا کو زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت کثرت عمل کے مع کثرت گناہ کے۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے تھے۔ کہ بہ قدر گناہ سے پاک صاف ہونیکے قلوب کیلئے واپسی سابقہ ہوتی ہے (یعنی جسقدر آدمی گناہوں کو چھوڑتا ہے۔ اسی قدر قلب کی ظلمت ڈھلتی۔ اور نورانیت سابقہ واپس آتی ہے) اور حسن بصریؒ فرماتے تھے۔ کہ آدمی کے گناہوں میں غرق ہونے کی شناخت یہ ہے کہ اگر دل دن کو روزہ رکھنے اور رات کو تہجد پڑھنے کیلئے نہ کھلیگا۔ اور محمد بن واسعؒ اپنے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو سراسر گناہوں میں غرق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کسی کو میرے گناہوں کی ہوا بھی لگ جاوے۔ تو وہ میرے پاس بیٹھ نہ سکے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بیچارے قاتلین حسینؓ اگرچہ فضل خداوندی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاویں۔ (مگر انکے لئے ایک بڑی بھاری مصیبت یہ ہے کہ) انکو اسکی کسطرح ہمت ہوگی کہ وہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کے قاتل ہوکر انکے پاس کو گذریں۔ بخدا اگر قتل میں میرا کچھ بھی دخل ہوتا اور اس حالت میں مجھے دوزخ اور جنت کے درمیان اختیار دیا جاتا (اور کہا جاتا تیرا جی چاہے جنت میں جا۔ اور تیرا جی چاہے دوزخ میں جا) تو میں اس خیال سے کہ مبادا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنت میں مجھے۔ نگاہ قہر سے دیکھیں۔ جس سے آپکو بھی تکلیف ہو۔ اور مجھے بھی۔ دوزخ کو اختیار کرتا اور ہرگز جنت میں نہ جاتا (اس سے تم اندازہ کرلو۔ کہ جب انکو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کا اتنا خوف تھا۔ تو خدا کا خوف انکو کس درجہ ہوگا) اور ابن السماک رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ اگر ہمارا طاعت خداوندی میں ان فائدوں کے سوا اور کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ کہ طاعت گذار کے منہ پر نور اور رونق ہو

لوگوں کے دلوں میں اسکی محبت ہوتی ہے اسکے اعضا میں قوت ہوتی ہے۔ اُسکو اپنے نفس پر حدود و قصاص و تعزیر کا خطرہ نہیں ہوتا اور لوگوں کے مقابلہ میں اسکی شہادت جائز رکھی جاتی ہے۔ تو یہ باتیں گناہوں کے چھوڑنیکے لیے کافی نہیں۔ (پھر جب کہ انمیں اُنکے علاوہ بے شمار ایسے فوائد ہیں جسکے مقابلہ میں یہ فوائد کوئی حقیقت نہیں رکھتے تو آپ اندازہ کرلو کہ گناہوں کا چھوڑنا کس قدر ضروری ہے) علیٰ ہذا اگر گناہ میں اور کوئی خرابی نہ ہوتی بجز اسکے کہ اس سے چہرہ میں بد رونقی اور دل میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ گار کا ذکر لعنت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسکی شہادت نامقبول ہوتی ہے۔ اور اُسکو اپنے نفس پر حد قصاص۔ یا تعزیر کا خطرہ ہو جاتا ہے تو یہ امور اسکے ترک کیلئے کافی تھے۔ (پھر جبکہ انکے علاوہ انمیں اور بھی بے انتہا مضرتیں ہوں۔ تو اسکا ترک کیونکر نہ ضروری ہوگا) الحاصل اللہ تعالیٰ فرمان بردار اور نافرمان ہر ایک کیلئے دنیا ہی میں اسکے مناسب علامتیں عطا فرما دیتا ہے جنکو دیکھ کر فرماں بردار خوش ہو اور نافرماں محزون آہ میں کہتا ہوں کہ قول مذکور میں لعنت سے مراد تعیین کی حالت میں تو صرف بُرائی ہے۔ کیونکہ کسی خاص شخص پر تعیں کے ساتھ لعنت جائز نہیں۔ اور عدم تعیین کی حالت میں لعنت معروف مراد ہو سکتی ہے۔ اور مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جبکہ عام نافرمانوں کے ضمن میں اسکا بھی ذکر ہوتا ہے۔ تو وہ لعنت جو عام نافرمانوں پر کی جاتی ہے اسپر بھی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم اور عطا بن ابی رباح اللہ تعالیٰ کے قول ومن یعظم حرمات اللہ فهو خیرا کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ حرمات سے مراد معاصی ہیں اور مطلب یہ ہے کہ معاصی کو معمولی نہ سمجھے۔ بلکہ بڑا سمجھے۔ تاکہ ان میں مبتلا نہ ہو جاوے۔ اور کعب بن حبار اللہ تعالیٰ کے قول ان ابراہیم لاواہ حلیم کی تفسیر میں فرماتے تھے۔ کہ انہوں نے آگ میں جانے سے پہلے آہ کی اور اسوقت سے پہلے آہ کی جبکہ آہ نافع نہ ہوگی (یعنی خوف عذاب سے دنیا ہی میں آہ کی اسکی تعریف فرمائی گئی) اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ خدا اپنے نافرمان کو دنیا و آخرت میں لوگوں [illegible] ذلیل کریگا۔ اور اگر کوئی رات میں بھی گناہ کرتا ہے۔ تو اُسکی ذلت صبح کیوقت ضرور ہی اُسکے چہرہ پر نمایاں ہوتی ہے جسکو اہل بصیرت محسوس کرتے ہیں) اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے قول لایغادر صغیرۃ ولاکبیرۃ الا احصاھا کے متعلق فرماتے تھے۔ کہ تم لوگ کبائر سے پہلے صغائر سے ہوشیار رہو۔ (کیونکہ آیۃ مذکورہ میں احصا صغیرہ کو احصار کبیرہ پر مقدم فرمایا۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ صغائر سے بچنے کا اہتمام کبائر سے زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ لوگ انکو معمولی سمجھ کر ان سے احتیاط نہیں کرتے۔ اور اس بے احتیاطی کے سبب وہ مبتلائے معاصی ہوتے ہیں۔ برخلاف کبائر کے کہ ان سے بہت سے اہل ایمان احتیاط کرتے ہیں [illegible]

Marfat.com

کہ گناہ کے بعد چار باتوں کا ارتکاب گناہ سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اول یہ کہ گناہ سے زبانی استغفار کرتے ہیں مگر اسکو چھوڑنیکا قصد نہیں کرتے دوسرے حلم خداوندی سے دہوکا کہاتے ہیں۔ یعنی اگر گناہ پر دنیا میں کوئی سزا نہ ہوتی۔ تو گناہ سے باز نہیں آتے۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ خدا ہمارے گناہوں پر سزا نہ دیگا تیسرے گناہ سے توبہ نہیں کرتے بلکہ اسپر اصرار کرتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ جب گناہ کے بعد کوئی نیک کام کرتے ہیں۔ تو خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس سے ہمارا گناہ معاف ہو گیا۔ حالانکہ یہ اُنکی غلطی ہے۔ کیونکہ کبھی حق تعالیٰ محض طاعت لاحقہ سے گناہ سابق کو معاف نہیں فرماتے بلکہ اسکے لئے مستقل توبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ خدا کو یاد رکھتا ہے۔ اگرچہ اُسکی نماز اُس کا روزہ اُسکی تلاوت قرآن کم ہو اور جو شخص اُسکے نافرمانی کرتا ہے۔ وہ اسکو بھول جاتا ہے (تو حاصل یہ ہوا۔ کہ خدا کی یاد اسکی اطاعت کا نام ہے۔ اور اگرچہ وہ کم ہی ہو۔ اور اسکا بھلانا۔ اسکی نافرمانی ہے) اور علماء باعمل کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نیک کام کرتے رہتے ہیں۔ اور سفیان بن عینیہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ جسکام کا آدمی صرف ارادہ کرتا ہے اور ابھی اسپر عمل نہیں کرتا۔ فرشتے اسکو کسطرح لکھ لیتے ہیں۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ کاتب اعمال فرشتوں کو علم غیب نہیں۔ بلکہ جب آدمی کسی اچھے کام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس سے مشک کی خوشبو مہکتی ہے۔ اس سے وہ جان لیتے ہیں۔ کہ اوسنے نیکی کا قصد کیا ہے۔ اور جب وہ کسی بُری بات کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس سے بدبو پھیلتی ہے۔ اس سے وہ جان لیتے ہیں کہ اس نے بُرائی کا قصد کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قصد سے مراد عزم مصمم ہے۔ نہ کہ مطلق ارادہ۔ تاکہ مضمون مذکور احادیث و قواعد شرعیہ کیموافق ہو جاوے واللہ اعلم۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اسپر آدمی کی مدد بھی فرماتے ہیں۔ اگر وہ اسکو عمل میں لانا چاہے۔ اور اسکے ترک میں اسکو معذور نہیں قرار دیا۔ علیٰ ہذا انہوں نے معصیت سے منع فرمایا ہے۔ اور اسکے مرتکب کیلئے۔ کوئی حجت نہیں رکھی (جس سے وہ اپنے کو معذور ثابت کر سکے۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو اطاعت و معصیت میں مختار بنایا ہے۔ اور مجبور نہیں کیا کیونکہ) اگر خدائے تعالیٰ (مجبور کرنا چاہتے اور) یہ چاہتے۔ کہ روئے زمین پر ان کی معصیت نہو۔ تو ابلیس کو پیدا نہ کرتے کیونکہ ہر غلطی کی جڑ وہی ہے۔ (لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو معلوم

مے یہاں یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ فرشتوں کو اس ذریعہ سے مطلق نیکی و بدی کا علم ہو سکتا ہے۔ مگر اسکی تعیین کا علم کیونکر ہوتا ہے۔ کہ فلاں نیکی یا فلاں بدی کا ارادہ کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح نیکیوں اور بدیوں کے انواع مختلف ہیں یوں ہی خوشبو و بدبو کے درجات بھی مختلف ہیں ممکن ہے۔ کہ خوشبو و بدبو کا ایک خاص درجہ نیکی و بدی کی ایک خاص قسم پر دلالت کرتا ہو۔ اور اس ذریعہ سے انکو اسکی تعیین ہو جاتی ہو واللہ اعلم ۱۲

ہوا۔ کہ انکو معاصی کا جبراً روکنا مقصود نہیں۔ اور جب یہ ہے تو آدمی کو چاہیئے کہ وہ خود معاصی سے بچے اور طاعت کو اختیار کرے اور ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے کہ اہل اطاعت دنیا میں رہنے کو محض اسلئے پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ اسمیں (رہکر) اسکی اطاعت کریں۔ نیز وہ یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو (بذریعہ تقدیر) انکی اطاعت سے پہلے جنت میں داخل کر لیا۔ اور انکی معصیت سے پہلے انپر معصیت کو مقدر فرمایا ہے۔ بوجہ اسکے کہ انکو ہر شخص کی حالت کا پیشتر سے علم تھا (اور وہ جانتے تھے کہ کون معاصی کا ارتکاب کریگا۔ اور کون اطاعت کر کے جنت کا مستحق ہوگا) اور بشر حافی فرماتے تھے۔ ایک زمانہ ہم نے وہ دیکھا ہے۔ جسمیں لوگ پہاڑوں جیسے اعمال صالحہ کرتے تھے۔ اور معہذا ڈرتے رہتے تھے (اور برابر اعمال صالحہ جاری رکھتے تھے) اور ایک زمانہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ تمہارے پاس اعمال بالکل نہیں۔ مگر باوجود اسکے تم سست ہو اور اعمال میں کوشش نہیں کرتے واللہ ہمارے اقوال تو تارک الدنیا لوگوں کے سے ہیں مگر ہمارے افعال سرکشوں اور منافقوں کے سے اس قدر افسوس کی بات ہے) اور حاتم اصم فرماتے تھے کہ جب تو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرے۔ اور تو دیکھے کہ اسپر بھی خدا کی نعمت تجھپر فراخ ہے تو تو خدا کے اس برتاؤ سے ڈر کیونکہ یہ استدراج ہے۔ اور ہم نے صالحین کو دیکھا ہے۔ کہ وہ معمولی گناہوں کو اسقدر برا سمجھتے تھے۔ کہ اتنا برا تم بڑے بڑے گناہوں کو بھی نہیں سمجھتے اور ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ جب عید کے روز قربانی کرتے۔ تو فرماتے کہ اے اللہ آپکی عزت و جلال کی قسم اگر میں یہ جانتا۔ کہ اپنی جان قربان کر نیمیں آپکی رضامندی ہے۔ تو میں آپکے لئے اپنی جان قربان کرتا اور کہمش (؟) اتنی بات پر چالیس برس تک روتے رہے۔ کہ انہوں نے پڑوسی کی مٹی اٹھا کر اسکی بلا اجازت اسے ہاتھ دہو لئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب کسی کو کوئی گناہ کئے ہوئے زیادہ دن گذر جاتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ خدا نے اسکا گناہ معاف کر دیا۔ مگر یہ محض دہوکا ہے (لہذا اسکو استغفار کرنا چاہیے) اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام سے بذریعہ وحی کے فرمایا۔ کہ اے داؤد بنی اسرائیل سے فرما دو۔ کہ تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوا۔ کہ میں نے تمہارے گناہ معاف کر دئیے۔ تاکہ تم ندامت سے چھوٹ جاؤ۔ (یاد رکھو۔ کہ یہ ایک بیہودہ خیال ہے) اور میرے عزت و جلال کی قسم۔ میں ہر گنہگار کو اسکے گناہ پر قیامت میں مطلع کرونگا اسلئے میں کہتا ہوں۔ کہ شاید گناہ پر اطلاع سے مقصد یہ ہے کہ اسکو معلوم ہو جاوے۔ کہ خدا کو اس گناہ کی اطلاع ہے۔ اور باایںہمہ وہ اسے معاف کرتا ہے۔ تاکہ اسے اسکا فضل و کرم معلوم ہو جاوے۔ لیکن اس سے عدم مغفرت لازم نہیں آتی (یعنی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت میں ہر گناہ کی سزا ضرور دی جاویگی) ...

Marfat.com

اور نیز یہ حمیری فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے ایک راہب سے کہا۔ کہ تم لوگوں نے سیاہی کو سفیدی پر کیوں ترجیح دی ہے۔ اور سفید کپڑے چھوڑ کر سیاہ کپڑے کیوں پہنتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ وجہ یہ ہے کہ وہ مصیبت زدوں کا شعار ہے۔ اور ہم لوگ گناہ گار ہیں اور گناہ سب سے بڑی مصیبت ہے اور عتبۃ العلام رحمہ اللہ کا ایک روز ایک مقام پر گذر ہوا۔ تو وہ کانپنے لگے۔ اور ان کے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگا لوگوں نے ان سے اس بارہ میں گفتگو کی (اور پوچھا کہ اسکا سبب کیا ہے ؟) اس پر انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ وہ مقام ہے جہاں میں نے بچپن میں نے خدا کی نافرمانی کی تھی۔ (اس سے تم اُنکے خوف کا اندازہ کر لو۔ کہ کسقدر تھا) اور مالک بن دینار رحمہ اللہ نے بصرہ سے پیدل سفر حج اختیار کیا تو ان سے کہا گیا۔ کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے۔ اسکے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ کیا نافرمان اور بھاگا ہوا غلام اپنے آقا سے مصالحت کیلئے سوار ہو کر بھی جانا پسند کریگا۔ بخدا اگر میں انگاروں پر چل کر مکہ جاؤں۔ تو یہ بھی کم ہے۔ اھ پس اے بھائی تو ان باتوں کو خوب سمجھ لے اور خبردار جب تجھسے گناہ کئے ہوئے۔ ایک عرصہ ہو جاوے۔ تو اسوقت بھی تو استغفار میں سستی نہ کرنا۔ کیونکہ تجھے گناہ کا تو یقین ہے۔ اور اسکی معافی میں شبہ یقین کو شبہ کی بنا پر نظر انداز کرنا حماقت ہے) اور رات دن استغفار کرتا رہ۔ - والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۲) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ خدا سے بہت ڈرتے ہیں۔ کہ مبادا خدا ان گناہوں پر عذاب دے جنکا انھوں نے اپنی نفس پر زیادتیاں کر کے یا دوسرونکی حق تلفیاں کر کے ارتکاب کیا ہے۔ اگرچہ اس حق تلفی کا تعلق ایک خلال کے تنکے یا ایک سینے کی سوئی سے ہو۔ بالخصوص اگر ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جسکی نظر میں اسکے اعمال صالحہ بہت کم ہوتے ہیں۔ تو اسکو اور بھی زیادہ خوف اور بے چینی ہوتی ہے۔ کیونکہ (اسکی نظر میں) اُسکے پاس نیکیاں بھی نہیں ہوتیں جنکو قیامت میں مدعیوں کو دیدے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مظلوم قیامت کے روز حرص کرے۔ اور مال کی یا آبرو کی ایک حق تلفی یا ایک تھپڑ کے بدلے میں ظالم کے تمام اعمال صالحہ لیکر بھی رضامند نہ ہو۔ (پس ایسی حالتمیں تو جتنی بھی نیکیاں ہوں۔ کم ہیں اور ہر شخص کیلئے خوف لازم ہے۔ خواہ اسکے پاس تھوڑی نیکیاں ہوں یا زیادہ۔) اور حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جانتے ہو۔ قیامت کے روز میری امت میں مفلس کون ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضرت ہم تو مفلس اسے جانتے ہیں جسکے پاس نہ روپیہ ہو اور نہ اشرفی اور نہ ساز و سامان

سیاہ ... کی ... تو یہ ... اور ترجیح کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ سفید کپڑا جلدی میلا ہو جاتا ہے۔ اور سیاہ کپڑا دیر میں میلا ہوتا ہے۔

اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے) تو آپنے فرمایا۔ کہ مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ زکوٰۃ حج لیکر آوے گا
اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی کا مال کھایا ہوگا۔ کسی کا خون بہایا ہوگا۔ کسی کو مارا ہوگا۔ اور اس کی
کچھ نیکیاں اسکی ایک کو دیدی جاوینگی۔ اور کچھ دوسرے کو پھر اگر اسکے نیکیاں دائے حقوق سے پہلے ختم
ہوجاویگی تو مظلومین کے گناہ لیکر اسپر ڈالدئے جائیں گے۔ اور اسکو دوزخ میں پھینکدیا جاویگا۔ اور عبد اللہ بن
انیس رضؓ فرماتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز اعلان فرماویں گے کہ میں بدلہ دینے والا بادشاہ ہوں لہٰذا
نہ کوئی دوزخی جسکے ذمہ کسے کا حق ہو۔ دوزخ میں جاسکتا ہے اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہوسکتا ہے
تاوقتیکہ اس سے اسکا بدلہ نہ لے لیا جائے۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے ایک جوان نے
تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔ اور خدا کی عبادت کرنے لگا۔ اور ستر برس تک اسطرح عبادت کی کہ دن کو روزہ
رکھتا۔ اور رات کو شب بیداری کرتا اور نہ کبھی سایہ میں آرام کرتا۔ اور نہ کبھی مرغن کھانا کھاتا۔ پس جب اسکا انتقال
ہوگیا تو اسکے کسی دوست نے اُسے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا۔ کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ا
س نے جواب دیا کہ مجھ سے حساب لیا۔ اور میرے تمام گناہوں کو معاف فرمادیا۔ بجز ایک تنکے کے جس سے
میں نے اسکے مالک کی اجازت کے بغیر خلال کرلیا تھا اور اسکی وجہ سے میں اب تک جنت میں جانے سے رکا
ہوا ہوں اھ میں کہتا ہوں کہ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں
مخفی کیا ہے۔ اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں اور اپنے غصہ کو اپنی نافرمانی میں اور اپنے دوستوں کو اپنے بندوں
میں۔ الی آخر الحدیث پس بسا اوقات حق تعالیٰ کسی بندہ پر اپنی ناراضی کو ایسے گناہ [illegible]
وابستہ کردیتے ہیں۔ جو اسکی نظر میں بہت معمولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ دانتوں کے لئے خلال یا ہاتھ دھونے
کیلئے پڑوسی کی بلا اجازت مٹی لے لینا۔ جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم اور حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے
تھے۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کسی پیمانہ والے نے ناپنے سے توبہ کرلی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گیا۔
حتیٰ جب اُسکا انتقال ہوگیا۔ تو اسکے کسی دوست نے اُسے خواب میں دیکھا۔ اور کہا کہ اے فلانے خدا نے تیرے
ساتھ کیا معاملہ کیا تو اس نے کہا۔ کہ مختلف غلوں کے پندرہ پیمانے جو میں نے ناپے تھے انکے متعلق مجھ سے بازپرس
ہوئی۔ اور فرمایا کہ بتاؤ یہ کیا بات ہے۔ اُس نے کہا قصہ یہ ہے کہ میں اسکا خیال نہ رکھتا تھا۔ کہ پیمانے کو غبار
سے صاف کرلوں۔ اسلئے اُسکی تلی میں کچھ مٹی جم گئی اور اسکے سبب ہر پیمانہ اس مٹی کی مقدار کم ہوگیا۔ جو اسکی
تہ میں جم گئی تھی (اسپر مواخذہ ہوا) اور ایسا ہی واقعہ ایک اور شخص کو پیش آیا جو ترازو کو بغیر غبار صاف کئے تولتا

Marfat.com

اور قبر میں اسکو ایسی سزا دی گئی۔ یہانتک کہ لوگوں نے قبر میں اسکی چیخیں سنیں۔ حتی کہ بعض صلحاء نے اسکے لئے دعا کی اور انکی دعا مقبول ہوئی۔ اور ابو میسرۃ رح فرماتے تھے۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک مردہ کو قبر میں اتنا مارا گیا کہ اسکی قبر آگ سے بھڑک اٹھی۔ تو اس نے کہا۔ کہ مجھے یہ تو بتا دو تم کس جرم پر مارتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ تو ایک مظلوم پر گذر ہوا جس نے تجھسے فریاد کی۔ مگر تو نے اسکی فریاد نہ سنی۔ اور ایک مرتبہ تو نے بلا وضو نماز پڑھی تھی۔ (یعنی تجھے معلوم تھا۔ کہ میں بے وضو ہوں اور قصداً تو نے ایسا کیا) اور قاضی شریح رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ خبردار رشوت نہ لینا کیونکہ وہ دانا آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ اور اُسے انصاف و بے انصافی میں تمیز نہیں رہتی اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کی آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔ اور حسن بصری رح جب کسی حاکم یا اُسکی مددگار کو کسی محتاج کو خیرات دیتے دیکھتے۔ تو فرماتے اے وہ شخص جو مساکین کو بہ نیت ترحم صدقہ دیتا ہے تو اسپر رحم کر جسپر تو نے ظلم کیا ہے۔ اور اسکا حق مغصوب واپس کر دے کیونکہ یہ فعل تجھے (صدقہ کی نسبت) زیادہ بری الذمہ کرنیوالا ہے۔ اور میمون بن مہران رح فرماتے تھے۔ کہ جو شخص کسی کی حق تلفی کرے اور اُس حق تلفی سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ تو چاہیئے۔ کہ ہر نماز کے بعد اسکے لئے استغفار کیا کرے۔ اس سے وہ انشاء اللہ اس حق تلفی سے عہدہ برآ ہو جاویگا۔ اور حذیفہ رح فرماتے تھے۔ کہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔ کہ حکام بدکار ہونگے علماء بددین ہونگے امین خائن ہوں گے۔ اور میمون بن مہران رح فرماتے تھے۔ کہ آدمی نماز میں اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اُسے خبر نہیں ہوتی۔ کہ میں خود اپنے اوپر لعنت کر رہا ہوں۔ کسی نے اُن سے پوچھا۔ کہ حضرت یہ کیسے آپنے فرمایا۔ کہ وہ پڑھتا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور وہ خود ظالم ہوتا ہے۔ خواہ اسلئے کہ اس نے گناہ کرکے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اور خواہ اسلئے کہ اس نے دوسروں کے مال لیکر اور اُنکی بے آبروئی کرکے انپر ظلم کیا ہے۔ اور حسن بصری رح فرماتے تھے کہ خبردار تم کسی کے وصی نہ ہونا کیونکہ وصی (اس زمانہ میں) وصیت کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ احتیاط میں مبالغہ کرے (کیونکہ آجکل کی احتیاط بوجہ غلبۂ بددینی و حب دنیا کے کافی احتیاط نہیں) اور مالک بن دینار رح فرماتے تھے۔ کہ خائن کا خزانچی بھی خائن ہے۔ اور عشر وصول کرنیوالے کا خزانچی بھی عشر لینے والا ہے (لیکن جو حکام خائن اور عشار کا ہے۔ وہی انکے خزانچیوں کا۔ جیسا کہ چوروں کا تھانگی چور ہوتا ہے) اور یحیی بن معاذ رح فرماتے تھے۔ کہ خبردار وصی نہ ہونا۔ کیونکہ وصیت کرنیوالا یہ چاہتا ہے۔ کہ اپنا مال تیرے ذریعہ سے درست کرے اور تیرا دین بگاڑ دے پس تجھے اپنے دین کے حفاظت کی اسکے مال کی حفاظت سے زیادہ حریص ہونا چاہیئے۔ اور امام ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے تھے۔ کہ پہلی مرتبہ وصیت میں داخل

غلطی (وناتجربہ کاری) ہے۔اور دوسری دفعہ صاف خیانت ہے۔اور اسمیں کوئی شبہ نہیں (کیونکہ اول مرتبہ کام کرکے اُسے تجربہ ہو چکا ہے۔کہ میں اُسکے حقوق ادا نہیں کرسکتا پھر باوجود اُسکے جو وہ دوبارہ اس بار کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔تو معلوم ہوتا ہے۔کہ اسے چاٹ لگ گئی ہے) اور کعب احبار نے ایک شخص کو دیکھا۔کہ وہ جمعہ کے روز کسی پر ظلم کر رہا ہے تو آپؒ نے اس سے فرمایا۔کہ تجھے اس دن لوگوں پر ظلم کرنے سے ڈر نہیں لگتا جس روز قیامت آویگی۔اور جس روز تیرے باپ آدم پیدا کئے گئے تھے۔(مقصد یہ ہے۔کہ یہ دن معظم ہے۔اس دن کی حرمت کا تو خیال کرنا چاہئے۔اور عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم پر اسکی اعانت کرے۔یا اُسے ایسی دلیل تعلیم کرے۔جس سے وہ ایک مسلمان آدمی کا حق باطل کردے۔تو وہ خدا کا غضب لیکر پھرتا ہے۔اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔کہ جب اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے بندہ کو کوئی تحفہ دے۔تو اسپر اس شخص کو مسلط کر دیتا ہے جو اسپر ظلم کرے۔اھ اور حدیث شریف میں ہے۔کہ جو شخص کسی ظالم پر بددعا کرے۔تو اُس نے اپنا انتقام لے لیا اور یحیی بن معاذؒ فرماتے تھے۔کہ اگر مجھپر کوئی ظلم کرے۔اور میں اُسکا بدلہ نہ دوں۔تو یہ مجھے پسند ہے۔اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ حقیقۃً نہ کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے۔اور نہ کوئی کسی سے برائی کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔کہ جو اچھا کرتا ہے۔تو وہ بھی اپنے لئے کرتا ہے۔اور جو برا کرتا ہے۔اسکا وبال بھی اسی پر ہے (پس ثابت ہوا۔کہ جو کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے۔یا جو کوئی کسی سے بُرائی کرتا ہے۔وہ حقیقۃً اپنی ہی ساتھ کرتا ہے) اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے۔کہ بہت سے لوگ نیکیوں کی کثرت کے سبب دنیا سے دولتمند جاوینگے۔مگر قیامت میں لوگوں کے مطالبات کے سبب بالکل خالی ہاتھ ہو جاوینگے۔اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔کہ تم اللہ کے پاس ایسے ستر گناہ لیکر جانا۔جنکا تعلق تم سے اور خدا سے ہو۔یہ زیادہ آسان ہے بہ نسبت اسکے کہ تم صرف ایک گناہ ایسا لیکر جاؤ کہ اسکا تعلق تم سے اور بندوں سے ہو۔(کیونکہ حق تعالیٰ اول تو غنی ہیں۔دوسرے کریم ہیں۔اسلئے اُنکے نزدیک ستر کیا ستر سو گناہ معاف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔برخلاف بندوں کے کہ وہ نیکیوں کے محتاج اور اپنے گناہوں سے سبکدوش ہونیکے متمنی ہیں اسلئے ان سے ایک گناہ کی معافی کی بھی امید نہیں پس اے بھائی تو بزرگان سلف کے خوف کو دیکھ اور انہیں انکا اتباع کر کیونکہ تو ہلاکت کے کنارہ پر کھڑا ہے۔اور (خوف اس سے بچنے کا ذریعہ ہے۔پس جو شخص ڈرتا رہا وہ ہلاکت سے بچ گیا۔والحمد للہ رب العالمین۔(۱۳) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب وہ قیامت کے ہولناک واقعات

یاد کرتے ہیں۔ تو خدا سے بہت ڈرتے ہیں اور جبکہ قرآن یا دیگر ذکر اللہ سنتے ہیں۔ تو ان پر غشی اور بیہوشی طاری ہو جاتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز یہ آیت پڑھی ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما اسوقت آپکے آگے حمران بن اعین تھے۔ تو (یہ سنکر انکی روح پرواز کر گئی۔ اور) مر ہو کر گر پڑے اور ایک روز یزید رقاشی عمر بن عبد العزیز رحکے پاس گئے۔ تو انہوں نے ان سے فرمایا کہ اے یزید مجھی کچھ نصیحت فرمائیے۔ اسپر انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المومنین۔ آپ عـ۵ پہلے خلیفہ نہیں ہیں جو مرینگے (بلکہ تم سے پہلے اور بھی مر چکے ہیں۔ جنکا مرنا تمھارے لئے موجب عبرت ہے) یہ سنکر عمر بن عبد العزیز رح رونے لگے اور فرمایا۔ اور کچھ ارشاد فرمائے۔ تو انہوں نے اُن سے فرمایا۔ کہ (آپکے تمام آباؤ اجداد مر چکے ہیں۔ چنانچہ) آپکے اور آدم علیہ السلام کے درمیان جتنے باپ ہیں اُن میں سے اسوقت کوئی زندہ نہیں (اور یہ دلیل ہے اسکی کہ آپ بھی ضرور مرینگے) یہ سنکر اور روئے اور فرمایا کہ اور کچھ ارشاد فرمائے۔ اسپر اُنہوں نے فرمایا۔ کہ جنت اور دوزخ کے درمیان اور کوئی مرتبہ نہیں۔ (لہذا آپ یا دوزخ میں جائینگے یا جنت میں اب اپنے اعمال دیکھ لیجیے کہ جنت کے قابل ہیں یا دوزخ کے) یہ سنکر بیہوش ہو کر گر پڑے اور حسن بن صالح ایک مرتبہ اذان دے رہے تھے۔ تو آپنے فرمایا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ (اس سے عظمت خداوندی کا جو استحضار ہوا) تو بیہوش گئے لوگ اُنکو منارہ پر سے اٹھاکر نیچے لائے۔ اور آپکے بھائی کے اُوپر چڑھ کر اذان دی اور نیچے آکر نماز پڑھائی۔ اور حسن ہنوز بیہوش تھے (نہیں معلوم کسوقت ہوش آیا ہوگا) اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے تھے۔ کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ صاحب خشوع کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور عم یتساءلون پڑھی اور اثنائے سورۃ میں بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ تو وضو کیا۔ اور نماز شروع کی پھر عم یتساءلون پڑھی اور بیہوش ہو گئے۔ غرض صبح تک یوں ہی کرتے رہے مگر سورہ نہ تمام کر پائے۔ اور ایک روز داود طائی رح کا گذر ایک عورت پر ہوا۔ جو اپنے کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ کہ کاش مجھے معلوم ہو جاوے تیرے کون سے رخسارے میں کیڑے پڑ گئے یہ سنکر داود رح بیہوش ہو کر گر پڑے اور شعوانہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا اپنی مناجات میں کہتی تھیں۔ کہ اے اللہ آپ سب کریموں سے زیادہ کریم ہیں۔ اور سب سرداروں میں سردار ہیں اور آپ ہی مسلمانوں کی امیدگاہ ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں۔ کہ آج آپ۔ اس شخص کو بخش دیں جو عقوبت معلوم کر لینے کے بعد آپ کی نافرمانی کرے۔ اور یہ کہکر چیخ مارتی تھیں۔ اور بیہوش

عـ۵ اصل کتاب میں غلطی سے یزید کا مقولہ انک اول خلیفہ یموت لکھا گیا ہے فلینبہ ۱۲

قین ورہائے زبان سے نکلتا تھا۔ اور عمر بن الخطابؓ ایک روز اذا الشمس کورت پڑھ رہے تھے۔ جب اذا الصحف نشرت پر پہنچے تو بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اور دیر تک زمین پر لوٹتے رہے اور ربیع بن خثیم نے ایک پڑھنے والے کو یہ پڑھتے سنا اذا رأتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظا و زفيرا تو بیہوش ہوکر گر پڑے بیہوش ہو جانے کے بعد لوگ انکو انکے مکان لے گئے۔ وہاں بھی ہوش نہ آیا۔ اور اسی بیہوشی میں انکی نماز ظہر عصر مغرب عشا قضا ہوگئیں۔ اور یہ اپنے محلے کے امام تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آیت پڑھنے والے عبداللہ بن مسعود تھے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے کہ سفیان ثوریؒ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور اسکے بعد آسمان کیطرف دیکھا۔ اور بیہوش ہوکر پیچھے کو گر گئے۔ یہ واقعہ بیان کرکے دارانی فرماتے تھے۔ کہ یہ بیہوشی محض آسمان کی طرف نظر کرنے سے نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اسکا سبب قیامت کے ہولناک واقعات کا خیال تھا۔ (یعنی اللہ اکبر وہ قیامت کیا چیز ہوگی۔ جو ایسے عظیم الشان آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیگی۔ اور جس میں ایسا ایسا ہوگا) اور وہب بن منبہ فرماتے تھے۔ کہ جب ابراہیمؑ کو اپنا کوئی قصور یاد آجاتا تو بیہوش ہو جاتے اور ایک میل سے انکے دل کی دھڑکن کی آواز سنائی دیتی اسپر ان سے کوئی کہتا کہ آپ خلیل اللہ ہوکر ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ فرماتے کہ بھائی جب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں۔ تو اپنا مرتبہ خلت بھول جاتا ہوں۔ اور فضیل بن عیاضؒ نے ایک روز صبح کی نماز پڑھی تو اسمیں سورہ یٰسین پڑھی۔ پس جب وہ ان كانت الا صيحة واحدة فاذا هم جميع لدينا محضرون تک پہنچے۔ تو ان کے صاحبزادہ علی رحمہ اللہ بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اور طلوع آفتاب تک ہوش نہ آیا۔ اور علی مذکور کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی سورۃ پڑھنا چاہتے تو اسے پورا نہ کر سکتے۔ اور سورۂ زلزلت اور سورۂ القارعۃ تو کبھی سن ہی نہ سکے اور جبکہ ان کا انتقال ہوگیا۔ تو اون کے باپ فضیل بن عیاض ہنسے اسپر ان سے اس بارہ میں کسی [illegible] یونکہ وہ نہایت غمگین رہا کرتے تھے (ایسے شخص کا ہنسنا اور وہ بھی بیٹے کی موت پر [illegible]) تھا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ خدا کو اسکی موت پسند آئی۔ لہذا مجھے بھی پسند آئی۔ اور میں ہنس دیا۔ علی مذکور اپنے والد سے کہا کرتے تھے کہ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے میرے مرنے سے پہلے پوری سورۃ یا پورے قرآن کے سننے کی قدرت دیدے۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ پہلے جب کوئی رات کو کوئی قرآن پڑھتا۔ تو صبح کیوقت لوگ اسکا اثر یعنی شدت تغیر اور زردی رنگ و دبلاپن اور مرجھا جانا۔ اس کے چہرہ میں محسوس کرتے تھے۔ اور اب یہ حالت ہوگئی ہے۔ کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن بھی پڑھتا ہے۔ تو صبح کیوقت اسکے چہرہ پر اس کا کوئی اثر بھی نہیں دکھلائی دیتا۔ اور اسکا قرآن پڑھ لینا۔ ایسا معمولی معلوم ہوتا ہے جیسا چادر اٹھا لینا۔ اور [illegible]

بن مہران رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ سلیمان فارسیؓ نے کسی پڑھنے والے کو یہ پڑھتے سنا۔ وان جہنم لموعدہم اجمعین تو چیخ اٹھے اور ہاتھ سر پر رکھ لیا۔ اور سرگشتہ ہو کر نکل گئے۔ چنانچہ تین دن تک انکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس طرف جارہے ہیں۔ اب اے بھائی۔ تو اپنے سلف کے حال میں غور کر۔ اور سوچ کہ کیا اپنے پروردگار کا کلام سنکر تو کبھی خلوص سے بیہوش ہوا ہے۔ یا نہ خلوص سے اور نہ ریا سے کسی طرح بھی تجھے تیری سنگدلی کے سبب غش نہیں آیا (اسکا جواب تیری طرف سے یہی ہوگا۔ کہ مجھے کبھی غش نہیں آیا) لہذا (کہا جاتا ہے۔ کہ) تو ڈرتا رہ۔ اور بھوکا رہنا اختیار کر کیونکہ ان باتوں سے تیرا دل نرم ہوگا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۴) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب کبھی وہ کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اُن کے دل انکے جسموں سے اکھڑ جاتے ہیں۔ اور وہ تدبیر اجسام سے بے فکر ہو کر آخرت کی درستی میں لگ جاتے ہیں۔ اور وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ انکو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ مرض کوچ کا پیغام ہو اور ہم اسکو معمولی مرض سمجھکر بے فکر رہیں اسکا نتیجہ یہ ہو۔ کہ نہ ہمیں توبہ نصیب ہو۔ اور نہ واجب التدارک حقوق کا تدارک ہو سکے۔ بلکہ ہم اسی طرح نافرمانی کی حالت میں عالم آخرت کو روانہ ہو جائیں اور بلا تشبیہ ہماری حالت ایسی ہو جائے جیسے وہ غلام جس نے اپنے آقا کی حرم سرا میں بدکاری کی ہو۔ اور اسلئے آقا اسپر نہایت درجہ خفا ہو۔ اور اسی حالت اشتداد غضب میں لوگ اس غلام کو اسکے سامنے لے آئیں۔ اور اسوقت ہمارا حشر وہی ہو۔ جو غلام مذکور کا۔ اسلئے ہمیں اُس آخری حالت تصور کر کے سفر آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جانا ضروری ہے (الغرض یہ وجہ ہوتی ہے جسکی بنا پر ہر مرض میں ان لوگوں کے قلوب اُن کے اجسام سے اکھڑ جاتے ہیں۔ اب اسکے مؤید و مناسب واقعات سنو) ایک مرتبہ حسان بن سنانؒ بیمار ہوئے۔ تو ان کے احباب عیادت کیلئے ان کے پاس گئے۔ اور کہا۔ کیسا مزاج ہے۔ فرمایا۔ کہ اگر دوزخ سے بچ جاؤں۔ تو مزاج اچھا سمجھو (ورنہ مزاج کچھ بھی نہیں) اسپر انہوں نے پوچھا۔ کہ آپ کا جی کس بات کو چاہتا ہے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میرے مرنے سے پہلے مجھے لمبی رات نصیب ہو جاوے جسکو میں نماز و استغفار سے زندہ کروں اور مالک بن دینار فرماتے تھے۔ کہ میرا ایک پڑوسی بدا عمال وہ مرنے لگا۔ تو میں اُسکے پاس گیا۔ اور جاکر کہا۔ کہ تم خدا سے کیوں نہیں معاہدہ کر لیتے۔ کہ میں اب گناہ نہ کرونگا کیونکہ شاید تم اس معاہدہ کی حالت میں مرجاؤ (اور بعد مردن یہ معاہدہ تمہارے لئے نافع ہو) مالک کہتے ہیں کہ (اسکا جواب اُس نے تو کچھ نہ دیا۔ مگر) گھر کے اندر سے آواز آئی۔ کہ جناب اگر آپ اس سے بھی ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا آپ ہم سے کیا کرتے ہیں۔ کہ آج معاہدہ کیا اور کل توڑ دیا تو ایسے معاہدہ کا کچھ

Marfat.com

فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تو وہ اور زیادہ مبغوض اور راندہ درگاہ ہو جاویگا۔ یہ سنکر مالک بیہوش ہو کر گر پڑے اور ربیع بن خثیم کے مرض موت میں لوگوں نے اُن سے کہا۔ کہ ہم آپ کیلئے کسی طبیب کو نہ بلا دیں۔ یہ سنکر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے اسکے بعد فرمایا۔ کہ کہاں ہے۔ قوم ثمود قوم عاد۔ کہاں ہے اصحاب الرس اور کتنا ہیں انکے درمیان کے بہت سے قرن۔ حق تعالیٰ نے سبکے لئے مثالیں بیان کیں تھیں بہت سے طریقوں سے سمجھایا تھا۔ مگر نہ مانے۔ آخر انجام یہ ہوا۔ کہ خدا نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اور باوجودیکہ ان میں علاج کرنے والے بھی تھے اور طبیب بھی وہ لوگ ہلاکت سے نہ بچ سکے۔ اور سبکے سب ہلاک ہو گئے یہ فرماکر فرمایا۔ کہ خدا میں ہرگز اپنے لئے طبیب نہ بلاؤنگا۔ اور مغیرۃ الخزاز کے مرض الموت میں لوگ انکے پاس گئے۔ اور پوچھا کہ حضرت مزاج کیسا ہے فرمایا کہ گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ کا کسی چیز کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا ہاں اسکو جی چاہتا ہے۔ کہ میرے موت سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھپر یہ احسان فرماویں۔ کہ میں ان تمام باتوں سے توبہ کر لوں۔ جو خدا کو ناپسند ہیں۔ اور جب وہب ابن الورد بیمار ہوئے۔ تو حاکم ملک نے ان کے پاس ایک عیسائی طبیب کو بھیجا اس نے آکر پوچھا۔ کہ کیا تکلیف ہے۔ وہب نے فرمایا میں تجھے نہ بتاؤں گا۔ کہ مجھے کیا تکلیف ہے لوگوں نے (سمجھا کہ عیسائیت سے نفرت اس کا سبب ہے۔ اور) کہا۔ کہ (اگر آپ کو اس سے نفرت ہو تو) ہم سے کہدیجئے۔ ہم اس سے کہدینگے یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ حیرت ہے۔ کہ انکی عقلیں کہاں گئیں۔ ارے عقلمندو ذرا سوچو تو کیا تم مجھسے یہ کہتے ہو۔ کہ میں اپنے خدا کی شکایت اسکے ایک دشمن سے کروں۔ آپ سب حضرات میرے پاس سے تشریف لیجائیں (مجھے ایسے خیرخواہوں کی ضرورت نہیں ہے) اور سفیان بن عتبہ فرمایا کرتے تھے کہ فضیل بن عیاض کی عیادت کیلئے گئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر آپ حضرات تشریف نہ لاتے تو آواری سے اچھا ہوتا۔ کیونکہ آپکے تشریف لانے پر مجھے اندیشہ ہے۔ کہ شاید میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جاوے۔ جو خدا کی شکایت ہو اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک مرتبہ ایک بیمار کی عیادت کی اور پوچھا کیسا مزاج ہے اُس نے کہا۔ کہ میں دنیا میں اپنے خلاف منشا بھیجا گیا اور اسمیں میں ظالم ہو کر زندہ رہا۔ اور اب پشیمانی کی حالت میں دنیا چھوڑ رہا ہوں۔ (اب تم سمجھ لو کہ جسکی یہ سوانح عمری ہو۔ اُسکا مزاج کیسا ہو گا) اور حسن بصری عطار سلمی کے پاس گئے اسوقت حضرت عطار بیمار تھے بیماری کے سبب پیلے ہو رہے تھے۔ انکی یہ حالت دیکھکر حسن بصریؒ نے فرمایا۔ کہ (آپ گھر میں پڑے گھٹ رہے ہیں) اگر آنگن میں تشریف لے چلیے تو اچھا ہو یہ سنکر عطارؒ نے فرمایا کہ بھائی مجھے شرم آتی ہے۔ کہ خدا مجھے میرے حظ نفس میں سعی کرتے دیکھے (اسلئے میرا یہاں

Marfat.com

نہ کرونگا) اور جب عمر بن عبدالعزیز رح بیمار ہوئے۔ تو لوگ انکے معالجہ کیلئے طبیب کو لائے۔ طبیب نے دیکھکر کہا
کہ خدا کے خوف نے انکا کلیجہ کاٹ ڈالا ہے میں انکا علاج نہیں کر سکتا اور جبکہ ابو بکر بن عباس بیمار ہوئے۔ تو ایک
طبیب نصرانی انکو دیکھنے آیا اور آکر نبض دیکھنی چاہی۔ آپنے اسکو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ جب نصرانی طبیب اٹھکر
کر چلا تو جاتے ہوئے ابو بکر نے اسکو دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ جب آپنے مجھے اس طبیب کے مرض کفر سے نجات دی ہے
تو یہ میرے لئے کافی ہے۔ اور اب مجھے کسی بیماری کی پرواہ نہیں آپ جو معاملہ میرے ساتھ چاہیں کریں (خواہ مجھے
اچھا کر دیں یا مار دیں۔ یا مرض بڑھا دیں) اور سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بڑے آدمیوں کے سوا اور لوگوں
میں بہت کم مریض ان چار بلاؤں سے جدا رہتے ہیں۔ ایک طمع دوسرے جھوٹ تیسرے شکایت چوتھے۔ ریا
اور شدادی حکیم جب کسی مرض میں مبتلا ہوتے تو مرض کے شکرانہ میں سو درم خیرات کرتے۔ اور عمر بن الخطاب رض
جب بیمار ہوتے۔ تو طبیب کے مشورہ سے کوئی علاج نہ کرتے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ ہم طبیب کو بلا
تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہرگز نہیں بخدا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاوے۔ کہ کان کے چھونے سے میں اچھا ہو جاؤنگا۔ تو میں
اپنا کان تک نہ چھوؤنگا۔ بس خدا جو کچھ کرے وہی اچھا ہے۔ اور جبکہ لوگوں نے یحیی بن معاذ کی عیادت کرتے
ہوئے۔ کہا۔ کہ آپکا مزاج کیسا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے دنیا میں ظالمانہ زندگی بسر کی (اس کا افسوس
ہے) اور امام شافعی رح سے پوچھا گیا۔ کہ حضرت آپکا کیا حال تو فرمایا دنیا سے رخصت ہونے کو ہوں۔ اور میرے
اعمال میرے آگے آنیوالے ہیں۔ اور خدا کے فضل پہ بھروسہ کئے ہوں۔ اور داود طائی کے بیماری کے زمانہ
ایک امیر انکے پاس آئے۔ اور انکے برابر میں ایک ہزار دینار رکھدئے تو آپنے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں تمہیں رکھو
خدا تمہیں عافیت دے۔ امیر اس نے کہا۔ کہ کوئی خدمت میرے لایق ہو تو فرمائے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ
ہاں ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ پھر میرے پاس تشریف نہ لائیں۔ اور اسکے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ
حضرت یہ چاہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے (مجھے تصفیہ باطن کا موقع نہ دیں بلکہ) میرے موجودہ میل پر اور میل کا
کر دیں۔ اور لوگ فضیل بن عیاض رحمہ کی عیادت کیلئے گئے۔ تو ان سے پوچھا کہ آپکا کس چیز کو جی چاہتا ہے۔ انہوں
فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھائی یوسف بن اسباط کو مرنے سے پہلے ایک نظر دیکھ لوں۔ اور حاتم اصم
جب کسی بخیل کو مرض الموت میں صدقہ کرتے دیکھتے۔ تو فرماتے کہ اے اللہ اسکو بیمار ہی رکھ۔ کیونکہ اسمیں اس
گناہوں کا بھی کفارہ ہے۔ اور فقراء کے لئے بھی بہتر ہے۔ اور لوگوں نے محمد بن سیرین رح کی بیماری کے زمانہ
میں کہا۔ آپ کی کیا حالت ہے۔ فرمایا کہ میں اپنے کو سخت مصیبت میں پاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے بھوک آتی

Marfat.com

کہ کسی طرح پیٹ نہیں بھرتا۔ (ایک مصیبت) اور پیاس اتنی لگتی ہے۔ کہ کسی طرح نہیں بجھتی (دوسری مصیبت) اور سونا چاہتا ہوں۔ تو آنکھ نہیں لگتی۔ (تیسری مصیبت۔ غرض یہ مصیبتیں ہیں جنمیں میں مبتلا ہوں۔) لوگ کہتے ہیں۔ کہ مرض میں شکایت اُنکی عادت نہ تھی۔ مگر اس مرتبہ مرض بہت بہت ہو گیا جسکا وہ تحمل نہ کر سکے۔ اسلئے انہوں نے مخلصین سے اپنی حالت بیان کر دی تاکہ وہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے نرمی کی دعا کریں۔ اور فضیل بن عیاض ایک مرتبہ بیمار ہوئے لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا ہوں۔ مگر تم لوگ یہ دعا کرو۔ کہ میرا مرض طول پکڑ جاوے تاکہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں اور نہ لوگ مجھے دیکھیں۔ اور لوگ ابو بکر بن عبداللہ کی عیادت کو گئے۔ تو وہ دو آدمیوں کے سہارے سے باہر تشریف لائے۔ اُنکو دیکھکر لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت خدا سے ہمارے لئے کوئی دعا کر دیجئے۔ تو انہوں نے یہ دعا فرمائی۔ خدا رحم کرے اس شخص پر جو خدا کی طاعت میں ایسی حالت سے پہلے مصروف ہو جاوے۔ جیسی اسوقت میری ہے۔ (کیونکہ ایسی حالت کی اطاعت تقریباً اضطراری ہے۔ اور زیادہ عمدہ وہ اطاعت ہے۔ جو پوری اختیار سے ہو) اور لوگ مامون الرشید کے پاس اسکی اس بیماری کے زمانہ میں گئے۔ جسمیں اسکا انتقال ہوا تھا۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ اُس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ گھوڑے کی جھول اُسکے نیچے بچھا دیں اور اسپر راکھ پھیلا دیں۔ خدام نے اسپر عمل کیا۔ اور مامون اس خاک پر لوٹنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے وہ بادشاہ جسکی سلطنت کبھی نہ زائل ہوگی۔ آپ اس بادشاہ پر رحم فرمادیں جس کا (چند روزہ) ملک زائل ہو چکا ہے۔ اور لوگ عتبہ الغلام کے مرض الموت میں انکے پاس گئے۔ اور پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ تو انہوں نے یہ شعر پڑھے ؎

خرجت من الدنیا و قامت قیامتی ۔۔۔ غداة یقل الحاملون جنازتی

و عجل اهلی حفر قبری و صیروا ۔۔۔ خروجی و تعجیلی الیه کرامتی

کانهم لم یعرفوا قط صورتی ۔۔۔ غداة اتی یومی علی بساقتی

ترجمہ میری حالت یہ ہے کہ میں دنیا سے رخصت ہوا چاہتا ہوں۔ اور جس روز اُٹھانیوالے میرا جنازہ اُٹھاوینگے اسی روز میری قیامت آجاویگی۔ اور میرے عزیز میرے لئے جلدی قبر کھود دینگے۔ اور میری اُسکی طرف جانے میں جلدی کو میرے تعظیم قرار دینگے۔ اور اسلئے جسقدر جلد ممکن ہوگا مجھے قبر میں پہنچادینگے۔ اور جس روز میری موت کا دن اور اسکی رات میرے اوپر آویگی۔ اُس روز انکی یہ حالت ہوگی۔ کہ گویا وہ مجھے پہچانتے بھی نہ تھے۔ انتہیٰ اور عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے۔ کہ جب عمر بن الخطاب رض کے خنجر مارا گیا۔ تو آپ نے دودھ منگایا۔ اور اسے پیا

Marfat.com

تو وہ دودھ زخم میں کو نکل گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ یہ سنکر لوگ انکی تعریفیں کرنے لگے۔ آپ نے انکی جواب میں فرمایا کہ کاش میں دنیا سے ویسا ہی رخصت ہو جاؤں۔ جیسا میں دنیا میں آیا تھا یعنی نہ میں مستحق ثواب ہوں اور نہ مستحق عذاب اور نہ مجھ سے کوئی حساب و کتاب ہو) اور اگر میرے قبضہ میں تمام مشرق مغرب ہوتی۔ اور میں انکو دیکر ہول مطلع سے نجات پا سکتا۔ تو میں ضرور دیدیتا اور جب سلمان فارسیؓ کا انتقال ہونے لگا۔ تو وہ رونے لگے۔ اور فرمایا۔ کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ دنیاوی سامان تمہارا اتنا ہونا چاہیئے۔ جتنا سوار کا توشہ اور میری یہ حالت ہے۔ کہ میں نے یہ سامان جمع کر رکھا ہے (پھر میں کیوں نہ روؤں) پس جب وہ مر گئے۔ تو اسکی قیمت کا تخمینہ کل پندرہ درہم ہوا۔ (اس سے ان حضرات کا خوف انکی احتیاط معلوم ہو سکتی ہے) اور جب ابراہیم نخعی کا انتقال ہونے لگا۔ تو آپ رونے لگے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا۔ کہ مجھے اپنے پروردگار کے قاصد کا انتظار ہے۔ جو خدا کی طرف سے میرے پاس آئے گا۔ اور اگر نہیں معلوم جنت کی خوشخبری سنائے گا۔ یا دوزخ کی اطلاع دیگا۔ اور محمد بن المنکدرؒ کا انتقال ہونے لگا۔ تو وہ رونے لگے۔ امیران سے کہا گیا۔ کہ کیوں روتے ہو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے ان گناہوں پر روتا ہوں۔ جنکو میں اپنی نظر میں معمولی سمجھتا تھا۔ مگر وہ خدا کے نزدیک بہت بڑے تھے اور محمد بن سیرینؒ کا انتقال ہونے لگا۔ تو وہ بھی رونے لگے۔ سوان سے بھی پوچھا گیا۔ کہ آپ کیوں روتے ہیں اسکے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ایک تو اس کوتاہی پر روتا ہوں۔ جو میں گذشتہ ایام میں کر چکا تھا اور دوسرے اسپر روتا ہوں۔ کہ اسوقت اسکے سزا میں مجھے گرم آگ میں داخل کیا جائیگا۔ اور جب عمرؒ بن عبدالعزیز کا انتقال ہونے لگا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے اللہ میں گناہ گار ہوں۔ اب اگر آپ مجھے معاف فرماویں۔ تو یہ آپکا احسان ہے اور اگر آپ عذاب دیں تو یہ آپکا عدل ہے اور اصلاً ظلم نہیں سکر میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اسکے بعد انتقال ہو گیا اور جب عامر بن قیس کا انتقال ہونے لگا۔ تو وہ روئے اور فرمایا۔ کہ میں موت سے گھبرا کر یا دنیا کی حرص سے نہیں روتا۔ بلکہ میں اسلئے روتا ہوں۔ کہ میں نے جی بھر کر خدا کی طاعت نہ کر لی۔ اور نہ جی بھر کر جاڑوں میں نمازیں پڑھیں۔ اور جبکہ عبداللہ بن مبارکؒ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے غلام سے فرمایا۔ کہ میرا سر زمین پر رکھ دو غلام یہ سنکر رونے لگا۔ تو دریافت کیا۔ کہ کیوں روتا ہے اس نے کہا مجھے آپ کے عیش کا زمانہ یاد آتا ہے اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا۔ اور ایک یہ زمانہ ہے۔ کہ آپ اسطرح جان دے رہے ہیں۔ تو انہوں نے

بھائی یہ افسوس و رنج کی بات نہیں۔ میں نے خود حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی۔ کہ میں ایسی حالت میں مروں
سکے بعد فرمایا۔ کہ جب میری حالت بدل جائے۔ تو مجھے لا الہ الا اللہ تلقین کرنا۔ اور ایک دفعہ تلقین کرکے دوبارہ
تلقین نہ کرنا۔ ہاں اگر اس کے مجھ سے کوئی اور کلام صادر ہو۔ تو پھر کلمہ مذکور تلقین کرنا تاکہ میرا آخر کلام لا الہ
الا اللہ ہو) اور عطا بن یسار فرماتے تھے۔ کہ ابلیس امام احمد بن حنبل کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور کہا۔ کہ اے احمد
تم مجھ سے بے خطر ہو کر دنیا سے جا رہے ہو۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ابھی بے کھٹکے نہیں ہوں۔ بلکہ اسوقت بے
کھٹکے ہوں گا۔ جب میری روح پرواز کر جاوے گی۔ اور حسن بصریؒ ایک شخص کے پاس گئے۔ جو نزع کی حالت
میں تھا۔ اور فرمایا کہ جسکا انجام یہ ہوا۔ اس کا آغاز بھی اس قابل ہے کہ اس سے بے رغبتی کی جاوے۔ (مطلب
یہ ہے۔ کہ یہ زندگی کا انجام ہے۔ پس زندگی ہی اس قابل نہیں۔ کہ اسکے خواہش کیجاوے) اور جب ابوذر
رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے موت جلدی سے گلا گھونٹ دے کیونکہ میں خدا سے (
جلدی) ملنا چاہتا ہوں۔ اور ابوالدرداء ایک قریب مرگ شخص کے پاس گئے۔ تو اسے الحمد للہ کہتے پایا۔ آپ
نے فرمایا۔ کہ ارے بھائی یہ کام تو نے بہت ٹھیک کیا ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ جب کوئی حکم نافذ فرماتے
ہیں۔ تو چاہتے ہیں۔ کہ لوگ اسپر انکی تعریف کریں۔ اور سفیان ثوری ایک بچے کے پاس گئے۔ جو نزع میں
مبتلا تھا۔ اور اسکے ماں باپ اسکے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ تو اس بچہ نے کہا۔ کہ آپ لوگ روئیں نہیں
میں جسکے پاس جا رہا ہوں۔ وہ مجھپر تم سے زیادہ مہربان ہے اور جب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
کا انتقال ہونے لگا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اے اللہ اس گناہ گار اور سنگدل بڈھے پر رحم فرما۔ اور اے اللہ
ٹھوکر دور کر دے (اور میری لغزش معاف فرما دے) اور اس شخص کی نادانی کے ساتھ جو آپکے
بھروسہ نہیں رکھتا اور نہ آپکے سوا کسی سے توقع رکھتا ہے حلم کا برتاؤ کیجیے اور یہ ...
اور جب ہشام ابن عبدالملک کا انتقال ہونے لگا۔ تو اس نے اپنی اولاد کی طرف نظر کی یہ لوگ اسوقت
اسکے پاس بیٹھے رو رہے تھے اور دیکھکر کہا۔ کہ ہشام نے تمہیں دنیا دی۔ اور تم اسپر روئے اس نے تمہارے
لئے اپنا جمع کیا ہوا ذخیرہ چھوڑا اور تم نے اسپر اسکے کمائے ہوئے گناہ چھوڑے (حاصل یہ کہ میں نے تم کو فائدہ
پہنچایا۔ مگر تم سے مجھے سوائے لغویات اور مفر باتوں کے اور کچھ نہ ملا) سو اب ہشام کا برا انجام ہے۔ اگر خدا نے
اسے معاف نہ کیا۔ اور جب ابوہریرہ کا انتقال ہونے لگا۔ تو وہ رونے لگے۔ اسپر لوگوں نے پوچھا کیوں روتے
ہو۔ تو فرمایا کہ منزل دور ہے۔ توشہ کم ہے یقین کمزور ہے۔ اور پل صراط سے دوزخ میں گرنے کا ڈر ہے ...

Marfat.com

ہوں اھ اب اے بھائی۔ تو اپنے نفس کو ٹٹول۔ کیونکہ تو ہر دم مرنے پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک سانس بھی ترے قبضہ میں نہیں۔ کہ ترے اختیار سے باہر آجاوے یا اندر چلا جاوے۔ اور رات دن خوب استغفار کیا کر۔ کیونکہ تو اس گھاٹے کے کنارہ پر ہے جو کہ نیکو ہے اللہ تیری ہدایت کا کفیل ہو۔ اور وہی نیکوں کی کفالت کرتا ہے۔ اور اسی پر اعتماد ہے الحمد للہ رب العالمین۔ (۱۵) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی جنازہ کو دیکھتے ہیں۔ تو اس سے نہایت عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اور روتے ہیں اور موت کا نہایت اہتمام کرتے ہیں چنانچہ ابو ہریرہؓ جب کسی کو جنازہ لیجاتے دیکھتے۔ تو جنازہ کو خطاب کرکے فرماتے۔ کہ میاں خدا کے پاس جاؤ۔ ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ اور مکحول دمشقی جب کسی جنازہ کو دیکھتے۔ تو فرماتے۔ کہ تم صبح کو جاؤ۔ شام کو ہم بھی آنیوالے ہیں۔ (اور فرماتے کہ موت بھی) نہایت بلیغ اور مختصر نصیحت ہے (اور ہماری غفلت بھی) بہت بری غفلت ہے کہ اگلا جاتا ہے۔ اور پچھلے کو عبرت نہیں ہوتی (اور وہ نہیں خیال کرتا کہ ایک روز ہم بھی یوں ہی چلے جائینگے۔) اور جنازہ کو دیکھکر کئی دن تک اُنکی ایسے حالت رہتی۔ جیسے کوئی دیوانہ ہو۔ اور اسید بن حضیرؓ فرماتے تھے۔ کہ جب کبھی میں کسی جنازہ کو دیکھتا ہوں تو مجھے صرف اس حالت کا خیال آتا ہے۔ جو اسکی ہونے والی ہے۔ اور اسکے سوا اور کوئی خیال نہیں آتا۔ نیز وہ (جنازہ کو دیکھکر) چند روز تک کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ اور ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ وہ کسی جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے۔ جب میت کو قبر میں اُتارا گیا۔ تو یہ بیہوش ہوگئے۔ اور لوگ انکو اس پلنگ پر اُٹھاکر گھر لائے۔ جس پر وہ اس مردہ کو قبرستان لے گئے تھے۔ اور مالک بن دینارؒ اپنے ایک بھائی کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور اسکو دیکھکر رونے لگے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے اسوقت چین آئے گی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوجاویگا کہ میرے بھائی کا انجام بخیر ہوا۔ اعمشؒ فرماتے تھے۔ کہ ہم جنازہ میں شریک ہوتے۔ تو یہ نہ پہچان سکتے۔ کہ اہل میت کون ہیں۔ جسکے تعزیت کیجائے۔ کیونکہ سب لوگوں کو رنج وغم ہوتا تھا (اور اسکے وجہ سے اہل میت اور دوسرے لوگ سب ہمرنگ ہوتے تھے) اور ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں میں شریک ہوتے تو ہر شخص کو منہ لپیٹے ہوئے اور روتے ہوئے دیکھتے تھے۔ اور ابراہیم زیاتؒ کا کچھ لوگوں پر گذر ہوا۔ جو کسی میت کیلئے دعائے رحمت کر رہے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ صاحبو۔ وہ مردہ جسکی تمکو فکر ہے۔ تین منزلیں طے کرچکا ہے۔ ایک ملک الموت کا دیکھنا۔ دوسری موت کی تلخی چکھنا۔ تیسری۔ سوء خاتمہ سے بے خوفی اور تمکو یہ تینوں مرحلے طے کرنے ہیں۔ اسلئے تمکو اپنا اندیشہ ہونا چاہئے۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور عمرو بن ذرؒ ایک ایسے شخص کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جو سخت بدافعال تھا۔ اور لوگ اسکے بدکاری کی وجہ سے اُسکے جنازہ میں شرکت سے احتراز کرتے تھے

Marfat.com

جب لوگوں نے اسکو قبر میں اُتارا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اے فلاں خدا تجھپر رحم کرے۔ تونے توحید کی حمایت اور اپنے چہرہ کو (خدا کے سامنے) خاک آلود کیا (کیونکہ تو نماز پڑھتا تھا) اگرچہ لوگ تجھپر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ گناہ گار اور سخت بدکار تھا۔ مگر ہم میں سے کون ایسا ہے۔ جو گناہ نہیں کرتا۔ اور اس سے غلطی نہیں ہوتی۔ انکے اس بیان کا اتنا اثر ہوا کہ وہ شخص جو نعش اٹھائے ہوئے تھا رونے لگا (نعش اس پلنگ وغیرہ کو کہتے ہیں جسپر مردہ کو لیجاتے ہیں۔) پس اے بھائی تو اسکو سمجھ لے۔ اور تو بھی یوں ہی عبرت حاصل کیا کر جسطرح یہ اکابر عبرت حاصل کرتے تھے۔ اور خوب رویا کر اور خوب چیخا کر۔ کیونکہ تیرے سامنے وہ ہولناک واقعات ہیں جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۱۶) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ جب وہ لوگ موت اور سکرات موت کو یاد کرتے ہیں۔ تو اپنے سوء خاتمہ کے خوف سے نہایت رنج و غم کرتے ہیں یہانتک کہ شدت غم سے اُنکی عقلیں متزلزل ہو جاتی ہیں۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ جب یعقوبؑ کے پاس یوسف علیہ السلام کے زندہ اور خوش عیش ہونے کی خبر دینے والا آیا۔ اور آکر اُس نے یہ خوشخبری سنائی۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ بھائی میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے میں تیرے اس خوشخبری کا بدلہ دے سکوں۔ ہاں میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھپر سکرات موت کو آسان فرمائے۔ (اس سے تم سمجھ لو کہ سکرات موت کسقدر خوف کی چیز ہے۔ اور اس سے کسقدر ڈرنا چاہیئے۔) میں کہتا ہوں۔ کہ بعض حضرات کا یہ ملفوظ پیشتر گذر چکا ہے۔ کہ میں آسانی سے روح پرواز کرنیکو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اسمیں سختی کو پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ مومن کا آخری عمل ہے۔ اسلئے اسکو جسقدر ثواب مل جاوے غنیمت ہے۔ پس (تم دعائے تخفیف والتجائے تشدید میں تعارض نہ خیال کرنا۔ کیونکہ دونوں جدا گانہ ہیں۔ چنانچہ) دعائے تخفیف اس موقع پر ہے۔ جہاں تشدید سے ناگواری کا اندیشہ ہو اور [illegible] وہاں ہے۔ جہاں ناگواری کا اندیشہ نہو) واللہ اعلم نیز کعب احبارؓ فرماتے تھے۔ کہ موت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک خاردار درخت آدمی کے بدن میں داخل کر دیا جاوے۔ اور اس کا ہر کانٹا بدن کے ایک رگ کو پکڑے۔ پھر اسکو کوئی زور سے کھینچ لے۔ جس سے کچھ رگیں ٹوٹ جائیں۔ اور کچھ ماؤف ہو کر رہجائیں۔ اور سلمان فارسیؓ فرماتے تھے۔ کہ جب موت کے وقت مومن کی پیشانی پر پسینہ آئے۔ اور آنکھوں میں چمک ہو۔ اور نتھنے پھول جائیں۔ تو یہ علامتیں اچھی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میت مرحوم ہے (کیونکہ پیشانی کا پسینہ شدت نزع پر دلالت کرتا ہے۔ جو مکفر ذنوب ہے۔ اور آنکھوں کا چمکنا اور نتھنوں کا کھولنا۔ دلالت کرتا ہے۔ کہ میت کو نعمائے آخرت کا مشاہدہ ہوا ہے۔ جس سے اُسکو خوشی حاصل ہوئی ہے) اور جب وہ یوں خرخر کرے

جیسے گلا گھونٹا ہوا شخص کرتا ہے۔ اور اُسکی رنگت ماند پڑ جاوے۔ اور منہ پر جھاگ آجائیں۔ تو یہ علامتیں ہیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میت معذب ہے۔ (چونکہ یہ علامتیں بعضی تخمینی ہیں۔ اسلئے انپر اعتماد نہ کرنا چاہئیے۔ واللہ اعلم) اور حسن بصری جب اپنے کسی بھائی کی قبض روح کیوقت موجود ہوتے۔ تو انپر اسکا اسقدر اثر ہوتا۔ کہ کئی دن تک نہ کچھ کھاتے اور نہ کچھ پیتے۔ اور صرف رونے اور چیخنے سے کام ہوتا۔ اور فرماتے تھے۔ کہ مومن کو تین چیزیں کبھی نہ بھولنی چاہئیں۔ ایک دنیا۔ دوسرے اُسکے حالات کا اختتام تیسرے موت (دنیا کے نہ بھولنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُس سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئیے مبادا کسی وقت دھوکا دیدے اور اسکے حالات کے اختتام کو نہ بھولنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اُسکی خوشی اور غم کو معتد بہ نہ سمجھے۔ نہ خوشی سے بے فکر ہو۔ اور نہ غم سے متفکر ہو۔ بلکہ سمجھے کہ یہ سب ختم ہونے والے ہیں۔ اور موت کے نہ بھولنے کا یہ مقصد کہ ہر وقت اُسکے لئے تیاری کرتا ہے۔ واللہ اعلم) اور سفیان ثوری کے سامنے جب کوئی موت کا تذکرہ کرتا تو (شدت غم سے اُنکی یہ حالت ہو جاتی۔ کہ) بالکل معطل ہو جاتے۔ اور کوئی ان سے منتفع نہ ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص کوئی بات پوچھتا بھی تو فرماتے۔ کہ مجھے معلوم نہیں (کسی اور سے دریافت کر لو) اور شفیق زاہد فرماتے تھے۔ کہ لوگوں نے دین میں چند باتوں کی (نہایت شدید) مخالفت کی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ (دینی حیثیت سے) اقرار کرتے ہیں۔ کہ خدا ہماری روزی کا کفیل ہے۔ مگر (وہ اسپر عمل نہیں کرتے اور انکو کفالت خداوندی پر اعتماد نہیں۔ بلکہ) وہ اسی پر مطمئن ہوتے ہیں جسکو وہ جمع کر لیتے ہیں۔ دوسرے وہ (دینی حیثیت سے) اقرار کرتے ہیں۔ کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے مگر (وہ اسپر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ) ہم انکو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ مال جمع کرتے ہیں۔ لیکن وہ (اس سے آخرت میں منتفع ہونے کیلئے) اسکو خرچ نہیں کرتے۔ تیسرے وہ اقرار کرتے ہیں کہ ہمیں مرنا ضرور ہے مگر وہ (عملاً اسکی بھی مخالفت کرتے ہیں اور) ایسے لوگوں کے سے کام کرتے ہیں جنکو موت کا خیال بھی نہیں۔ اور جب عطا سلمی کے انتقال کا وقت ہوا اور انکے احباب اُن کے نزع کی آسانی کی دعا کرنے لگے۔ تو انہوں نے اُنکی طرف دیکھا۔ اور فرمایا کہ ایسی دعا نہ کرو۔ کیونکہ میں ان ہولناک واقعات کے خوف سے جن سے میں بعد مرگ دفعۃً ملاقی ہونگا۔ یہ چاہتا ہوں۔ کہ قیامت تک میری جان (نہ نکلے اور) میرے گلے اور کوے کے درمیان پھرتی رہے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص زمین کی وہ حالت دیکھنا چاہے جو اہل زمین کے فنا ہو جانیکے بعد ہو گی۔ وہ حاجیوں کے چلے جانیکے بعد ان کے فرودگاہوں کو دیکھے ابو العتاہیہ نے اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ اور کہا ہے ؎

Marfat.com

نفنی وتبقی الارض بعد کمثل ما — یبقی المناخ وترحل الرکبان

ترجمہ ہم فنا ہو جاوینگی۔ اور زمین رہ جاویگی جسطرح پڑاؤ رہجاتا ہے۔ اور سوار کوچ کر جاتے ہیں۔ اور حسن بن عمران فرماتے تھے۔ کہ موت آروں سے چیرنے سے اور ہانڈیوں میں پکانے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اور اگر میت کے ایک بال کی تکلیف تمام اہل دنیا پر ڈالی جاوے۔ تو اس سے وہ اسقدر تکلیف محسوس کریں کہ انکو کھانے اور پینے کا خیال نہ رہے۔ اور حسن بن علیؓ کا ایک مکان کے دروازہ پر گذر ہوا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ یہ مکان ایک وقت میں گویا تھا اب کیا بات ہے۔ کہ میں اسے خاموش دیکھتا ہوں یعنی پہلے اسمیں سے آدمیوں کی آواز آتی تھیں۔ اور اب کسی کی آواز نہیں آتی۔ تو دروازہ کے پیچھے سے ایک عورت نے جواب دیا۔ کہ اسکے رہنے والے یتیم اور بیوہ ہوگئے (یعنی صاحب خانہ کا انتقال ہوگیا۔ اور چہل پہل ختم ہوگئی) یہ سنکر امام حسن اتنے روئے۔ کہ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی۔ اور جبکہ امیر المومنین عمر بن الخطاب زخمی کئے گئے۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ آپکے جسم کو آگ نہ چھوویگی۔ یہ سنکر آپنے فرمایا کہ تم لوگ ناواقف ہو۔ (تمہیں میری حالت کی کیا خبر) مجھے ڈر ہے کہ کہیں جہنم کا کوئلہ نہ بنوں۔ (اہل اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو ہیچ اور اپنی معمولی کوتاہیوں کو پہاڑ کے برابر سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر امیر المومنین نے ایسا فرمایا ہے۔ حضرات شیعہ اس قسم کے مضامین سے امیر المومنین پر طعن کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کچھ تو تھا۔ جو اتنا خوف تھا ورنہ کیوں ڈرتے تھے مگر یہ انکی صریح بددیانتی ہے۔ حضرات اہل بیت سے اس قسم کی باتیں ثابت ہیں تو کیا وہ انپر بھی طعن کرینگے نعوذ باللہ من سوء الفہم وتقلید الباطل مترجم) نیز انکے زخمی ہونیکی حالت میں کچھ لوگ اُن کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے بعد اپنے صاحبزا[illegible] کو خلیفہ بنا دیجئے۔ کیونکہ وہ نیک آدمی ہیں۔ تو آپنے فرمایا کہ کیا آل خطاب کیلئے یہ کافی نہیں ہے [illegible] روز خدا کے سامنے اسطرح حاضر کیا جاوے گا۔ کہ اُسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے۔ (میرے نزدیک یہ کافی ہے۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو اس بلا میں مبتلا کروں) اور ابن ابی ملیکہ فرماتے تھے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ تو انکی اولاد میں سے کسی نے انکو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ ابا جان آپنے موت کو کیسا پایا تو آپنے فرمایا کہ میں محسوس کرتا تھا۔ کہ میری جان زنجیروں میں باندھکر نکالی جاتی ہے۔ اور یہ سوال مجھسے حق تعالی نے بھی فرمایا تھا۔ اور میں نے انکو بھی یہی جواب دیا تھا۔ اسپر انہوں نے فرمایا تھا۔ کہ ہمنے آپ پر موت کو آسان کر دیا تھا۔ (ورنہ موت نہایت سخت چیز ہے) اور ابن عباسؓ فرماتے تھے۔ کہ جب ملک الموت حضرت موسی علیہ السلام کی روح قبض کرنے آئے۔ تو فرمایا۔ کہ کیا آپنے آج شراب پی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ

Marfat.com

میرا تو روزہ ہے۔ اسپر انہوں نے منہ سونگھا اور منہ کی بو کے ساتھ روح قبض کر لی۔ جب انکا انتقال ہو چکا تو ان سے پوچھا گیا۔ کہ اے موسیٰ فرمائیے آپ نے موت کو کیسا پایا آپنے فرمایا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے زندہ بکری کی کھال کھینچی جاتی ہو اور ربیع بن خثیم فرماتے تھے۔ کہ اسوقت سے پہلے پہلے اپنی مقدور بھر موت کی تمنا کر لو۔ جبکہ تم ایسے مکان میں منتقل ہو جاؤ۔ جہاں تم موت کی تمنا کرو۔ اور تمہاری درخواست قبول نہو۔ مطلب یہ ہے۔ کہ دوزخ میں جانے سے پہلے۔ موت کی تمنا کر لو (اور موت کی تمنا سے مراد زبان سے تمنا نہیں ہے۔ بلکہ موت کیلئے عملی تیاری اور شوق آخرت مراد ہے) اور ابن سیرینؒ کی یہ حالت تھی۔ کہ جب لوگ انکے سامنے موت کا تذکرہ کرتے تو انکا ہر عضو معطل ہو جاتا (اور سکتہ کی سی کیفیت اُنپر طاری ہو جاتی) اور کعب احبارؒ فرماتے تھے۔ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام سام بن نوح کو زندہ کیا۔ تو اس سے فرمایا۔ کہ تم کب سے مردہ ہو اُس نے کہا چار ہزار برس سے۔ پھر پوچھا۔ کہ تمنے موت کو کیسا پایا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ابتک اُسکی تکلیف اور اُسکی گرمی نہیں گئی۔ اور رابعہ عدویہ سے کہا گیا۔ کہ کیا۔ کہ تم موت پسند کرتی ہیں تو (اُنہوں نے فرمایا کہ اگر میں کسی آدمی کی نافرمانی کرتی۔ تو مارے شرمندگی کے اسکے سامنے جانا پسند نہ کرتی۔ پھر خدا کی نافرمانی کر کے اُس کے سامنے جانا کیونکر پسند کرونگی اور یحییٰ بن معاذؒ نے کسی دو لتمند کے گھر میں کسی عورت کو نوحہ کرتے سنا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ دنیا سے دھوکا کھانے والوں کی حالت پر افسوس ہے یہ لوگ اپنے گھروں میں کب تک آخرت کا شور سنتے رہیں گے اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہونگے (مطلب یہ ہے کہ نوحہ آخرت کا شور ہے۔ جو لوگوں کو آخرت کی طرف بلاتا ہے مگر وہ اتنے غافل ہیں۔ کہ نہیں سنتے۔ اور آخرت کیلئے تیار نہیں ہوتے) اور حامد لفاف فرماتے تھے۔ کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کریگا اُسکو تین نعمتیں عطا ہونگی۔ ایک تو یہ کہ اپنے گناہوں سے جلدی توبہ کریگا۔ اور دوسری یہ کہ اسکو قناعت نفس حاصل ہوگی تیسرے یہ کہ وہ جی کھول کر عبادت کریگا۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ تو آسمانوں کے فرشتے ایک دوسرے کے پاس متاسفانہ اپنے رخسار وں پر ہاتھ رکھے ہوئے آئے۔ اور کہا کہ بس جی۔ جب موسیٰ کلیم اللہ بھی مرگئے۔ تو اب کون رہ گیا۔ جو نہ مریگا۔ (یہ قصہ کچھ جی کو نہیں لگتا۔ وہب بن منبہ اسرائیلیات کے ماہر تھے انہوں نے اُنکی کسی کتاب میں دیکھ کر نقل کر دیا ہے واللہ اعلم) نیز وہ یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ آدمی اسوقت تک نہیں مرتا جب تک کہ وہ کاتب اعمال فرشتوں کو نہیں دیکھ لیتا۔ اب اگر اُس نے اُنکے ساتھ خوبی سے رفاقت کی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ خدا تجھ رفیق کو جزائے خیر دے تو ہمارا بہت اچھا رفیق تھا۔ تو ہمیں بہت مرتبہ اپنی مجالس خیر میں لے گیا ہے اور تیری بے ریا طاعت میں ہمنے بہت مرتبہ عمدہ خوشبوئیں سونگھی ہیں اور اگر اُس نے برائی کی

انکی رفاقت کی ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ خدا تجھے جزائے خیر نہ دے۔ تو ہمارا برا رفیق تھا۔ تونے بہت مرتبہ اپنے ساتھ ہمیں معاصی میں موجود ہونیکا موقعہ دیا ہے۔ اور ہم نے تجھسے بہت مرتبہ بدبو سونگھی ہے۔ نیز وہ یہ فرماتے تھے۔ کہ خدا کو وہی شخص راضی کرسکتا ہے جو ہر وقت یہ سمجھتا ہو۔ کہ خدا مجھے دیکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ محققین نے بیان کیا ہے۔ کہ خدا کو اسطرح پیش نظر رکھنا۔ کہ کسی سانس میں غفلت نہو انسانی طاقت سے باہر ہے واللہ اعلم اس مقام پر غور کرلیا جاوے (میں کہتا ہوں کہ وہب بن منبہ کا یہ مقصود نہیں ہے۔ بلکہ انکا مقصود اس مراقبہ کی کثرت ہے۔ جسکو مبالغۃ دوام سے تعبیر کردیا واللہ اعلم مترجم) اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ کل بھی زندہ رہیگا۔ وہ موت کیلئے تیار نہیں ہے۔ نیز وہ فرماتے تھے کہ خدا کی یاد سے طاعت پیدا ہوتی ہیں۔ اور معاصی اُسکے بھولنے سے۔ پس اے بھائی تو اسکو خوب سمجھ لے اور تنہائی نیز علماء باعمل و عابدون و زاہدوں کی صحبت اختیار کر اور اہل غفلت اور راغبین فی الدنیا کی صحبت سے نہایت درجہ پرہیز کر کیونکہ انکا میل جول قلب میں تاریکی پیدا کرتا ہے اور قیامت کے خوفناک احوال کے مشاہدہ سے مانع ہوتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۱۷) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ دنیا کو اور اسکے خواہشات کو بنظر عبرت دیکھتے ہیں نہ کہ بنظر محبت چنانچہ جمہور سلف صالحین اسی طریق پر چلتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے۔ آپنے فرمایا۔ سعد کہاں تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور میں جنگل میں ایسے لوگوں کے پاس تھا۔ جنکو کھانے پینے اور شہوت رانی کے سوا کوئی مشغلہ ہی نہیں۔ اسپر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمکو اُنکی حالت پر تعجب ہے۔ تم کہو تو میں تمکو ان سے بھی زیادہ قابل تعجب بات بتلادوں انہوں نے عرض کیا۔ کہ فرمائے۔ آپنے فرمایا۔ کہ جو شخص ایسے باتونکی برائی کو جانتا ہو جنکو تم نے ان لوگوں کے متعلق تعجب ظاہر کیا ہے اور پھر وہ اس قسم کی باتیں کرے۔ اسکی حالت ان سے زیادہ قابل تعجب ہے۔ اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا کی حالت میں غور کرے۔ اور اس سے عبرت حاصل کرے۔ اُسکے اعمال میں کمی نہ آئیگی۔ اور حاتم سے کسی نے پوچھا۔ کہ آدمی کب اس قابل ہوتا ہے۔ کہ اسکو دنیا سے عبرت حاصل کرنے والے سمجھا جاوے۔ آپنے فرمایا۔ کہ جب آدمی دنیا کی ہر چیز کا انجام بربادی سمجھے۔ اور سمجھے کہ اس کا مالک ایک روز مٹی میں جاویگا۔ (یعنی یہ علم اُسکے لئے ہر وقت مستحضر ہو۔ اور اسکے مقتضے پر عامل ہو۔ ورنہ اتنی بات ہر شخص جانتا ہے) اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے۔ کہ تم جو دنیا کو دیکھو۔ تو اُس سے تمہارا مقصد عبرت حاصل کرنا ہونا چاہیئے۔ اور تم جو اُسکے لئے کوشش کرو یہ کوشش سخت مجبوری کی حالت میں ہونی چاہیئے۔ اور اپنے اختیار سے جو کام کرو۔ وہ یہ ہونا چاہیئے۔ وہ

Marfat.com

یہ ہونا چاہیئے کہ دنیا پر لات مار دو اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے۔ کہ جسکے گھر سے جنازہ نکلے۔ اور وہ اس سے عبرت نہ حاصل کرے تو نہ اُسکے لئے علم نافع ہے۔ نہ حکمت اور نہ نصیحت اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے کہ زمین دو شخصوں کی حالت پر تعجب کرتی ہے۔ ایک وہ شخص جو اپنے سونے کیلئے خواب گاہ درست کرے اور بچھونا بچھائے اُس سے زمین کہتی ہے۔ کہ تو کیوں نہیں یاد کرتا۔ کہ مجھے میرے اندر زمانہ دراز تک بلا بستر رہنا ہوگا۔ اور دوسرے وہ شخص جو اپنے کسی بھائی کے ساتھ کسی قطعہ زمین کے بارہ میں جھگڑا کرتا ہے۔ اُس سے زمین کہتی ہے۔ کہ تو ان لوگوں کی حالت میں کیوں نہیں غور کرتا۔ جو تجھسے پہلے اسکے مالک رہ چکے ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ گذر گئے ہیں جو اس کے مالک ہوئے مگر انمیں رہ نہ سکے اور مالک بن دینارؒ فرماتے تھے۔ کہ جس شخص کی ظاہری و باطنی آنکھ نے اس دنیا سے عبرت حاصل کرکے آخرت کی طرف انتقال نہ کیا اس کے دل پر پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ عمل کم کریگا۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے۔ کہ ابراہیم تیمیؒ کا قاعدہ تھا کہ وہ رات کو اپنے مکان کے آنگن میں پیشاب کیا کرتے تھے ایک وہ حجرہ سے پیشاب کرنے نکلے۔ تو صبح تک دنگ کھڑے رہے اس پر ان سے کسی نے اسکا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ جب میں نے پیشاب کرنیکا ارادہ کیا۔ تو مجھے دوزخیوں اور انکی تکالیف کا خیال آگیا۔ اور وہ لوگ عالم خیال میں میرے سامنے صبح تک زنجیروں اور بیڑیوں میں بندھے ہوئے پیش ہوتے رہے۔ یہ سماں دیکھکر میری تند اڑگئی (اور میں متحیر کھڑا رہا) اور عمر بن عبد العزیزؒ کی بیوی فاطمہ فرماتی تھیں۔ کہ واللہ نہ عمر بن عبد العزیز کو کسی نے زہر دیا۔ اور نہ کسی نے انھیں (خفیہ تدبیر سے) قتل کیا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اُن کا انتقال تو خدا کے خوف اور دوزخ کے ڈر سے ہوا۔ اور ثابت بنانیؒ فرماتے تھے۔ کہ داؤد علیہ السلام کا ایک تنور پر گذر ہوا۔ جو دہونکا جارہا تھا اسکو دیکھکر انکو دوزخ یاد آگئی۔ اُسکے یاد آتے ہی۔ لوٹ گئے اور بیہوش ہوگئے۔ اور خدا کے خوف سے انکی حالت ہوتی تھی کہ اُنکے اعضا اور جوڑ ایک دوسرے سے جدا ہونیکو ہو جاتے اور لوگ انکے اعضا کو رسیوں سے باندھ دیتے تھے۔ تاکہ وہ انکو حرکت دے سکیں۔ اور چند روز تک یوں ہی بندھے رہتے۔ اور گرمی کے زمانہ میں فرماتے تھے۔ کہ الٰہی ہم سے تو آپ کے آفتاب کی گرمی بھی برداشت نہیں ہوتی ہم آپکی آگ کا تحمل کیونکر کرینگے۔ اور یزید بن مرثدؒ کی آنکھوں سے برابر آنسو جاری رہتے تھے۔ کسی نے اسکا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ کہتے۔ کہ وہ میری نافرمانی کی صورت میں مجھے حمام کے پانی میں داخل کرینگے۔ تو اسوقت بھی مجھے زیبا تھا کہ میں خون کے آنسو سے روؤں۔ اور اب تو یہ فرمایا ہے کہ جو کوئی میری نافرمانی کریگا میں اسے دوزخ میں جلاؤں گا تو اب کیسے نہ روؤں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا ایک قبرستان پر گذر ہوا۔ تو وہاں آپ نے کسی کو کہتے سنا۔ کہ

بے نقص بدن۔ اور نمکین چہرے اور فصیح زبانیں۔ مٹی کے اندر عذاب الٰہی سے چیختے ہیں (اور کوئی انکی مدد نہیں کر سکتا) اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے۔ کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ کہ وہ ہم لوگوں سے زیادہ ضعیف العقل ہو ہم لوگ دھوپ کے مقابلہ میں سایہ کو اختیار کرتے ہیں۔ مگر دوزخ کے مقابلہ میں جنت کو اختیار نہیں کرتے۔ حالانکہ دوزخ دھوپ سے کہیں زیادہ موذی ہے۔ اور جنت سایہ سے کہیں زیادہ راحت بخش ہے پس اے بھائی ان باتوں کو سمجھ لے اور اپنے مشاہدہ موجودات کو موجب عبرت بنا یعنی جو کچھ تو دیکھے اس سے عبرت حاصل کر۔ والحمد للہ رب العالمین

(۱۸) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس سے بچاتے ہیں۔ کہ وہ انکے (ان) برے افعال کا اتباع کریں (جو ان سے سہو یا غفلت کے وجہ سے بعض اوقات صادر ہو جاتے ہیں) اور اس سے مقصود انکا لوگوں کی خیر خواہی ہوتی ہے۔ زندگی میں بھی (کہ وہ میرے افعال سے بچیں) اور مرنے کے بعد بھی (کہ انکے برے نتائج سے بچیں) نیز اسمیں خود ان حضرات کی ایک غرض ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ان لوگوں کے سبب سے جنھوں نے ان حضرات کا ان بری باتوں میں اتباع کیا تھا۔ جو ان سے بوجہ غفلت یا بوجہ سہو احیانا صادر ہو جاتی ہیں خود یہ حضرات گنہگار نہوں معلوم ہوا ہے۔ کہ سکندر ذوالقرنین کے زمانہ میں سیلاب کے ذریعہ سے ایک سونے کی قبر ظاہر ہوئی جس کا طول و عرض دس دس ہاتھ تھا۔ لوگوں نے اس قبر کو کھولا۔ تو دیکھا کہ ایک شخص ایسے تخت پر سو رہا ہے۔ جسکے پائے سونے کے ہیں اور ریشمی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ اور اسکے گلے میں زبرجد کی ایک تختی پڑی ہوئی ہے جسمیں لکھا ہے اسم واجب الوجود وعلۃ العلل (یہ بجائے بسم اللہ کے ہے۔ اور اسکے بعد اصل مقصود ہے جو یہ ہے) جس چیز کی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ہے چنانچہ میں ایک ہزار برس تک دنیا کے ربع مسکون کا مالک رہا۔ اور میرے ملک کی روزانہ آمدنی اسقدر سونا تھی جسقدر میرے قبر میں لگا ہوا ہے۔ آفتاب و ماہتاب۔ اور تمام آسمان میرے تابع تھے [illegible] دنیا یہ سب میرے فرماں بردار تھے۔ یہ سب کچھ تھا۔ مگر پھر بھی میں عالم بالا کو چلا گیا [illegible] اپنا جسم چھوڑ گیا۔ جو کسی وقت فنا ہو جاویگا۔ تاکہ میرے بعد آنیوالی نسلیں اس سے سبق لیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو پیدا ہوا ہے۔ وہ ضرور فنا ہوگا۔ باقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اھ اس واقعہ کو امام غزالی نے ذکر کیا ہے اور اس جگہ اسکے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے۔ کہ اس بادشاہ نے لوگوں کو اس سے بچا دیا۔ کہ وہ دنیا میں مشغول ہو کر موت سے۔ غافل ہو کر اسکا اتباع کریں۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ داؤد علیہ السلام بیت المقدس کے ایک غار میں داخل ہوئے۔ تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ اسمیں ایک تخت رکھا ہے۔ جسپر ایک مردہ پڑا ہے اور اسکے سرہانے۔ ایک تختی رکھی ہوئی ہے میں یہ لکھا ہے۔ میں فلاں بادشاہ ہوں میں نے ہزار سال دنیا پر حکومت کی اور ہزار دوشیزہ لڑکیوں سے شادی کی

Marfat.com

اور ہزار شہر بسائے۔ اور ہزار لشکروں کو شکست دی۔ اور میں یہاں مردہ پڑا ہوں سوائے اہل دنیا میری حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔ کہ بسا اوقات آدمی کا دشمن اسکو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اللہ اسکو اس سے دفع کر دیتا ہے۔ اور اسکو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسکے بعد یہ آیت پڑھتے۔ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم۔ اور انس بن مالکؓ فرماتے تھے۔ کہ قیامت سے پیشتر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا۔ کہ ہمیں لوگوں کو شعر سننا بہ نسبت قرآن سننے کے زیادہ محبوب ہوگا۔ اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے کہ مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ کہ وہ نیکوں پر اسقدر سختی کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ بیچارے کوئی مباح کام کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ ان سے اسکو برا سمجھتے ہیں اور اپنی ساتھ اتنی نرمی کرتے ہیں۔ کہ نہایت بڑے گناہ کرتے ہیں اور کبھی نہیں خیال کرتے کہ ہم لوگ برا کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ غیبت کرتے ہیں۔ چغلی کھاتے ہیں۔ حسد کرتے ہیں۔ کینہ رکھتے ہیں۔ کھوٹ رکھتے ہیں۔ تکبر کرتے ہیں۔ خود پسندی کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر قسم کی گناہ کرتے ہیں مگر کبھی صدق دل استغفار نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی بزرگ مباح کپڑا پہن لے یا مباح مٹھائی۔ یا مباح شکر کھالے۔ تو اسپر طعن کرتے (کہ یہ کیسے بزرگ جو ایسا ایسا کرتے ہیں خدا بچائے اس غلط بینی اور فہمی سے) اور ابو حمزہ بغدادی فرماتے تھے۔ کہ جب علما موت روحانی میں مبتلا ہو کر عوام کی خوشامدانہ شکر گذاری کرنے لگیں۔ تو تم اسپر نظر نہ کرو۔ بلکہ تم اس شکر پر نظر کرو جو عابدوں و زاہدوں کی جانب سے ان لوگوں کی کی جاتی ہے (کیونکہ بہ نسبت علما کے عباد و زہاد اس سے دور تر تھے۔ پھر جب وہ بھی اس بلا میں پھنس گئے۔ تو علما کی کیا شکایت ہے) اور صالح مری نے ایک مرتبہ کہا کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا دروازہ برابر کھٹکھٹاتا رہے گا۔ تو کبھی نہ کبھی ضرور کھل جاویگا یہ سنکر ایک عورت نے کہا کہ کیوں حضرت کیا اللہ تعالیٰ کا دروازہ کبھی کسی پر بند بھی ہوا ہے۔ تو انکو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا۔ اور فرمایا کہ عورت آگاہ ہو گئی۔ مگر بڈھا مرد نہ سمجھا۔ (یہ تھا ان حضرات کا اتباع حق۔ اور یہ حالت تھی انکی لوگوں کو اپنے لغزشوں کے اثر سے بچانیکی) اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ نبی یا بزرگ کو وہی برا کہتے ہیں۔ جو انکے اہل شہر یا پڑوسی ہیں۔ ص (اس زمانہ میں تو حالت اور بھی خراب ہو گئی ہے اسلئے کہ اہل اللہ کے اہل شہر اور پڑوسی بالخصوص انکے ہم قوم محض طور پر ان سے جلتے ہیں۔ خدا بچاوے اسپر فتن زمانہ سے مترجم) اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے کہ جب کہ تو کسی عالم کو ایسی جگہ دیکھے۔ جو اسکے شایاں شان نہیں ہے۔ تو اسپر ملامت کرنیمیں جلدی نہ کر کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ باوجود ہونیکے تجھسے زیادہ اس مقام سے بچنے والا ہو۔ اور باوجود تیری ملامت کے تجھسے کم قابل ملامت ہو۔ (کیونکہ ممکن ہے۔ کہ اسکو کوئی عذر ہو جسکی تجھے اطلاع نہو۔ اور بلا عذر کے وہ اس بارہ میں تجھسے زیادہ محتاط ہو۔) میں کہتا ہوں

ص کیونکہ وہ انکو نصیحت کرتے ہیں اور وہ سننا نہیں چاہتے۔ لہذا وہ انھیں برا سمجھتے اور برا کہتے ہیں۔

Marfat.com

ں کتاب میں یہ مضمون بھی آئے گا۔ کہ بعض دیندار ایسے بھی ہیں۔ جو معصیت کے مقام سے نہیں ہٹتے کیونکہ وہ وہاں کے
رہنے والوں کیلئے سفارش کرتے ہیں اور انکی سفارش انکے حق میں قبول کیجاتی ہے۔ اور اس بنا پر وہ نزول بلا سے
انکے محافظ ہوتے ہیں۔ ایسے حالت میں ان لوگوں پر جلدی سے اعتراض نہ کر دینا چاہئے۔ اُنکی حالت کی تحقیق کر کے
اعتراض کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے۔ کہ جب نفس کو مال مل جاوے تو ایسا سمجھو جیسا بھیڑئے کو جنگل
میں بکری مل جاوے (کیونکہ جسطرح بھیڑیا بکری کا بھوکا ہوتا ہے یوں ہی نفس مال کا بھوکا ہے) اور ابو الدرداؓ فرماتے
تھے۔ کہ خدا کی عبادت کو اپنے اوپر مصیبت نہ بناؤ۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ حضرت اسکا کیا مطلب ہے۔ آپنے فرمایا۔ یہ مطلب
ہے کہ آدمی اپنے ذمہ کوئی نیک کام ٹھیرا لے پھر اُسے پورا نہ کرے جس سے اوپر اسکا وبال ہو اور چونکہ اس وبال کا
ذریعہ خدا کی عبادت ہوئی ہے اسلئے ہم نے کہا۔ کہ خدا کی عبادت کو اپنے اوپر مصیبت نہ بناؤ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے
ہے۔ کہ خدا کے ہر کلام کے معنی اس طرف راجع ہوتے ہیں۔ کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور کسی کو اس بارہ میں شک نہ کرنا
چاہئے۔ اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص درہم سے اسکے ذات کیلئے محبت کرتا ہے۔ وہ بھی اسسے آخرت کیلئے
محبت کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ جسکو خود روپیہ سے محبت ہے۔ یہ محبت بھی مذموم نہیں۔ کیونکہ روپیہ فی حد ذاتہ
خدا کی نعمت ہے۔ اور خدا کی ہر نعمت قابل محبت ہے۔ اور اسکی محبت شرعاً مطلوب ہے۔ ہاں اگر کسی کو روپیہ سے
اسلئے محبت ہے۔ کہ وہ اسکو معاصی کا ذریعہ بنادیگا۔ تو یہ بیشک مذموم ہے) پس اے بھائی اس مضمون کو سمجھ لے
اور خدا سے دعا کر کہ اللہ ہمیں دوسروں کیلئے سبب عبرت نہ بنا۔ اور ہمکو ہمارے عیوب دکھلادے والحمد للہ
رب العالمین۔ (۱۹) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ اپنے کو سب سے زیادہ فاسق سمجھتے ہیں۔ اور جانتے
ہیں کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنکو دعا قبول کرے۔ اور اسی لئے ان میں کے بعض حضرات استسقا
کیلئے لوگوں کے ساتھ نہ جاتے تھے۔ اور سعید بن جبیر فرماتے تھے۔ کہ شاہان بنی اسرائیل میں سے کسی بادشاہ
کے زمانہ میں قحط پڑا لوگوں نے بارش مانگی۔ مگر۔ مینہ نہیں برسایا گیا۔ اسپر بادشاہ نے کہا کہ اگر خدائے تعالیٰ نے ہمپر بارش
نہ بھیجی تو خیر ورنہ میں اسے ستاؤنگا کسی نے اوس سے کہا۔ کہ تو اسے کیسے ایذا دے سکتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ
کا آسمان میں ہونا بھی محال ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ اور مکان سے منزہ ہے (تو تیرا اسے ایذا دینا کیونکر ممکن ہے) تو اسنے
کہا کہ (یہ صحیح ہے۔ مگر میں اسے اسطرح ایذا دونگا) اسکے دوستوں اور فرمانبرداروں کو قتل کر دونگا۔ پس یہی اُسکی
ایذا ہے۔ ہو (گو یہ بات نہایت بیباکی و جرأت پر دلالت کرتی ہے اور اسلئے وہ بادشاہ سخت سزا کا مستحق تھا
مگر) اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور حلم سے اُنھیں بارش عطا فرمادی اور ایک دینارؒ سے لوگوں نے عرض کیا

ـه اصل عبادت یہ ہے کان حاتم الاصم یقول من احب الدرہم لذاتہ فقد احبہ للآخرۃ اس عبارت کے مطلب میں غور کر لیا جاوے ۱۲ منہ

Marfat.com

کہ آپ استسقاء کیلئے کیوں نہیں تشریف لے چلتے انہوں نے فرمایا کہ میں اتنا گنہگار ہوں کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ میری وجہ سے تم پر پتھر نہ برسنے لگیں۔ اور فرماتے تھے۔ کہ تم لوگ تو سمجھتے ہو کہ بارش میں بہت دیر ہوگئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سنگباری میں دیر ہوگئی۔ (اور یہ خدا کا فضل ہے۔ ورنہ ہم لوگ عرصہ سے اس کے مستحق ہوچکے ہیں) اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام استسقاء کیلئے تشریف لیگئے۔ اور جاکر بہت روئے پیٹے۔ مگر بارش نہوئی تب آپنے فرمایا۔ کہ صاحبو جس کسی نے گناہ کیا ہو۔ وہ چلا جاوے یہ سنکر سب لوٹ گئے اور صرف ایک آدمی رہ گیا۔ اس سے آپنے فرمایا کہ کیوں میاں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اُس نے کہا جی ہاں (خدا کا شکر ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا) صرف ایک مرتبہ تنہا ہوا تھا۔ کہ میں نے ایک عورت کی طرف دیکھ لیا۔ تھا۔ سو جب وہ چلی گئی۔ تو میں نے اسکا تدارک یہ کیا۔ کہ اپنی آنکھ میں انگلی ڈال کر اُسے نکال لیا۔ تب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اچھا لوگوں کیلئے خدا سے دعا کرو۔ اُس نے دعا کی تو فوراً سارے آسمان پر ابر چھاگیا۔ اور لوگوں کو بارش دی گئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ کہ وہ تین روز استسقاء کیلئے باہر تشریف لیگئے مگر بارش نہوئی۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے انکی طرف وحی بھیجی کہ تم لوگوں میں ایک شخص چغلخور ہے جب تک وہ تم میں رہے گا میں تمہاری دعا نہ قبول کرونگا۔ اسپر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ اے اللہ ہمیں تبلا دیجے وہ کون ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنے درمیان سے نکالدیں۔ اسپر حضرت حق نے فرمایا۔ کہ اے موسیٰ میں تمہیں تو چغلخوری سے منع کرتا ہوں۔ اور خود چغلخور بن جاؤں تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ صاحبو سب لوگ چغلخوری سے توبہ کرلو۔ یہ سنکر سب لوگوں نے توبہ کرلی۔ اور اسی وقت بارش ہوگئی سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔ کہ بنی اسرائیل پر سات برس تک قحط پڑا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ مردار جانوروں اور اپنے بچوں کو کھانے لگے۔ جب یہانتک نوبت پہونچی تو لوگوں نے یہ کیا۔ کہ پہاڑوں میں جانے اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ لیکن تب بھی اُنکی دعا قبول نہوتی تھی (جب لوگ حد سے زیادہ پریشان ہوئے) اسوقت حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرما دیجے۔ کہ اگر تم میری اتنی عبادت کرو کہ سوکھکر پرانے کوڑے کی طرح ہو جاؤ تو بھی میں دعا قبول نہ کرونگا تا وقتیکہ تم ناجائز طور پر حاصل کئے ہوئے۔ مالوں اور دیگر حقوق کو انکے مستحقین کو نہ کردو۔ اور ایک اور مرتبہ بنی اسرائیل پر قحط پڑا۔ اسوقت بھی انہوں نے خدا سے بارش مانگی تھی۔ اور انکو بارش نہ دی گئی تھی۔ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کیطرف یہ وحی آئی تھی۔ کہ میں اُنکی دعا کیسے قبول کرسکتا ہوں یہ لوگ نجس بدن لیکر آئے ہیں اور جو ہاتھ ہماری طرف اُٹھاتے ہیں وہ وہ ہیں جن سے انہوں نے حرام کھایا ہے۔ اور کہ انہوں نے حرام سے اپنا خوب پیٹ بھر لیا۔ اب تو انکو ہم سے دوری ہی ہوگی۔ اور یہ لوگ قحط میں مبتلا

اگر یہ لوگ یوں چاہتے ہیں۔ تو اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ میں ان سے قحط اٹھا لونگا۔ اور ایک مرتبہ ایسا قحط
پڑا تھا۔ اور اسقدر سخت پڑا تھا کہ لوگ کتے اور مردار جانور کھا گئے تھے اور اسوقت بھی انہوں نے بارش کی دعا
کی تھی۔ مگر انکو بارش نہ دی گئی تھی۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وحی بھیجی تھی کہ آپ ان سے فرما دیجیے
اگر تم پیدل اسقدر چلو کہ تھک کر گھٹنوں بل بیٹھ جاؤ۔ اور تمہارے عمل آسمان تک پہنچ جائیں۔ اور تمہاری زبانیں
دعا کرتے کرتے تھک جاویں تب بھی میں کسی دعا کرنے والے کی دعا نہ قبول کرونگا۔ اور نہ تم میں کسی رونے والے پر رحم
کرونگا۔ تا وقتیکہ تم حقوق مغصوبہ کو انکے مالکوں کو واپس نہ کردو۔ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم انکو پہنچا
دیا۔ اسپر انہوں نے کہا۔ کہ ایسے حقوق تو بیحد ہیں۔ ہم کیسے واپس کردیں۔ سو جب انہوں نے تعمیل حکم سے انکار کیا۔
تو قہر الٰہی بحال رہا اور وہ بھوکے پیاسے مرگئے۔ اے بھائی تو سلف کے بکثرت اپنے نفسوں کو متہم کرنے کو دیکھ اور
تو بھی انکی تقلید کر اور ہرگز استغفار کیلیے جانے میں جلدی نہ کر۔ ہاں اگر تو یہ سمجھتا ہو کہ خدا نے میرے تمام گناہ معاف
کر دیئے ہیں۔ تو مضائقہ نہیں (مگر یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اسلئے اب یہ ہی کہا جاویگا کہ) اگر تو ایسا خیال نہیں کر سکتا
تو توقف کر اور اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ کر اور پھر نکل۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۳۰) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک
یہ ہے کہ جو شخص انکو مار کر یا انکا مال لیکر یا انکی آبرو پر حملہ کر کے یا ایسے ہی کسی اور طریق سے انکو تکلیف دے تو وہ
اخلاق محمدی سے آراستہ ہونیکی وجہ سے اسکو معاف کر دیتے اور اس سے درگذر کرتے ہیں کیونکہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ذات کیلئے انتقام نہ لیتے تھے۔ بلکہ سوقت انتقام لیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی قابل احترام
اشیاء کی (احکام ہوں۔ یا شعائر) تحقیر کی جاوے۔ اور جعفر بن محمدؒ فرماتے تھے۔ کہ میں معاف کر کے پشیمان ہو لوں یہ مجھے
زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ میں سزا دے کر پشیمان ہوں۔ اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے۔ کہ یہ تمہاری نادانی ہے
کہ دوسرے لوگ خدا کی نافرمانی کریں تو تم ان سے عداوت رکھو۔ اور جب تمہارا نفس خدا کی نافرمانی کرے تو اس سے
عداوت نہ رکھو۔ میں کہتا ہوں کہ اپنے نفس سے عداوت رکھنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اسکو بھوک اور پیاس کے ذریعہ سے اور
برہنہ ہو کر و نیز اسی قسم کی باتوں سے سزا دی جاوے۔ اور اسکے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاوے۔ جیسا آدمی اس
کیساتھ کرتا ہے جسکو وہ ناپسند کرتا ہے۔ یعنی اسپر غصہ کرتا ہے اور مہربانی نہیں کرتا۔ اور اسکے ساتھ ایسا معاملہ نہ
کیا جاوے۔ جیسا عاشق اپنے معشوق سے کرتا ہے۔ کہ اسکی ہر خواہش پوری کرنیکی کوشش کی جاوے۔ شیخ بایزید
بسطامیؒ نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے نفس سے عبادت کیلئے کہا۔ تو اس نے نہ مانا۔ تو میں نے اسکو سزا دی
اور ایک سال تک پانی بند کر دیا۔ اور مدائنی فرماتے تھے۔ کہ یہ نہایت برا بدلہ ہے کہ اس کے بدلے میں برائی کی جا

اور یہی فرماتے تھے۔ کہ کثرت تحمل محبت پیدا کرتی ہے (یعنی جب بہت مرتبہ کسی کی زیادتیاں برداشت کرلی جاویں گی۔ تو آخر کار اُسکے دلمیں محبت پیدا ہو جاویگی۔ اور وہ دشمن سے دوست بن جاویگا) اور لوگ ایک ایسے شخص کو عبداللہ ابن الزبیر رضی کی حضور میں لے گئے جس نے کوئی جرم کیا تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے (بعد ثبوت جرم) اُسکے مارنے کیلئے کوڑے منگائے۔ تو اس شخص نے کہا۔ کہ میں آپ سے اُس ذات کا واسطہ دیکر جسکے سامنے آپ قیامت میں اس زیادہ ذلیل ہونگے جسقدر میں آپکے سامنے ذلیل ہوں۔ درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے معاف فرماویں۔ یہ سنکر عبداللہ بن الزبیر رضی تخت سے اترے اور زمین پر رخسار رگڑ کر فرمایا۔ کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ شاید انکا اس قسم دینے والے کو سزا نہ دینا کسی عذر شرعی کی بنا پر تھا۔ مثلاً یہ کہ سزا دینے میں بہ نسبت سزا دینے کے زیادہ اندیشہ فساد ہے۔ واللہ اعلم (میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ روایت میں کسی جرم خاص کی تصریح نہیں ہے۔ تاکہ اس توجیہ کی ضرورت ہو۔ اسلئے اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ وہ جرم ایسا ہوگا۔ جسمیں سزا نہ دینے کا امام کو اختیار ہے۔ جبکہ مجرم کیطرف سے اطمینان ہو کہ آئندہ ایسا نہ کریگا مترجم) اور قتادہ رح سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ کون ہے۔ آپنے فرمایا جسکا عفو سب سے زیادہ ہو۔ اور ایک عورت نے مالک بن دینار کا قرآن اور چادر وغیرہ چرالئے۔ جب اُنکو معلوم ہوا۔ تو وہ پیچھے دوڑے۔ پس وہ دوڑتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ کہ بی تو ڈر مت میں تجھے کچھ نہ کہونگا۔ تو چادر لیجا۔ اور قرآن شریف مجھے دیدے۔ ابو سعید مقبری[ع] فرماتے تھے۔ کہ پورا عفو یہ ہے۔ کہ ظالم سے انتقام نہ لے۔ اور اسپر رحم کرے۔ اور خدا سے اُسکے لئے عفو کی درخواست کرتا رہے۔ اور جب امام مالک رض کو مارا گیا ہے۔ تو آپنے اپنے کوڑے مارنے والے کو معافی دیدی تھی۔ اور یہی خبر ہمکو امام احمد رح کے متعلق ملی ہے۔ کہ جب اُنکو مارا گیا تھا۔ تو انہوں نے بھی مارنے والے کو معاف فرمادیا تھا۔ اور فرماتے تھے۔ کہ آدمی کا کیا نقصان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اُسکے سبب سے کسی کو عذاب نہ دے۔ اور کعب بن احبار رض فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کی تکلیف پر صبر کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا سا ثواب دیگا۔ اور جو عورت اپنے خاوند کی زیادتی پر صبر کریگی۔ اللہ تعالیٰ اسکو وہ ثواب دیگا۔ جو آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی کو دیگا۔ اور عنقریب آخر کتاب میں اس مضمون کی انشاء اللہ مزید تفصیل آئے گی (منتظر رہو) والحمد للہ رب العالمین۔

(۲۱) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ حرمت مسلمین کی بہت عظمت کرتے ہیں کیونکہ وہ ان شعائر اللہ میں سے ہے جنکی بے توقیری حرام ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کی بہتری کو پسند کرتے ہیں۔ اور ابوبکر صدیق رض فرماتے تھے

[ع] سعید مقبری تو مشہور ہیں۔ مگر ابو سعید مقبری نہیں معلوم کون بزرگ ہیں۔ غالباً یہ زلت قلم ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

Marfat.com

کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ کیونکہ معمولی درجہ کا مسلمان بھی خدا کے نزدیک مرتبہ میں بڑا ہے اور عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے تھے۔ کہ ہمنشین کی عزت کرنا۔ اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے نیز وہ کعبہ کی طرف دیکھتے۔ اور فرماتے تھے کہ اے کعبہ اللہ تعالیٰ نے تجھے محترم اور مشرف اور مکرم بنایا ہے۔ مگر مومن خدا کے نزدیک حرمت میں تجھ سے بڑھکر ہے۔ اور عکرمہ رضؓ یہ فرماتے تھے کہ خبردار کسی عالم کو نہ ستانا۔ کیونکہ جو کسی عالم کو ستائے گا۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے گا۔ (کیونکہ علماء آنحضرت کے وارث انکے جانشین ہیں اور انکی تکلیف سے آنحضرت کو تکلیف ہونا لازمی ہے۔ مگر یہ اسوقت ہے جبکہ ایذاء عالم ناحق ہو۔ اور اگر جائز طور پر ہو۔ تو وہ اس وعید میں داخل نہیں) اور ابوہریرہ رضؓ فرماتے تھے۔ کہ مومن کی وقعت خدا کے نزدیک بعض ان فرشتوں سے زیادہ ہے جو کہ اسکے پاس رہتے ہیں۔ اور حاتم اصم رحؒ سے دریافت کیا گیا کہ ہاتھ کی دیت پانسو دینار ہے پھر کیا وجہ ہے۔ کہ پانچ درم میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ہاتھ کاٹنے میں صرف دراہم کا ہی لحاظ نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے ساتھ پردہ دری ظلم۔ اور ترک احترام مال عبد بھی ملحوظ ہوتے ہیں اور یہ امور ضرور مہتم بالشان ہیں۔ لہذا اب شبہ نہیں ہوسکتا۔ اب اے بھائی تو اپنے نفس کی حالت میں غور کر۔ اور دیکھ کہ کیا تونے علماء و صلحاء کو تو جانے دو عامہ مسلمین کی حرمت کی بھی اسطرح تعظیم کی ہے جسطرح ہم نے بیان کیا ہے۔ یا تونے انکو محتقر سمجھا۔ اور انکی آبرو پر حملہ کیا۔ اور اسطرح تو فساق میں داخل ہوگیا (اسکا جواب تو یہی دیگا۔ کہ میں نے انکی حرمت کی تعظیم نہیں کی) پس تو خدا سے استغفار کر۔ اور آئندہ کیلئے ایسا کرنے سے توبہ کر۔ (۲۲) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں کی تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ اُنکی بیویوں سے اُنکی جسقدر مخالفتیں سرزد ہوتی ہیں۔ وہ صورت ہیں۔ انکے خدا کے ساتھ معاملہ کی (یعنی چونکہ وہ خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ انکی بیویوں کو ایسا بنادیتا ہے تاکہ اُنکو تنبہ ہو اور وہ سمجھیں۔ کہ مخالفت کسقدر ناگوار چیز ہے۔ اور سمجھکر وہ خدا کی مخالفت سے احتراز کریں) مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات انبیاء کی بیویاں بھی مخالفت کرتی ہیں۔ مگر انبیاء مخالفت حق تعالیٰ سے معصوم ہوتے ہیں۔ سو وہاں کچھ اور مصلحت ہوگی خیر یہ حالت تو خواص سلف کی تھی اور عوام سلف چونکہ اتنی دقیق نظر نہ رکھتے تھے۔ اسلئے وہ اس بات کو تو نہ سمجھتے تھے۔ مگر وہ یہ سمجھکر انکی اذیتوں کا تحمل کرتے تھے۔ کہ انکا نفع اُنکے ضرر سے زیادہ ہے غرض کہ عوام و خواص سب عورت کا پورا حق ادا کرتے تھے اور اسکی مخالفت اس سے اُنکو مانع نہوتی تھی۔ کیونکہ اُنکو اس حدیث پر عمل مقصود ہوتا تھا۔ کہ جس نے تمہیں امین بنایا ہے تم اُسکی امانت ادا کرو۔ اور جو تم سے خیانت کرے تم اُس سے خیانت نہ کرو۔ (پس اس

حدیث کی بنا پر وہ عورت کے جملہ حقوق ادا کرتے تھے اور اپنی حق تلفی کی پرواہ نہ کرتے تھے) گو جسطرح عورتوں کے مردوں کے ذمہ حقوق ہیں۔ یوں ہی مردوں کے بھی عورتوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ کتب حدیث و فقہ میں مصرح ہے اس کا مقتضے یہ ہے کہ جب عورتیں مردوں کے حق میں کوتاہی کریں۔ تو مردوں کیطرف سے اُنکے حق میں کمی کی جاوے اور اس سے پہلے خُلق میں کعب احبار کا قول گذر چکا ہے۔ کہ جو شخص عورت کی تکلیف پر صبر کریگا۔ اُسکو صبر ایوب علیہ السلام کا اجر ملے گا اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے۔ کہ عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ خوبی کے ساتھ اپنے خاوند کی ہو کر رہے۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے۔ کہ چار باتیں بدبختی کی ہیں۔ ایک بال بچوں کا زیادہ ہونا۔ دوسرے مال کا کم ہونا۔ تیسرے ہمیشہ رہنے کے مقام پڑوسی کا بُرا ہونا۔ چوتھے۔ بُری عورت جو اپنے خاوند سے خیانت کرے اور سفیان ثوری فرماتے تھے۔ کہ جس نے شادی کی اُس نے دنیا اپنے گھر میں گھسالی۔ اور جس نے دنیا گھر گھسالی اُس نے گویا شیطان کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اور جس نے شیطان کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اُسکے گھر میں اسکی بیٹی کی وجہ شیطان کی بکثرت آمد و رفت ہوگی۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ شادی کرنا شیطان کو گھر میں دخیل بنانا ہے۔ لہٰذا شادی سے بچنا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ سفیان کا کلام اس شادی کے بارہ میں ہے۔ جو نیک نیتی کی بنا پر نہو۔ بلکہ دنیوی حیثیت سے ہو۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کیلئے شادی کریگا۔ خدا اسکے لئے کافی اور اسکا محافظ ہوگا۔ پس سفیان کے کلام کو محمل مذکورہ پر حمل کرنا ضروری ہوا تاکہ انبیار اور محفوظین و اولیاء اس سے خارج ہو جاویں۔ واللہ اعلم (میں کہتا ہوں۔ کہ سفیان ثوری نے یہ بات اپنے زمانہ کی عورتوں کے حسب دنیا اور مردوں کے ضعف دین پر نظر کرکے یہ ہدایت فرمائی ہے پس اسکو عام نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ اسکو اسکی علت تک محدود رکھنا چاہیئے۔ واللہ اعلم) اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ عورت پر شرم کا پردہ نہ ڈالدیتا۔ تو وہ مٹھی بھر مٹی کی برابر بھی نہوتی (کیونکہ نہایت بدکار ہوتی) اور علی بن ابی طالبؓ فرماتے تھے۔ کہ پانچ باتیں آدمی کی کمال خوش نصیبی ہیں۔ ایک یہ کہ بیوی اُسکے مزاج کے موافق ہو۔ دوسرے اولاد اسکی نیک ہو۔ تیسرے دوست لوگ اسکے نیک ہوں۔ چوتھے پڑوسی اُسکے اچھے ہوں۔ پانچویں روزی اسکی اس کے وطن میں ہو۔ اور اسکے لئے باہر نہ جانا پڑے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اے اللہ میں آپ سے تین قسم کے آدمیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ ایک اس آدمی سے جو دین سے غافل ہو۔ دوسرے بُرے پڑوسی سے تیسرے اس بیوی سے جو خاوند کو ستائے۔ اور جبکہ مالک بن دینار کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ تو انہوں نے اسکے بعد شادی نہیں کی۔ اور فرماتے تھے۔ کہ بھائی اب تو تعلقات سے بہت جی گھبراتا ہے۔ اگر مجھ سے یہ ہو سکتا کہ اپنے آپکو طلاق دیدیتا تو میرا

آپ کو بھی طلاق دیتا۔ کیونکہ مجھے آپ ابھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے۔ کہ جب کسی عورت کے اندر یہ چھ باتیں جمع ہو جاویں۔ تو وہ پوری صالحہ ہے۔ اول یہ کہ پنجوقتی نماز کی پابند ہو۔ دوم یہ کہ اپنے خاوند کی فرمانبردار ہو تیسرے یہ کہ اپنے خدا کو خوش رکھے چوتھے یہ کہ اپنی زبان کو غیبت اور چغلی سے محفوظ رکھے پانچویں یہ کہ سامان دنیا (زیور لباس وغیرہ) سے اُسے رغبت نہ ہو چھٹی یہ کہ مصیبت پر صبر کرے اور عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے۔ کہ عورتوں کا وہ فتنہ جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈراتے تھے یہ ہے۔ کہ وہ مردوں سے قطع رحم کراتی ہیں۔ اور انکو ایسے ذلیل کاموں کیلئے مجبور کرتی ہیں۔ جو انکی ذاتی خواہش نفسانی و رغبت کے فتنہ سے زائد ہیں (خلاصہ یہ ہوا۔ کہ عورتوں کا فتنہ ایک تو یہ ہے کہ وہ مرد کو ماں باپ بہن بھائی وغیرہ سے چھوڑاتی ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ انکو ان کاموں کیلئے مجبور کرتی ہیں جنکو آدمی اپنے خواہش نفسانی کی وجہ سے نہیں کر سکتا (کیونکہ وہ لایعنی فرمائشات کرتی ہیں اور انکی فرمائشوں کے پورا کرنے کیلئے آدمی کو ہر ممکن تدبیر کرنی پڑتی ہے خواہ وہ کتنی ہی ذلیل کیوں نہ ہو۔ حالانکہ وہ اپنی ذاتی خواہش کیلئے ایسا نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم) اور حاتم اصمؒ فرماتے نیک عورت دین کا ستون ہے جس سے دین محفوظ رہتا ہے۔ اور گھر کی آبادی ہے۔ اور عبادت کی معین ہے اور ناموافق عورت خود بھی خوشی رہتی ہے اور خاوند کے دل کو غم سے گھلا دیتی ہے اور عبداللہ بن عمروؓ فرماتے تھے کہ عورت کے دوزخی ہونے کی علامت یہ ہے۔ کہ جب شوہر آوے۔ تو اسے دیکھکر خوشی ظاہر کرے۔ اور جب وہ چلا جاوے اسکے پیچھے اُسکے مال میں اور اسکی آبرو میں خیانت کرے۔ اور شقیق بلخیؒ اپنی بیوی سے فرماتے تھے۔ کہ اگر اہل بلخ تمام تیرے ساتھ ہوں۔ اور ایک تو میرے خلاف ہو۔ تو میں اپنے ہی کو نہیں بچا سکتا۔ اور مدائنیؒ فرماتے تھے۔ کہ کسی نبی نے حق تعالیٰ سے اپنی بیوی کی بدمزاجی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اسکو تمہارا عذاب کیا (یعنی اپنی بعض لغزشوں پر تم جس سزا کے مستحق تھے۔ ہم نے اُسکا بدلہ اس سے کر دیا [illegible] فرماتے تھے۔ کہ جب عورت کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو اسکا رحم بچہ پیدا کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ اور اسکی زبان بگڑ جاتی ہے اور عادت خراب ہو جاتی ہے اور جب مرد کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو اسکی عقل مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اسکی تیزی جاتی رہتی ہے۔ اور عادت اچھی ہو جاتی ہے۔ اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے کہ نیک عورت کی شناخت یہ ہے کہ اُسکا وصف خدا کا خوف ہو۔ اور اسکی دولت جو کچھ خدا نے دیا ہے اُسپر قناعت ہو۔ اور اسکا زیور اپنے مال میں سخاوت ہو۔ اور اسکی عبادت خاوند کی عمدہ خدمت ہو۔ اور اسکا مقصد موت کیلئے تیاری ہو۔ اور فرماتے تھے۔ کہ تو اپنی بیٹی اور بہن کے مقابلہ میں اپنے داماد اور بہنوئی کی طرفداری کر اس سے تو اپنی بیٹی اور بہن کے

دین کو سنوار یگا۔ اور اپنی بیٹی یا بہن کیسا ہو کر اپنے داماد اور بہنوئی کی مخالفت مت کر۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تو دین بگاڑے گا۔ اور ابو سطیع بلخی نے ایوب بن خلف سے اپنی بیوی کی شکایت کی۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ جب تو اسکی تکلیف پر صبر نہیں کر سکتا۔ تو پھر تو کیسے دعوی کر سکتا ہے۔ کہ تجھے اسپر فوقیت ہے (کیونکہ نہ اسمیں تحمل ہے نہ تجھ میں اور نہ اسمیں عقل ہے۔ نہ تجھ میں۔ تو اب تم دونوں برابر ہوگئے) اور حاتم اصم اپنے گھر میں یوں رہتے تھے۔ جیسے بندھا ہوا جانور اگر کسی نے کچھ آگے رکھدیا کھالیا۔ ورنہ خاموش بھوکے رہے اور حدیث میں ہے۔ کہ ایک بد عورت ہزار نامردوں کے برابر ہے۔ اور ایاس بن معاویہ یہ فرماتے تھے۔ کہ میرے پاس دو شخصوں کا علاج نہیں ایک وہ جو بیمار ہو گئے کے سبب امراض خبیثہ میں مبتلا ہو جاوے دوسرے بری عورت۔ انتہی۔ اس خلق پر اس کتاب کے مختلف مقامات میں مزید کلام آئے گا۔ پس تمکو متنبہ رہنا چاہئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سلف صالحین اسی طریق پر چلتے تھے کہ وہ عورتوں کی تکلیف پر صبر کرتے۔ اور انکو بدلہ یا سزا نہ دیتے بجز اس صورت کے اسمیں خود عورت کی مصلحت ہو۔ والحمد لله رب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (۲۳) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ جب تک سرداری خود بخود انکو نہیں ملتی وہ از خود اسکے لئے کوشش نہیں کرتے لوگ بطور خود انکو اپنا سردار بناتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس منصب امانت وغیرہ کے اہل نہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ آپ ضرور اسکے اہل ہیں بلکہ اس منصب سے آپ کی شان اعلی ہے۔ سفیان ثوری فرماتے تھے۔ کہ جو شخص سرداری کو اسکے از خود آنے سے پہلے طلب کریگا۔ وہ اس سے بھاگے گی۔ اور اس سے بہت سا علم چھوٹ جاویگا۔ کیونکہ جب وہ طلب ریاست کیلئے جد و جہد میں مصروف رہے گا۔ تو تحصیل علم کا موقع اسے کم ملیگا۔ اور اسلئے وہ علم سے محروم ہو جاویگا اور اور اگر اس نے تحصیل جاہ کا ذریعہ یہی خیال کیا۔ کہ علم حاصل کیا جاوے۔ اور اس وجہ سے وہ علم میں مصروف رہا۔ تب بھی وہ بہت بڑے علم سے محروم رہیگا کیونکہ جسقدر دقائق اس شخص پر منکشف ہوتے ہیں جو خدا کیلئے علم حاصل کرے۔ اسپر نہیں کھلتے۔ جو دنیا کیلئے علم پڑہے۔ پس بہر صورت اسکا بہت سے علوم سے محروم ہونا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ نیز وہ فرماتے تھے۔ کہ ستر برس تک مجاہدہ کرنے سے پہلے آدمی کو سرداری کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ ستر برس مجاہدہ کے بعد کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک ستر برس مجاہدہ نہ کر لیا جاوے۔ آدمی کے اندر سرداری کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی) اور عیسی علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ جب لوگ تمہیں سردار بنا دیں۔ تو تم تابع بنو اور سرداری قبول نہ کرو (اور یا یہ مطلب ہے کہ جب تم کو سردار بنا دیا جاوے۔ تب بھی تم اپنے کو سردار نہ سمجھو۔ بلکہ خدام میں سے سمجھو) اور حجاج بن

Marfat.com

ارطاۃ فرماتے تھے۔ کہ مجھے طلب ریاست اور اسکی محبت نے ہلاک کر دیا (یہ بطور تواضع وانکسار کے فرماتے تھے۔ اور انطاکی فرماتے تھے۔ کہ ریاست جڑ ہے حب ریا کی۔ اور معشوق ہے نفس کا۔ اور آنکھ کی ٹھنڈک ہے شیطان کی مطلب یہ ہے کہ سرداری میں تین عیب ہیں ایک یہ کہ اس سے ریا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے نفس پھولتا ہے تیسرے یہ کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ اسکے ذریعہ سے اسکو اسکے مقصد ضلال میں کافی مدد ملیگی) اور ابراہیم بن ادہم فرماتے تھے۔ کہ تم دُم بنو۔ سر نہ بنو۔ کیونکہ سر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور دُم بچ جاتی ہے (یعنی سر محل آفات ہے۔ اور دُم آفات سے دور ہے۔ پس تم سر نہ بنو بلکہ دُم بنو یعنی متبوع نہ بنو۔ بلکہ تابع ہو) اور فضیل بن عیاض فرماتے تھے۔ کہ جو شخص سرداری کو پسند کرتا ہے وہ اسکو پسند کرتا ہے۔ کہ لوگوں کے نقائص اور عیوب بیان کرے۔ تاکہ وہ کمال میں سب سے ممتاز معلوم ہو۔ (اور اسطرح اسکا مقصد سرداری حاصل ہو سکے) اور اسکو نا پسند کرتا ہے کہ لوگ کسی کو اچھا کہیں (کیونکہ اس سے اسکے مقصد کو صدمہ پہنچتا ہے) اور جو شخص ریاست پر عاشق ہو سمجھ لو کہ اپنی صلاح کو خیر باد کہدی اور سفیان ثوری فرماتے تھے۔ کہ ریاست کا چھوڑنا۔ اور عورت کی محبت ترک کرنا۔ ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور میمون بن مہران فرماتے تھے۔ کہ جب تم کسی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے نکلو تو کسی کو اپنے ساتھ یا اپنی رکاب میں نہ چلنے دینا۔ کیونکہ یہ امر متبوع کیلئے فتنہ ہے اور تابع کیلئے ذلت ذلت ہونا ظاہر ہے اور متبوع کیلئے فتنہ ہونا اسلئے ہے۔ کہ اس سے تبع کے اندر عجب و کبر و حب جاہ اور یہ تمام امراض مہلک ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا) سب سے پہلا شخص جسکی متابعت میں لوگ مسجد سے گھر تک اشعث بن قیس تھا۔ چنانچہ وہ سوار ہوتا تھا۔ اور غلام اسکے آگے آگے چلتے تھے۔ سو اسوقت کے لوگ دیکھکر یہ کہتے تھے۔ کہ خدا اس جبار کو غارت کرے۔ پس اے بھائی تو کسی ایسے کام میں جو بلاواسطہ دنیاوی ہو سردار بننا ہرگز پسند نکرنا (بلاواسطہ دنیاوی امور حکومت وغیرہ ہیں ... وغیرہ کیونکہ گو یہ امور بالذات دینی ہیں۔ مگر جب ان سے جاہ مقصود ہو۔ تو یہ بھی دنیاوی ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اور اسکی مزید تفصیل اس کتاب میں مختلف مقامات پر آئیگی تمکو متنبہ رہنا چاہئے) والحمد للہ رب العلمین

(۲۴) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ حضرات آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں۔ بڑا چھوٹے کو اور چھوٹا بڑے کو (مگر جب چھوٹا بڑے کو نصیحت کرتا ہے۔ تو ادب کو ملحوظ رکھکر کرتا ہے) اور ان میں کوئی نصیحت سے مکدر نہیں ہوتا اور یہ روش انکی آجکل کے متکبرین کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر ان کو کوئی نصیحت کرتا ہے۔ تو یہ بہت برا مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اس زمانہ کے ایک شیخ کو نصیحت کی تھی

Marfat.com

اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرتے دم تک مجھ سے ناراض رہا۔ اور مجھ سے نہیں ملا۔ اور انس بن مالکؓ فرماتے تھے۔ کہ بہت زیادہ خدا کو وہ جوان پسند ہے جو بڈھے کو نصیحت کرے اور وہ بڈھا پسند ہے۔ جو جوان کو نصیحت کرے اور اسکی وجہ ہے وہ جوان جو گناہوں سے توبہ کرے خدا کا محبوب ہے (کیونکہ اُس نے اپنے نفس کو نصیحت کی) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں تمہیں جوانوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ لوگ نرم دل ہوتے ہیں (جسکی وجہ سے اثر کو جلدی قبول کر لیتے ہیں اب اگر تم نہیں اچھی باتیں سکھاؤگے تو یہ اچھے ہو جاویں گے اور بری باتیں سکھاؤگے۔ تو بُرے ہو جاوینگے۔ پس تم انکو اچھی باتیں سکھانا) دیکھو خدا نے مجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا پس جوانوں نے میرے ساتھ نشست و برخاست رکھی۔ اور بڈھوں نے مجھسے مخالفت کی اھ اور لوگ اس بارہ میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

ان الغصون اذا لاینتہا اعتدلت ولن یلین اذا لاینتہا الخشب

یعنی جب تم شاخوں کو نرم کرو۔ تو وہ سیدھی ہو جاوینگی۔ اور جب تم سوکھی لکڑی کو نرم کرو۔ تو وہ نرم نہوگی (پس اس شعر میں جوانکو شاخ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور بڈھے کو سوکھی لکڑے سے۔ اور بتلایا ہے۔ کہ جوان شاخ کی طرح قابل تاثیر ہیں۔ اور بڈھے سوکھی لکڑی کی طرح اثر قبول کرنیسے آبی) انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جوان لوگ عبادت کم کرتے تھے۔ مگر آپکے انتقال کے بعد وہ زیادہ عبادت کرنے لگے۔ اور وجہ اسکی یہ بیان کی۔ کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہمکو اطمینان تھا۔ کہ ہم پر عذاب نہ نازل ہوگا۔ مگر آپکے انتقال بعد وہ امان جاتی رہی۔ اور احمد بن حربؒ فرماتے تھے۔ کہ آدمی کو چاہئے۔ کہ ان اوقات میں لہو ولعب اور معاصی کو چھوڑدے ایک تو جب چالیس برس کی عمر ہو جاوے۔ دوسرے جب بال سفید ہونے لگیں تیسرے جب خانہ کعبہ کا حج کر چکے جب نکاح ہو جاوے کیونکہ نکاح کے بعد زنا بد سے بدتر ہے* میں کہتا ہوں۔ کہ انکا مقصود یہ ہے۔ کہ جن لوگوں میں یہ باتیں اجتماعًا یا انفرادًا پائی جائیں۔ انکے لئے گناہ سخت معیوب ہیں۔ اور یہ معنی نہیں۔ کہ چالیس برس سے پیشتر گناہ مباح ہیں اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ روزہ دار کیلئے ترک غیبت اولی ہے سو اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ جو روزہ دار نہو۔ اسکے لئے غیبت مباح ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کیلئے اسکا ارتکاب دوسروں سے زیادہ نامناسب ہے اور یحیی بن معاذؒ فرماتے تھے۔ کہ دنیا میں اگرچہ آدمی کتنا ہی زیادہ رہے۔ مگر بمقابلہ جنت کے اسکا یہ رہنا بمنزلہ ایک سانس کے ہے۔ اور جو ایک ایسے سانس کو ضائع کردے جسکے سبب وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ بھی دیوانوں میں ہے (پھر جو لوگ تمام عمر برباد کر دیتے ہیں۔ انکی نسبت سمجھ لو۔ کہ وہ کسقدر ٹوٹے میں ہونگے) اور کعب

Marfat.com

فرماتے تھے۔ کہ جوان عبادت گذار بوڑھے عبادت گذار سے بہتر ہے اور حذیفہ بن الیمان رضی کے پاس کچھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص انکے پاس آیا۔ اور پوچھا۔ کہ یہ نوجوان تمہارے پاس کیوں جمع ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہاں بہتری نوجوانوں میں ہے کیا تو نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قالو سمعنا فتی یذکرہم یقال لہ ابراہیم نیز فرماتے ہیں۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم۔ نیز فرماتے ہیں۔ قال لفتاہ آتنا غداءنا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جسقدر انبیا کو مبعوث فرمایا ہے جوان مبعوث فرمایا ہے (ان آیتوں سے جوانوں کے فضائل ثابت ہوئے۔ اسلئے میں نے نوجوانوں کو اپنا ہمنشین بنایا ہے) اور زبور میں ہے۔ کہ جو شخص ستر برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے بلا بیماری کے بیمار ہو ہے کیونکہ تمام قوی میں طبعی طور پر ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس سے افعال طبعیہ میں خلل آجاتا ہے) اور محمد بن حسان فرماتے تھے کہ میاں جو عمل تم پچھلے سال کرتے تھے۔ اسکے اس سال اپنے نفس سے خواہاں نہو۔ کیونکہ آدمی دن بدن گھٹتا ہے (اسلئے جس عمل پر وہ پچھلے سال قادر تھا۔ اس سال ویسا قادر نہوگا) ایک بڈھے سے پوچھا گیا۔ کہ بڑے میاں کیا حال ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ حالت یہ ہے کہ جو جوان عمل میں میرے ساتھ تھے۔ وہ اب آگے بڑھ گئے ہیں اور جو پیچھے تھے وہ برابر ہو گئے۔ اور جو اچھی بات سنتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ اور جب کھڑا ہوتا ہوں۔ تو زمین کھینچتی ہے (کیونکہ میں سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا) اور جب بیٹھتا ہوں تو دو ہو جاتی ہے۔ اور ایک کو دو دیکھنے لگا ہوں اور جس کا میں سفید ہونا پسند کرتا تھا۔ وہ سیاہ ہو گیا ہے۔ (یعنی رنگ کیونکہ بڑھاپے میں خون کی قلت کی وجہ سے سیاہی آجاتی ہے۔ اور جسکا سیاہ ہونا پسند کرتا تھا وہ سفید ہو گیا ہے یعنی بال اور جسکا نرم ہونا پسند کرتا تھا وہ سخت ہو گیا ہے یعنی دل۔ اور جسکا سخت ہونا پسند کرتا تھا وہ نرم ہو گیا ہے یعنی اعضاء (اعلیٰ) یہ باتیں میں نے بیان کی ہیں۔ ان میں غور کر اور اپنی جوانی کو غنیمت سمجھ اور اپنے بڑھاپے کا کثرت استغفار سے تدارک کر جو رخنہ تیرے دین میں پڑ چکا ہے۔ وہ اس سے بند ہو جاوے والحمد للہ رب العلمین۔ (۲۵) اور زمانہ سلف کی یہ ہے۔ کہ وہ بڑے چھوٹے متعلق وغیرہ متعلق عالم و جاہل ہر کسی کیساتھ ادب سے پیش آتے ہیں دیکھئے حق تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے ساتھ رعایت ادب کی تعلیم فرمائی تھی۔ اور فرمایا تھا فقولا لہ قولا لینا (اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ حالانکہ فرعون نہایت بدکار کافر تھا۔ (پس جبکہ رعایت ادب فرعون کے ساتھ بھی ضروری ہوئی۔ تو دوسرے تو بدرجہ اولیٰ اسکے مستحق ہونگے) نیز یہ امر سب کا متفق علیہ ہے۔ کہ علو درجات ادب سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جسکے اندر جسقدر ادب زیادہ ہوگا اُسی قدر اُس کا مرتبہ عالی ہوگا۔ اور (راز) اس میں یہ ہے کہ ادب کا منشا یہ ہے۔ کہ آدمی قلیل الادب لوگوں کی حالت کے برعکس اپنے اندر نقص کا اور دوسروں کے اندر کمال کا مشاہدہ کرے۔ (اور ظاہر ہے۔ کہ جسکے اندر جسقدر یہ صفت زیادہ ہوگی۔ اُسی قدر اسکا مرتبہ بلند ہوگا۔ اور جسکے

Marfat.com

اندر جسقدر یہ بات کم ہوگی اسی قدر اسکا رتبہ کم ہوگا۔ پس دعوی مذکور ثابت ہوگیا) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ
اس بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ کہ ایک شخص دوسرے کو گھورے (کیونکہ اسمیں تعلی کی شان ہے۔ اور بے
ادب ہے) اور میمون بن مہران کا قاعدہ تھا۔ کہ وہ دعوت شادی میں شریک ہوتے۔ تو بچوں و غریبوں کے ساتھ
بیٹھتے۔ اور دولتمندوں کو چھوڑ دیتے (ان کے پاس نہ بیٹھتے) اور سعید بن عامر فرماتے تھے۔ کہ جو شخص کسی کو ایسی صفت
قبیحہ کے ساتھ موصوف کرے۔ جو اسمیں نہیں ہے۔ تو فرشتے اسپر لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے
کہ کسی شخص نے انکو پہچانا تو تھا نہیں۔ اور بلا پہچانے ہوئے کسی دوسرے شخص کے دھوکے میں۔ یا اصلح کہکر
پکارا۔ تو آپنے فرمایا۔ بھائی تجھے تو فرشتوں کی لعنت کی ضرورت نہ تھی (پھر تو نے مجھے ایسی صفت کیساتھ کیوں
موصوف کیا۔ جو مجھمیں نہیں ہے۔ اور کیوں فرشتوں کی لعنت مول لی) اور علی بن ابی طالب فرماتے تھے
سب سے زیادہ خداشناس وہ ہے جو لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی سب سے زیادہ عظمت کرے کیونکہ انکی عظمت کرنا تعظیم
پر دلالت کرتا ہے۔ اور تعظیم خداناشی ہے خداشناسی ہے۔ اسلئے سب سے زیادہ خداشناس وہ شخص ہوا) اور ابوبکر بن
عبد اللہ مزنی فرماتے تھے۔ کہ جب تو اپنے سے بڑے کو دیکھے۔ تو اسکی تعظیم اور یہ سمجھ کہ اس نے تجھسے پہلے اسلام
و عمل صالح اختیار کیا ہے۔ اور جب تو اپنے سے چھوٹے کو دیکھے۔ تو اسکی بھی تعظیم کر اور یہ خیال کر کہ میں اس سے
پہلے گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں اور لوگ جب تیری تعظیم کریں۔ تو تو یہ سمجھ کہ یہ خدا کا تجھپر انعام ہے۔ اور جب
وہ تیری توہین کریں تو سمجھ کہ یہ میرے گناہ کا بدلہ ہے۔ جو میں نے کیا ہے۔ اور جب تو اپنے پڑوسی کے کتے کے
ڈھیلا مار دے۔ تو سمجھ کہ تو نے اپنے پڑوسی کو ایذا دی۔ اور وہب بن منبہ فرماتے تھے۔ کہ جب بنی اسرائیل نے
موسیٰ علیہ السلام سے بہت سے سوالات کئے۔ اور انہیں دق کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت
کے اظہار کیلئے ایک دن میں ایک ہزار آدمیوں کو نبی بنا دیا۔ تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اعانت کریں۔ اور
انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اعانت کی۔ تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی کر کے ان جدید نبیوں
کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اسپر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رشک ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک ہی روز میں ان تمام انبیاء
کی روح قبض کر لی۔ میں کہتا ہوں کہ انبیاء کا رشک محمود ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اور انکے رشک
میں نفس کا دخل نہیں ہوتا۔ اور ان نبیوں کو ایک دن میں اٹھا لینا۔ سزا کے طور پر نہ تھا (بلکہ اسلئے تھا۔ کہ خدا جانتا
تھا۔ کہ انکی عمر اسوقت ختم ہو جاویگی۔ جبکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی مدد کر چکیں گے) (میں کہتا ہوں کہ وہب بن
منبہ نے جو قصہ بیان کیا ہے۔ وہ بھی غلط اور یہود کی گھڑت ہے۔ اور علامہ نے جو توجیہ کی ہے۔ وہ بھی

Marfat.com

اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ ہی غلط ہے۔ اسلئے ہمیں کسی توجیہ کی ضرورت نہیں واللہ اعلم ۱۲ مترجم) اور محمد بن واسع فرماتے تھے۔ کہ جب تک آدمی کی یہ حالت نہ ہو جاوے۔ کہ وہ ہر اس شخص کیساتھ احسان کرے۔ جو اسکے ساتھ تھوڑی دیر بھی رہا ہو۔ اسوقت تک وہ مقام احسان تک نہیں پہنچتا۔ اور خود انکے احسان کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کوئی بکری بیچتے۔ تو خریدار سے فرمادیتے۔ کہ بھائی اسکو اچھی طرح رکھنا۔ یہ ہمارے پاس رہ چکی ہے۔ اور حاتم اصم فرماتے تھے۔ کہ تین باتیں لوگوں کے اخلاق میں کمی آگئی ہے۔ ایک اپنے بھائیوں کے اخلاق حمیدہ کی وقعت کرنا دوسرے انکے عیوب چھپانا تیسرے انکی تکلیف برداشت کرنا۔ (بس نہ کوئی دوسرے کے اخلاق حمیدہ کی وقعت کرتا ہے۔ بلکہ اُس سے جلتا ہے اور اسکے ہنر کو عیب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ کوئی کسی کی عیب پوشی کرتا ہے بلکہ ان ہوئے عیوب اسمیں پیدا کرتا ہے اور نہ کوئی کسی کی ایذا سہتا ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے ایذا دینے کی کوشش کرتا ہے) اور یحیٰی بن معاذ فرماتے تھے کہ وہ لوگ بھی برے لوگ ہیں جنکی یہ حالت ہے۔ کہ اگر انکے درمیان کوئی مسلمان مالدار ہو جاوے۔ تو اسکی تعریف کریں۔ اور اگر کوئی مفلس ہو جاوے۔ تو اسے ذلیل کریں۔ اور جو کوئی چھوٹا بڑے کے [illegible] کو ضرور یہ سزا دی گئی ہے۔ کہ بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا۔ اور فضیل بن عیاض کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی۔ اور کہا گیا۔ کہ فلاں شخص خبیص نہیں کھاتا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ خبیص کھانا چھوڑنا کیا چیز ہے دیکھو۔ کہ صلہ رحم کے معاملہ میں اُسکا کیا برتاؤ ہے اور غصہ ضبط کرنیکے باب میں اسکا طرز عمل کیا ہے اور دیکھو [illegible] بیوہ یتیم ان لوگوں پر اسکی شفقت کی کیا حالت ہے اور دیکھو۔ کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اسکے حسن خلق کی حالت ہے (غرض کہ کمالات شرعیہ پر نظر کرنی چاہیئے۔ اور کمالات عرفیہ کو نظر انداز کر دینا چاہیئے) اور [illegible] فرماتے تھے۔ کہ جو شخص (خدا کے واسطے) لوگوں کو دین سکھاوے۔ اور اسکی طرف انکی رہنمائی کرے وہ۔ جیسے ایک شخص بہت سے نوکر رکھے۔ جو اپنے جسموں اور اپنے مالوں سے رات [illegible] اور اسکے انتقال کے بعد اُسکا کام کریں (کیونکہ جب لوگ اُسکے سکھائے ہوئے دین پر عمل کرینگے۔ تو اسکو ثواب سکھانیوالے کو بھی ہوگا۔ تو گویا کہ یہ لوگ اسکے نوکر ہیں۔ اور اسکی خدمت کر رہے ہیں) اور یحیٰی بن معاذ نے ایک شخص کو مال کی تمنا کرتے سنا۔ تو اس سے فرمایا کہ میاں مال کیا کروگے۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں غریبوں کو دونگا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ غریبوں کا بار خدا پر رہنے دو۔ اس سے تمہیں ان سے محبت رہیگی۔ کیونکہ ان کا بار تم پر آپڑیگا۔ تو تم انہیں بوجھ سمجھنے لگوگے۔ اور وہ تمہارے دل پر گراں ہونے لگیں گے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ مسلمان بھائی کی ایک تعظیم یہ بھی ہے۔ کہ جب وہ دوسرے شہر میں ہو۔ اور اسکے یہاں موت ہو جاوے۔ تو اُسکی تعزیت کیلئے سفر اختیار کیا جاوے

Marfat.com

(اور اسکے گھر جا کر اسکی تعزیت کی جاوے) اور جبکہ فضیل بن عیاض کے صاحبزادہ علی کا انتقال ہو گیا۔ تو ابو معاویہ
سو دان کی تعزیت کیلئے شام سے مکہ تشریف لائے۔ حالانکہ اس سے پیشتر حج و عمرہ کیلئے بھی تشریف نہ لائے تھے (مطلب
یہ ہے کہ انہوں نے تعزیت مسلم کو نفل حج و عمرہ پر ترجیح دی تھی۔ اور یہ کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات تعزیت مسلم
بعض عوارض کے سبب نفل حج و عمرہ سے بڑھ سکتی ہے کمالایخفی) اور ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص اس سے خوش ہو
کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں دوزخ کی آگ سے ہی بچائے۔ اسکو چاہیئے۔ کہ وہ مسلمانوں سے رحم دلی اور نرم دلی کا برتاؤ
کرے۔ اور محمد بن المنکدر رات کو نوافل پڑھتے تھے مگر جب انکی والدہ انکو پاؤں دبانیکے لئے بلاتیں تو صبح تک پاؤں
دباتے۔ اور اسکو نماز سے افضل سمجھتے اور ایسا ہی بزرگوں نے آدمی کے پیر کے حق میں بیان کیا ہے (یعنی اگر اپنی خدمت
کیلئے بلائے۔ تو نفل عبادت کو چھوڑ دینا چاہیئے) اور کہمس بن الحسن فرماتے تھے۔ کہ میں اپنی والدہ کی خدمت کرتا تھا اور
انکا پاخانہ تک اٹھاتا تھا۔ سلیمان بن علی نے یہ معلوم کرکے میرے پاس ایک تھیلی بھیجی۔ کہ اسکے ذریعہ سے خادم
خرید کر لو۔ جو کہ تمہاری ماں کی خدمت کرے۔ اور خود تم اس محنت کے کام کو چھوڑ دو۔ سو میں نے ایسا کرنیسے انکار کر دیا
اور کہدیا۔ کہ جب میں بچہ تھا۔ تو میری والدہ اسپر راضی نہ تھیں کہ انکے سوا کوئی اور میری خدمت کرے۔ (ایک تو اس وجہ
سے کہ محبت کا تقاضا تھا۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ دوسرے پر اطمینان نہیں تھا) سو میں بڑا ہو کر اسکو پسند نہیں کر سکتا
کہ میرے سوا کوئی اور انکی خدمت کرے۔ اور مورق عجلی اپنی ماں کی جوئیں خود دیکھتے تھے اور دوسرے کو نہ دیکھنے دیتے
تھے۔ (کیونکہ انکو دوسرے پر اطمینان نہ تھا۔ بلکہ سمجھتے تھے کہ ممکن ہے کہ دفع الوقتی کر دے۔ دوسرے وہ خدمت کو
اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ جسقدر سعادت مل سکے۔ اسے چھوڑنا نہ چاہیئے) اور حسن بصریؒ ولاتقل لہما
اف کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب ماں باپ بڈھے ہو جاویں۔ اور جسطرح اسکے بچپن میں وہ دونوں اسکا پاخانہ اٹھا
تے تھے۔ اسیطرح اب اسکو انکا پاخانہ اٹھانا پڑے۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ وہ اف نہ کرے اور انہیں ڈانٹے۔ اور جسطرح
وہ دونوں اسکے پاخانہ کی بدبو سے ناک پر ہاتھ نہ رکھتے تھے۔ یوں ہی انکے پاخانہ سے یہ بھی نہ رکھے اور والدین کے
ساتھ ادب کی تفصیل ان اخلاق میں مختلف مقامات پر آویگی (تم کو متنبہ رہنا چاہیے) اور جاننا چاہیئے۔ کہ جو شخص اپنے
باپ یا ماں کو نام لیکر پکارے گا۔ تو وہ عاق ہے ہاں یوں کہے ابا۔ اماں۔ اور اگر کوئی اپنے ماں باپ کے آگے چلے۔
عاق ہے ہاں کسی جائز غرض کیلئے آگے ہوئے۔ مثلاً یہ کہ رستے میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہو تو اسے ہٹا دے۔ تو
مضائقہ نہیں۔ جیساکہ ابن محیریز رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ پس اے بھائی تو اپنے تمام مسلمان بھائیوں کیسا
باادب رہ۔ بالخصوص فقراء و مساکین کے ساتھ (کیونکہ اہل وجاہت کے ساتھ تو ادب ہر شخص برتتا ہے

Marfat.com

بچارہ ایسے ہیں۔ جنکے ساتھ ادب برتنے کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اسلئے انکے ساتھ ادب برتنیکا اہتمام کرنا زیادہ ضروری ہے)
الحمد للہ رب العلمین۔ (۴۶) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ خدا سے ڈرتے رہتے ہیں کہ انکا خاتمہ برا نہ ہو کہ
دوزخ میں جاکر اس سے محجوب ہو جاویں۔ اور ان میں سے بعض کی تو یہ حالت ہوتی تھی۔ کہ وہ فکر و غم میں اسقدر مستغرق
رہتے تھے۔ کہ انکو یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ اُن کے پاس کون لوگ بیٹھے ہیں۔ اور حسن بصریؒ جب یہ حدیث سنتے کہ سب سے
پچھلا شخص جو دوزخ سے نکلے گا۔ وہ ہوگا۔ جو ہزار برس کے بعد نکلے گا۔ تو فرماتے کہ اے کاش میں ہی وہ شخص ہوں کسی
نے کہا۔ کہ حضرت آپ یہ تمنا کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ کہ کیا وہ دوزخ سے نہ نکلے گا۔ (مقصد یہ تھا۔ کہ آخر وہ لوگ
بھی ہونگے۔ جو ابدالآباد کیلئے دوزخ میں رہیں گے۔ اور یہ شخص بہرحال ان سے بہتر ہوگا۔ اور مجھ میں یہ ہی احتمال ہے کہ
میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں۔ جو ابدالآباد کیلئے دوزخ میں رہیں گے۔ اور میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ اسلئے میں تمنا کرتا
ہوں کہ میں ابدالآباد رہنے والوں میں نہ ہوں۔ بلکہ ان میں ہوں جو کسی وقت اس سے نکلیں گے۔ خواہ وہی ہوں جو سب سے
پیچھے نکلنے والا ہے۔ کیوں وہ اس بلا سے نکل تو جاویگا۔ اوروں سے پیچھے ہی سہی) اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔ کہ
شخص اپنے دین پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس سے دین چھین لیا جاتا ہے (وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ
خداوندی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ اور خدا اسکو اس بے خوفی کا مزہ چکھاتا ہے) اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ اکثر
آدمی کا ایمان مرتے وقت سلب کیا جاتا ہے (کیونکہ شیطان اس وقت ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ اور اپنے
اضلال ختم کر دیتا ہے۔ اور اسکے مکر سے بہت کم لوگ بچتے ہیں۔ اللہم احفظنا منہ لہذا کسی کو مطمئن نہ ہونا چاہیے اور
خدا سے اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرتے رہنا چاہیے) اور بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب فرشتے مومن کی روح
چڑھتے ہیں۔ اور وہ اسلام پر انتقال کرتا ہے۔ تو فرشتے تعجب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے فریب سے
حالانکہ ہمارے بہتر افراد اسمیں ہلاک ہو گئے (غالبًا۔ ہاروت و ماروت کیطرف اشارہ ہے
فرماتے ہیں۔ کہ آدمی کی روح اسی حالت پر پرواز کرتی ہے جو اس پر موت سے پہلے غالب ہوتی ہے۔ اسکی تائید میں
یہ واقعہ بیان فرمایا۔ کہ میں ایک قریب المرگ شخص کے پاس گیا۔ تو جب میں اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرتا تھا
تو وہ روپیوں کا حساب کرتا تھا کہ اتنے روپیہ میرے فلاں کے ذمہ ہیں۔ اور ابھی وہاں سے نہیں آئی وغیرہ وغیرہ)
اور مطرف بن عبداللہ فرماتے تھے۔ کہ مجھے ہلاک ہونیوالے پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ کیسے ہلاک ہو گیا۔ بلکہ مجھے بچ جانے
والے پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ یہ بچ کیسے گیا (کیونکہ دنیا میں رہ کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنا مشکل نہیں ہے۔ بلکہ
بچا لینا مشکل ہے) لہذا خدا کا سب سے بڑا انعام بندہ پر یہ ہے کہ وہ اسکو اسلام پر موت دے۔ اور زندہ

(ب) اسلام فرماتے تھے۔ کہ اگر موت میرے قبضہ میں ہوتی۔ تو میں اسلام کو دوست رکھتے ہوئے اپنے نفس کو موت
مزہ چکھاتا۔ مگر وہ میرے قبضہ میں نہیں ہے (اسلئے مجبوری ہے) اور ایک مرتبہ سفیان ثوری اسقدر روئے۔ کہ
بیہوش ہوگئے۔ اسپر ایک عالم نے اسکا سبب پوچھا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ بھائی پہلے تو ہم گناہوں پر روتے تھے اور
اب ہم اسلام پر روتے ہیں۔ کہ دیکھیے اسلام بھی بچتا ہے یا نہیں۔ اور فرماتے تھے۔ کہ بسا اوقات آدمی بتوں کی
پرستش کرتا ہے۔ مگر اللہ کے علم میں وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے اور بسا اوقات آدمی صدر درجہ مطیع خدا ہوتا
ہے۔ مگر خدا کے علم میں وہ اہل شقاوت میں سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ بعضا آدمی
جنت کیلئے عمل کرتا ہے۔ یہانتک کہ اُسکے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہے۔ مگر تقدیر الٰہی غالب
ہوتی ہے۔ اور وہ عمل جنت چھوڑ کر دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ الی آخر الحدیث
یہ وہ بات ہے کہ اس سے عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں (اور کچھ کام نہیں دیتیں۔ اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتیں۔ کہ فلاں
شخص کا انجام کیا ہوگا) اور حدیث شریف میں ہے کہ مومنوں میں سب سے زیادہ صادق الایمان وہ ہے۔ جو دنیا کے حالات
میں سب سے زیادہ غور کرنے (اور ان سے عبرت حاصل کرنے) کا عادی ہو۔ اور سب سے زیادہ جنت میں وہ شخص خوش ہوگا۔
جو سب سے زیادہ دنیا میں (اپنے اعمال پر اور سوءِ خاتمہ کے خوف سے) روتا رہا ہے اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے۔ کہ تفکر اور
عبرت حاصل کرنا۔ یہ دو چیزیں مومن کے خزانہ قلب سے عجیب حکمتیں نکالتے ہیں اور آدمی اس سے ایسی ایسی باتیں سنتا ہے
جنکو حکماء پسند کرتے ہیں۔ اور جنکے سامنے علماء کی گردنیں پست ہو جاتی ہیں اور جس سے فقہاء تعجب کرتے ہیں۔ اور جنکو
یاد کرنیکے لئے اہل ادب دوڑتے ہیں اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے۔ کہ مومن کا خوف اور اسکا حزن اسکے نور بصیرت کے
اندازہ پر ہوتا ہے (بس جسقدر نور بصیرت ہوگا۔ اتنا ہی خوف وحزن ہوگا) اور محمد بن واسع کا چہرہ شدت غم سے ایسا
معلوم ہوتا تھا۔ جیسا اُس عورت کا جسکا بچہ گم ہوگیا ہو۔ اور وہ اسکے لئے غمگین ہو۔ اور اسکا اثر یہ تھا۔ کہ جو کوئی
انکو دیکھ لیتا تھا اُسکے دلکی سختی دور ہو جاتی اور اسمیں نرمی پیدا ہو جاتی تھی اور وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ صحبت ایسے
شخص کی اختیار کرنی چاہئے (اور پیر اسکو بنانا چاہئے) کہ جسکو تم بات چیت سے پہلے صرف صورت دیکھکر یہ سمجھ لو۔ کہ یہ
دین میں تم سے بڑھا ہوا ہے (اور اس قابل ہے کہ اسکو پیر بنایا جاوے) اور وہب بن الوردؒ فرماتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ نے بذریعہ
وحی کے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ اپنے دل کو دھو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اے اللہ پانی تو وہاں تک پہنچتا نہیں
پھر میں اسے کیونکر دھو دوں۔ حکم ہوا۔ کہ (دل پانی سے نہیں دھلتا بلکہ) رنج وغم سے دھلتا ہے لہذا تمکو چاہئے۔ کہ میری طرف
سے جو چیز تم سے فوت ہو چکی ہے یا جسکی فوت ہونیکا آئندہ اندیشہ ہے اسپر نہایت مہموم ومغموم ومحزون رہو۔ الخ

Marfat.com

دل کو دھو دو (اور جلادو) اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے کہ جسطرح جسمانی بیماریونکا منبع جسمانی روگ ہیں۔ یوں ہی دلکی
بیماریونکی جڑ گناہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے (اسلئے اس نے دلکی بیماریونکی بھی دوا پیدا کی ہے
اور وہ دوا حزن وملال ہے) پس جبکہ آدمی (اپنے گناہوں کے سبب) نہایت غمگین ہوگا۔ اور اسکے آنسو اسکے آنکھوں
سے دلکی طرف منتقل ہوجاوینگے (یعنی وہ بجائے آنکھوں سے رونیکے دل سے روئیگا) تو اسکا بدن کھل جاویگا۔ اور
وہ بالکل تندرست ہوجاویگا) اور کسی نے ابراہیمؒ سے عرض کیا کہ آپکی ریش مبارک سفید ہوگئی ہے آپ خضاب کیوں
نہیں کرلیتے۔ آپنے فرمایا۔ کہ میاں خضاب زینت میں شمار ہوتا ہے۔ اور ہم لوگ رات دن سوگ میں رہتے ہیں (تو زینت
کو سوگ سے کیا نسبت) اور بشر بن الحارثؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے ہم آپکو ہمیشہ مغموم دیکھتے ہیں۔ آپ
نے فرمایا۔ میاں بات یہ ہے۔ کہ میں وہ شخص ہوں۔ جسکو حاکم کی جانب سے سرکاری وغیر سرکاری حقوق کے متعلق طلب
کیا گیا ہے (اور ابھی پیشی ہوئی نہیں ہے اسلئے وہ ڈرتا ہے۔ کہ دیکھئے۔ ان بہت سے مقدمات کا کیا نتیجہ ہو۔ جو مجھ پر قائم
ہیں۔ لہذا میرا غمگین رہنا ضروری ہے) نیز وہ فرماتے تھے۔ کہ ہر غم دیر سویر ختم ہوجاتا ہے برخلاف گناہوں کے غم کے
یہ ہر سانس کیساتھ تازہ ہوتا ہے (کیونکہ دوسرے غموں کی تو یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ انکے اسباب یا تو جاتے رہتے ہیں
یا پرانے ہوجاتے ہیں۔ اسلئے غم بھی جاتے رہتے ہیں۔ برخلاف گناہوں کے غم کے کہ یہ جوں جوں زمانہ گذرتا ہے [illegible]
اسکے سبب کو قوت ہوتی ہے۔ کیونکہ موت اور پیشی کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔ اسلئے اسکا ہر سانس میں [illegible]
اور حاتم اصمؒ حق تعالیٰ کے ارشاد ان لا تخافوا ولا تحزنوا کے متعلق فرماتے تھے۔ کہ عدم خوف وعدم حزن ان
کیلئے ہوگا۔ جو دنیا میں گناہوں سے بہت خائف اور بہت غمگیں رہ چکے ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں [illegible]
اپر نادم نہوئے۔ بلکہ اترائے۔ اسکو یہ حکم نہوگا۔ کہ نہ وہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں۔ اور معاذ [illegible]
تک جہنم کے پل یعنی پل صراط سے نہ گذر جائے۔ اسوقت تک آدمی کیلئے کسی قسم کی خوشی [illegible]
ابی طالبؓ روتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ چرند پرند مچھلیاں مر کر سب جنس سے ہوجاوینگی۔ مگر مجھے مرکر بھی چین
نہوگی۔ بلکہ میں اپنے اعمال کے سبب محبوس رہونگا۔ اور حاتم بن عبد الجلیلؒ کا قاعدہ تھا کہ جس روز عید ہوتی (سب
لوگ تو خوش ہوتے مگر) وہ اپنے تمام متعلقین کو جمع کرتے۔ اور سب کے سب ایک جگہ بیٹھکر روتے کسی نے پوچھا حضرت
یہ کیا بات ہے۔ کہ دنیا عید کو خوش ہوتی ہے مگر آپ روتے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ بھائی۔ میں بندہ ہوں حق تعالیٰ نے
طاعت کا حکم دیا ہے۔ اور معصیت سے منع فرمایا ہے اور مجھے معلوم نہیں۔ کہ میں نے امر و نہی کا حق ادا کر دیا
یا نہیں۔ (پس میں کیسے خوش ہو سکتا ہوں) عید کی خوشی تو ان ہی لوگوں کو زیبا ہے جنکو عذاب کا کھٹکا نہیں رہا [illegible]

Marfat.com

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ جب کبھی جبریل میرے پاس آتے ہیں۔ تو انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ سہمگین اور خدا کی ہیبت سے کانپتے ہوتے ہیں۔ اور وہب بن منبہ فرماتے تھے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے اس خلیل بنایا ہے۔ کہ وہ خدا سے بہت ڈرتے تھے۔ اور خوف کے سبب یہ حالت ہوتی تھی۔ کہ لوگ انکی دل کی حرکت کی اواز ایک میل سے سنتے۔ اور موسیٰ بن مسعود فرماتے تھے۔ کہ ہم جب سفیان ثوریؒ کے پاس بیٹھے۔ تو ہم کو انکی شدت خوف و جزاع و فزع کے سبب ایسا معلوم ہوتا۔ جیسے ہمکو چاروں طرف سے آگ گھیرے ہوئے ہو۔ اور فضیل بن عیاض فرماتے تھے۔ کہ خدا کے ایسے بھی بندے ہیں۔ کہ وہ خدا کی عظمت کو یاد کرتے ہیں۔ تو انکے دل پاش پاش ہو جاتے ہیں اور پاش پاش ہونیکے بعد پھر جڑ جاتے ہیں اور جڑ جانیکے بعد پھر پاش پاش ہو جاتے ہیں اور پاش پاش ہونیکے بعد پھر جڑ جاتے ہیں غرض جبتک وہ زندہ رہتے ہیں۔ برابر یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ نیز وہ فرماتے تھے۔ کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کا خوف اسی قدر ہوتا ہے جتنی کہ اسکو خدا کی معرفت ہوتی ہے۔ اور ابراہیم بن الحارث اسوجہ سے کہ آسمان قبلہ عا ہے (اور اسکی طرف توجہ خدا کی طرف توجہ ہے) خدا کے خوف اور شرم سے اسکی طرف آنکھ نہ اٹھاتے تھے۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ بسا اوقات سفیان ثوری و مالک بن دینار و فضیل بن عیاض رحمہم اللہ پر خوف کا غلبہ ہوتا اور وہ منہ اٹھا کر کسی طرف کو چلدیتے۔ اور انکو یہ نہ معلوم ہوتا۔ کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ اور عمران حصینؓ (غلبہ خوف میں) فرماتے تھے کہ واللہ میرا یہ جی چاہتا ہے۔ کہ میں راکھ ہو جاؤں۔ اور آندھی کے روز ہوا مجھے اڑا ڈالے۔ اور اسحاق بن خلف فرماتے تھے۔ خوف یہ نہیں۔ کہ آدمی بیٹھا رو یا کرے۔ اور آنسو پونچھتا رہے۔ بلکہ حقیقی خوف یہ ہے کہ آدمی ان باتوں کو چھوڑ دے جن پر اسی عذاب کا خوف ہو جسکے فرماتے تھے۔ کہ میں بار بار کل نفس ذائقۃ الموت پڑھ رہا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ کہ تو کب تک اس آیت کو دہراتا رہیگا۔ تو نے اسنے ٹھکر چار ہزار جنوں کا خون کر دیا ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے اس آیت کو سنا تو غلبہ ہیبت کے سبب آسمان کی طرف آنکھ نہ اٹھاتے اور وہیں ٹھنڈے ہو لئے۔ اور فضیل بن عیاض نے عرفہ کے دن عرفات میں وقوف فرمایا۔ اور زوال غروب تک ریش مبارک پکڑے بہت روتے رہے۔ اور یہ فرماتے تھے۔ کہ اگرچہ میری برائی (بہ برکت حج معاف ہو چکی) مگر مجھے بھی ایسا افسوس ہے اور حماد بن زیدؒ جب بیٹھے۔ تو اکڑو بیٹھتے۔ اور اچھی طرح نہ بیٹھتے۔ کسی نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ کہ بھائی اطمینان کے ساتھ وہ شخص بیٹھ سکتا ہے۔ جو عذاب خداوندی کیطرف سے بے کھٹکے ہو۔ اور میں دن میں کسی وقت بھی اس سے بے خوف نہیں ہوں۔ کہ مجھ پر عذاب نازل ہو (پھر میں اچھی طرح کیسے بیٹھ سکتا ہوں) عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے۔ کہ اگر غفلت نہ ہوتی۔ تو تمام مخلوق خدا کے خوف سے مر جاتی (پس تم اس سے خدا کے خوف کا اندازہ کر لو۔ کہ کیا چیز ہے۔ اسلئے تمہیں اسکا احساس ہونا چاہئے) اور مالک بن دینار (کے خوف کی یہ حالت

Marfat.com

فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کر رکھا ہے۔ کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کر دوں کہ جب میرا انتقال ہو جاوے۔ تو مجھے طوق
اور بیڑیاں پہنا کر قبر میں رکھیں۔ جیسا کہ اس قصور وار غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو اور تم لوگ
یہ تو بتلاؤ کہ تم مستحق دوزخ و ہلاکت ہو کر کس منہ سے اپنے نفس کو جنت میں جانے اور حوروں و بہشتی محلوں سے تمتع
کی اُمید دلاتے ہو۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔ کہ واللہ نہ مجھے کسی نبی مرسل پر رشک ہوتا ہے۔ اور نہ کسی مقرب
فرشتے پر کیونکہ یہ سب قیامت کے ہولناک واقعات کا مشاہدہ کرینگے۔ (اور ان سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق
متاثر بھی ہونگے) بلکہ مجھے تو ان پر رشک آتا ہے جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے۔ (کیونکہ یہ لوگ احوال قیامت سے بالکل بے
تعلق ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ میں بھی انکی طرح پیدا نہ ہوتا۔ اور مجھے بھی انکی طرح احوال قیامت سے دو چار نہ ہونا پڑتا)
اور سفیان بن عیینہ کا یہ قول پیشتر مذکور ہو چکا ہے۔ کہ آدمی کو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ خدا کے یہاں تو وہ نہایت معزز لوگوں
میں ہو۔ اور اپنے نزدیک سب سے بدتر ہو۔ اور مخلوق کے نزدیک اوسط درجہ کا ہو (حاصل یہ ہے کہ آدمی کو اپنا طرز عمل یہ رکھنا
چاہیئے۔ کہ خدا کی اصلا نافرمانی نہ کرے۔ تاکہ خدا کے نزدیک اسکا مرتبہ بلند ہو۔ اور باایں ہمہ اپنے کو بدترین مخلوق سمجھے
اور مخلوق خدا کے ساتھ نہ ایسا برتاؤ کرے جس سے وہ اُسے بُرا کہیں۔ اور نہ اسکی کوشش کرے کہ وہ اُسے اچھا کہیں
واللہ اعلم) اور فرقد سنجی فرماتے تھے کہ بیت المقدس میں پانسو کنواری لڑکیاں گئیں۔ وہاں کسی عالم اہل کتاب
نے ان سے آخرت کے واقعات بیان کئے۔ تو وہ سبکی سب ایک ہی وقت جان بحق ہو گئیں۔ وہ لڑکیاں تارک الدنیا
تھیں۔ چنانچہ اُنکا لباس ٹاٹ کا تھا جو کہ اسوقت زہاد کا لباس تھا۔ اور عطار سلمیؒ یوں دعا فرماتے تھے کہ اے
اللہ میں آپ سے عفو اور درگذر کی درخواست کرتا ہوں اور یہ کہنے کی انکو ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہ اے اللہ مجھے جنت میں
داخل کر دے (کیونکہ انکو شرم آتی تھی۔ کہ میں اپنے افعال پر ایسی درخواست کروں۔ اور یہ انکا ...)
اور فرقد سنجی کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ہم عطار سلمی کے پاس گئے۔ تو ہم نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑے
ہوئے ہیں۔ یہ دیکھکر جو ہم نے اور غور کی تو دیکھا اُن کے رخساروں پر آنسو بہنے کی لکیریں بنی ہوئی ہیں۔ اور اُنکے
سامنے میں نیز ہم نے دیکھا کہ اُنکے رخسار کے نیچے کی زمین آنسوؤں سے گارا اور کیچڑ ہو گیا ہے اور وہ یہ بھی کرتے تھے
آنسوؤں کو ہاتھ سے پونچھکر ادھر اُدھر جھٹک دیتے تھے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ انہوں نے وضو کیا ہے۔ اور یہ وضو کا
پانی ہے۔ نہ کہ آنسوؤں کا۔ اور ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ انہوں نے چالیس برس سے آسمان کی طرف نہ دیکھا تھا ایک
روز بھولے سے اسکی طرف نظر اُٹھ گئی۔ اور پیٹ کے بل گر پڑے جس سے انکے پیٹ کے اندر کوئی چیز پھٹ گئی
اور اسکے سبب سے وہ بیمار ہو گئے اور اسی مرض میں انکا انتقال ہو گیا۔ اور انکا قاعدہ تھا کہ جب انکے اہل شہر پر کوئی

مصیبت آتی۔ تو فرماتے کہ یہ میرے گناہوں کا وبال ہے۔ اگر میں یہاں سے نکل گیا ہوتا۔ تو ان بیچاروں پر یہ مصیبت نہ نازل ہوتی۔ اور رات کو اکثر اپنے بدن پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے۔ کہ مبادا میں اپنے گناہوں کی سزا میں مسخ کر دیا گیا ہوں۔ اور فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم عتبۃ الغلام کیساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام آیا۔ عتبۃ الغلام اسکو دیکھ بیہوش ہو کر گر پڑے جب انکو ہوش آیا۔ تو فرمایا۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں میں نے بالغ ہونے سے پہلے خدا کی نافرمانی کی تھی اور یہ حالت انکی اسوقت ہوئی تھی جبکہ وہ اور ان کے مرید چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھ چکے تھے اور انکے بدن دبلے ہو گئے تھے۔ اور رنگتیں بدل گئی تھیں۔ اور ایسے ہو گئے تھے۔ جیسے تربوز کے چھلکے (اس سے ان حضرات کے خوف کا اندازہ کر لو کہ کس قدر تھا۔ اور بعض سلف کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ روتے روتے بیہوش ہو جاتے تھے۔ اور بعض روتے ہوتے تھے جیسے کسی مردہ کو روتے ہیں۔ یہانتک کہ اس حالت میں انکا انتقال ہو جاتا تھا اس موضوع پر اور کلام آگے آئیگا منتظر رہنا چاہیے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (۲۷) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ گرمی ہو یا جاڑا ہر روز میں قیام لیل پر مداومت کرتے ہیں۔ اور بمنزلہ فرض کے اسکو اپنے اوپر موکد سمجھتے ہیں۔ اور اسمیں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں۔ کہ یہ کہتے ہیں۔ کہ جو فقیر بلا غلبہ نیند کے رات کو سوتا ہے۔ اس سے طریق میں کچھ ہونیوالا نہیں ہے۔ (مگر یہ تشدد صرف التزام عمل کیلئے ہے۔ اعتقاد پر اسکا کچھ اثر نہیں) مگر آج کل اس خلق کو بہت سے صوفیوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ اور وہ عوام والے دنیا کی طرح بے تکلف رات کو بستروں پر سوتے ہیں (اور قیام لیل کا خیال تک بھی نہیں آتا) اور بعض کے تنعم کی تو یہ کیفیت ہے۔ کہ وہ محض بلا ضرورت اور صرف تنعم کے طور پر (امراء کی طرح) ہر صبح حمام میں جاتے ہیں اور طلوع شمس تک وہاں سے نہیں نکلتے۔ شیخ ہو کر ہر روز صبح کیوقت حمام میں جاوے۔ اور عوام و مریدین اسکی یہ حالت دیکھیں نہایت بری بات ہے اور وہ نہایت برا شیخ ہے۔ (کیونکہ اس سے وہ خود ہی خراب نہیں ہوتا۔ بلکہ عوام و مریدین کو بھی اپنے ساتھ خراب کرتا ہے) میدان شب کے وہ شہسوار جنکو میں نے پایا ہے۔ ان میں سے آخری شخص ایک شیخ محمد بن عنان ہیں جنکا معمول ہر شب پانسو رکعت تھا۔ اور شیخ صالح صاحب احوال و کرامات شیخ فرج جو ناحیۃ شان تلمون کے شہر قیبہ کے رہنے والے ہیں سیدی محمد بن عنان مذکور کے پاس آتے اور فرماتے اھلا براعی الصہیب اور راعی صہیب انکو اسلئے کہتے تھے۔ کہ وہ قیام لیل پر مداومت فرماتے تھے۔ اور انکا معمول تھا کہ تہجد کی نماز جاڑوں میں کوٹھے پر پڑھتے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ تم قیام لیل کا التزام کرو۔ کیونکہ اسمیں بہت سے فائدہ ہیں ایک یہ کہ وہ پہلے کے نیک لوگوں کی سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے تیسرے اس سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ گناہوں سے روکتا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ جسم سے بیماری کو دفع کرتا ہے۔ اور

Marfat.com

ن داود علیہ السلام کی والدہ نے اُن سے فرمایا۔ کہ بیٹا رات کو نہ سویا کرو۔ کیونکہ جو رات کو سوئیگا قیامت میں نیکیوں کی
الی ہاتھ آئیگا۔ اور حق تعالیٰ نے داود علیہ السلام سے بذریعہ وحی کے فرمایا۔ کہ اے داود جو شخص میرے محبت کا دعویٰ
ے۔ اور جب رات ہو۔ تو مجھ سے غافل ہو کر سووے۔ وہ جھوٹا ہے (کیونکہ عاشق ایسے وقت کے منتظر ہوتے ہیں
یں بفراغ خاطر محبوب کے ساتھ عرض و معروض کی جا سکے۔ اور یہ ایسے وقت کو قصداً کھوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جھوٹا)
حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ذریعہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں۔ جب کہ وہ سردی کی رات تہجد پڑھتا ہے
فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو دیکھو۔ کہ میری خاطر اس نے دنیا کو اور اپنی خوبصورت بیوی کو چھوڑ دیا۔ اور اُٹھا اور
ل کہ مجھ سے میرے کلام (قرآن شریف) سے باتیں کرتا ہے۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ کہ میں نے اسے بخش دیا۔ اس کو
نافع نے بیان کیا ہے۔ اور عبداللہ بن عمر رضی کا قاعدہ تھا کہ وہ رات کو اُٹھتے۔ اور فرماتے نافع کیا صبح ہو گئی۔ وہ فرماتے
نہیں۔ پھر آپ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے۔ اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے۔ تو پوچھتے۔ نافع کیا صبح ہو گئی۔ وہ کہتے
ی ہاں۔ تب بیٹھ کر استغفار کرتے رہتے۔ یہانتک کہ فجر ہو جاتی (اور نماز کا وقت آجاتا۔ اسوقت آپ نماز پڑھتے) اور
ام زین العابدین فرماتے تھے کہ ایک روز اتفاقاً یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی اور معمول تہجد قضا
و گیا اور وجہ اسکی یہ ہوئی تھی۔ کہ جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے بذریعہ وحی کے فرمایا کہ
اے یحییٰ اگر تم جنت الفردوس کو ایک مرتبہ بھی جھانک کر دیکھ لیتے۔ تو اسکے عشق میں تمہارا جسم گھل جاتا۔ اور آنسو
بہا چکنے کے بعد تمھاری آنکھوں سے کچھ لہو بہتا۔ اور ٹاٹ چھوڑ تم لوہا پہنتے (غرض کہ اسکی تحصیل کیلئے تم ہر قسم کی
جھیلتے۔ مگر چونکہ تم نے دیکھا نہیں۔ اسلئے غافل ہو کر سو گئے) اور عمر بن الخطاب رضی کا قاعدہ تھا کہ جب رات کو
ن قرآن پڑھتے ہوئے۔ کوئی وعید وغیرہ کی آیت آجاتی۔ تو بیہوش ہو کر گر جاتے۔ اور کئی دن تک ایسے
جیسے بیمار کی جاتی ہے۔ نیز وہ اپنے زمانہ خلافت میں نہ رات کو سوتے تھے نہ دن کو
تے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ اگر میں رات کو سوتا ہوں۔ تو اپنے کو کھوتا ہوں (کیونکہ قیام لیل ترک ہوتا ہے) اور
دن کو سوتا ہوں۔ تو رعیت کو کھوتا ہوں۔ اور مجھ سے اُنکی نسبت بھی بازپرس ہوگی (اسلئے میں نہ دن کو سو سکتا ہوں
نہ رات کو) اور عبداللہ بن مسعود کا قاعدہ تھا۔ کہ جب سب لوگ سو رہتے تو آپ تہجد کیلئے اُٹھتے۔ اور صبح تک آپکے
گھر سے ایسی آواز سنائی دیتی رہتی۔ جیسے مکھیوں کی بھنبھناہٹ (یعنی بہت آہستہ آواز سے قرآن پڑھتے۔ تاکہ دن
والوں کو تکلیف نہ ہو) اور سفیان ثوری جب اتفاق سے اپنے نفس کی طرف سے غافل ہو جاتے اور زیادہ کھا لیتے
ساری رات نماز پڑھتے اور فرماتے کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے۔ تو اس وقت کے مالک اسکا کام لیتا

جاتا ہے۔ اور طاؤس رحمہ اللہ عشا کیوقت سے اپنا بستر خواب بچھاتے۔ اور صبح تک انکی آنکھ نہ لگتی۔ اور ایسے ہی کے سبب
برابر کروٹیں بدلتے اور روتے رہتے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ عشا سے صبح تک آنکھیں کھولے اور بخیر کھڑے رہتے
اور بسا اوقات ایسا ہوتا۔ کہ صبح تک گردن جھکائے۔ اور گریبان تفکر میں منہ ڈالے خاموش بیٹھے رہتے۔ اور فرماتے
تھے کہ دوزخ کے خوف نے اہل عبادت کی نیند اڑا دی اور سلف صالح کی یہ حالت تھی کہ جو شخص تہجد کی نماز نہ پڑھتا انکو
صورت دیکھکر پہچان لیتے اور فرماتے کہ میاں رات ہم نے تمہیں خدائے تعالیٰ کے دربار میں نہیں دیکھا۔ مگر فلاں فلاں
موجود تھے۔ اور انکو انعام دیتے اور وہ حضرات آپس میں ایک دوسرے پر اس بنا پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ کہ وہ ایسے بستر
پر سوئے جو اُسکے لئے بچھایا گیا ہوا کیونکہ اسمیں تنعم اور ریاست کی شان ہے۔ اور یہ بات اخلاق صوفیہ سے بعید ہے
اور بعض حضرات کا واقعہ ہے۔ کہ جب وہ سفر سے آئے تو ایک بستر پر بیٹھ گئے۔ تکان کی وجہ سے کمر سیدھی کرنے لیٹے تو نیند
آگئی۔ اس نیند کے سبب اُنکا معمول شب قضا ہو گیا اسپر انہوں نے یہ کہا کہ بستر پر لیٹنے سے عمر بھر کیلئے قسم کھائی
عبدالعزیز ابی داؤد کیلئے بستر بچھایا جاتا۔ تو وہ اسپر ہاتھ رکھتے۔ اور فرماتے کہ اے بستر تو نہایت نرم ہے۔ مگر میاں جنت
کے بستر تجھسے زیادہ نرم ہیں (میں تجھپر سو کر اُنکو نہیں کھونا چاہتا) یہ کہکر نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے۔ اور صبح تک
پڑھتے رہتے۔ اور فضیل بن عیاض فرماتے کہ میں ساری رات نماز پڑھتا ہوں۔ اور جب صبح ہوتی ہے۔ تو میرا دل کانپ
جاتا ہے اور کہتا ہوں کہ ابھی آفتاب کو لیکر دن آکھڑا ہوا اور عیش و راحت کا زمانہ ختم ہوا۔ اب خدا خیر کرے۔)
بشر حافی امام ابوحنیفہ۔ یزید رقاشی۔ مالک بن دینار۔ سفیان ثوری۔ ابراہیم بن ادہم جب تک وہ زندہ رہے
تمام رات نماز پڑھتے رہے۔ اور لوگوں نے ایک مرتبہ بشر حافی سے کہا کہ رات کو تھوڑی دیر تو ارام فرمالیا کریں۔ ا
نے فرمایا۔ کہ صاحبو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر قیام لیل فرماتے تھے۔ کہ آپکے پائے مبارک ورم کر جاتے
اور اس میں سے خون ٹپکنے لگتا تھا۔ حالانکہ آپکے اگلے پچھلے گناہ معاف کئے جا چکے تھے۔ تو پھر میں کیسے سو سکتا
جبکہ مجھے یہ بھی علم نہیں۔ کہ میرا ایک گناہ بھی معاف ہوا ہے۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے۔ کہ جس کسی کا قیام شب قضا
ہے وہ ضرور کسی ایسے گناہ کی سزا میں قضا ہوتا ہے۔ جسکا اُس نے ارتکاب کیا ہے۔ پس تم ہر شب غروب آ
کیوقت اپنے نفسوں کے پڑتال کرو۔ اور دیکھو کہ آج تمنے کسقدر گناہ کئے ہیں۔ اور جسقدر گناہ کئے ہوں سب
و استغفار کرو۔ تاکہ تمہیں قیام لیل نصیب ہو اور فرماتے تھے۔ کہ قیام شب اسی پر گراں ہوتا ہے جسپر گناہوں کا
ہوتا ہے۔ (کیونکہ جسطرح حسی بوجھ سے جسم پر اثر ہوتا ہے۔ یوں ہی ثقل معنوی سے روح پر اثر ہوتا ہے) اور ا
فرماتے تھے کہ ہم نے پہلے علماء و عباد کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ رات بھر نہ سوتے تھے۔ اور میں رات

Marfat.com

جس گھر یا جس مسجد کا چکر لگاتا تھا۔ اُنمیں بیں شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سُنتا تھا۔ مگر نہیں معلوم ہمارے زمانہ کے لوگوں کو کیا ہوا کہ جس چیز سے وہ لوگ ڈرتے تھے اور اُس سے ڈر کر اسقدر تکلیف برداشت کرتے تھے۔ اس سے یہ لوگ بے خطر کیونکر ہو گئے ہیں۔ اور صلہ بن اشیم عشاء سے صبح تک قدم جمائے نماز میں کھڑے رہتے۔ اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو (بجائے لمبی چوڑی درخواستوں کے) یہ فرماتے۔ کہ اے اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت کی درخواست کروں۔ ہاں آپ مجھے دوزخ سے پناہ دیجیے (اور یہ درخواست بھی اس بنا پر نہیں ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں۔ بلکہ موجب یہ ہے کہ مجھ میں اُسکے تحمل کی قوت نہیں) اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے عرض کیا کہ میں قیام لیل نہیں کر سکتا۔ آپ مجھے کوئی دوا تبلا دیجیے (جس سے میں قیام لیل کر سکوں) آپنے فرمایا کہ تم دن میں گناہ چھوڑ دو۔ جب تم دن میں گناہ نہیں کروگے۔ تو حق سبحانہ رات کو تمہیں اپنے سامنے کھڑا کرینگے۔ اور وجہ اسمیں یہ ہے کہ رات میں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا بہت بڑی عزت ہے۔ اور نافرمان اس عزت کا مستحق نہیں ہو سکتا (پس تم نافرمانی ترک کر دو) اور عتبۃ الغلام رات کیوقت وضو کرتے تھے اور نماز کیلئے کھڑے ہوتے اور فرماتے تھے۔ اے اللہ میں نے اپنے نفس پر معاصی و قبائح کا ناقابل برداشت بوجھ لاد دیا ہے حتی کہ میں [illegible] دھنسا دئے جانے۔ اور مسخ کر دئے جانیکے قابل ہو گیا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپکے سامنے ہر اُس شخص [illegible] کھڑا ہوں جو روئے زمین پر کہیں بھی آپ سے عرض معروض کر رہا ہو۔ صرف اس توقع پر کہ آپ ان سب کی ضرورتیں پوری فرمائینگے۔ اور اسطرح اسکا کچھ حصہ مجھے بھی نصیب ہو جاویگا۔ اور حسن بن صالح کا قاعدہ تھا کہ وہ اور انکی لونڈی [illegible] قیام لیل کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی ضرورت سے انہوں نے اس لونڈی کو بیچ دیا۔ پس جب وہ مشتری کے یہاں گئی [illegible] حسب معمول عشاء کی نماز سے فارغ ہونیکے بعد نماز شب شروع کر دی۔ اور صبح تک پڑھتی رہی [illegible] حصہ گذرتا تھا۔ تو وہ کہتی تھی۔ ارے گھر والو اٹھو نماز پڑھو۔ اور وہ اسکا [illegible] جب اُس نے یہ حالت دیکھی تو وہ حسن بن صالح کے پاس آئی اور شکایت کی کہ آپنے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچا جو تمام رات سوتے ہیں۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اُنکے آرام کو دیکھکر کبھی میری ہمت نہ پست ہو جاوے یہ حالت معلوم ہوکے حسن کو اُس پر رحم آیا اور ادائے حق صحبت کا خیال ہوا۔ اور اُسے واپس لے لیا اور رابعہ عدویہ کا قاعدہ تھا کہ جب رات ہوتی تو آپ وضو کرتیں۔ اور بدن میں خوشبو لگاتیں اور اپنے شوہر سے کہتیں کہ آپ کو میری ضرورت ہے۔ اگر وہ کہدیتے کہ نہیں تو پھر صبح تک نماز میں کھڑی رہتیں اور اول شب میں فرماتی کہ الٰہی لوگ سو گئے۔ اور ستارے چھپ گئے اور شاہان دنیا نے اپنے دروازے بند کر لئے مگر ایک آپکا دروازہ ہے۔ کہ بند نہیں ہوتا۔ پس آپ مجھے معاف کر دیجیے

پھر نماز کیلئے قدم برابر کرتیں۔ اور فرماتیں کہ آپکی عزت وجلال کی قسم جب تک میں زندہ رہونگی ہر شب صبح تک آپ کے سامنے یوں ہی کھڑی رہونگی۔ اور سفیان ثوری فرماتے تھے۔ کہ کھانا کم کھانیکا التزام کرو تمکو قیام لیل پر قابو حاصل ہو جاویگا۔ اور ثابت بنانی تمام رات نماز پڑھتے اور اپنے گھر والوں سے فرماتے کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ کیونکہ قیام لیل کی تکلیف خیانت کے خوفناک واقعات کے جھیلنے سے آسان ہے۔ اور ابو الجویریہ فرماتے تھے کہ میں چھ مہینہ تک امام ابو حنیفہؒ کے اسطرح ساتھ رہا کہ ایک دنکو بھی جدا نہیں ہوا۔ مگر میں نے اس عرصہ میں نہیں دیکھا کہ کسی رات انہوں نے زمین سے پیٹھ لگائی ہو۔ اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے۔ کہ رات کیلئے امام صاحب کے پاس کوئی بستر نہ تھا۔ (کیونکہ وہ رات کو سوتے ہی نہ تھے تاکہ بستر کی ضرورت ہوتی) اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ امام ابو حنیفہ سے زیادہ عبادت کرنیوالا دیکھا۔ اور نہ ان سے زیادہ دنیا سے بے رغبت دیکھا۔ اور نہ ان سے زیادہ پرہیزگار دیکھا۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے۔ کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ حق سبحانہ رات کیوقت تجلی فرماتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنکو میری محبت کے دعوے کیا کرتے ہیں۔ کیا عشاق کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ خلوت چاہتے ہیں (اور ضرور ہے) تو اب میں اپنے عشاق کی طرف متوجہ ہوں وہ حاضر ہو کر مجھسے گفتگو کریں اور مشاہدہ کے طور پر مجھسے خطاب کریں۔ اور کل کو میں اپنے دیدار سے جنت میں انکی آنکھیں ٹھنڈی کرونگا۔ اور مغیرہ بن حبیب فرماتے تھے۔ کہ میں نے ایک شب مالک بن دینار کو بچشم خود دیکھا کہ وہ عشا کیوقت داڑھی پکڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے اور روتے اور کہتے کہ اے اللہ مالک کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ اور اسیطرح صبح کر دیتے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبدالواحد بن زید کو ایک مہینے تک دیکھا کہ وہ رات کو اصلا نہ سوتے تھے۔ اور رات کو تھوڑی تھوڑی دیر میں فرماتے تھے کہ اے گھر والو۔ جاگ جاؤ کیونکہ دنیا سونیکا گھر نہیں۔ یاد رکھو کہ عنقریب تمہیں کیڑے کھا جائیں گے۔ اور صہیب عابد بصرہ میں ایک عورت کے غلام تھے۔ اور ساری رات نماز میں کھڑے رہتے تھے اسپر انکے آقا نے ایک روز کہا۔ کہ رات کو اتنی دیر کھڑے رہنا دن میں تمہاری خدمت میں خلل ڈالیگا (پس تم رات کو اتنے نہ جاگا کرو۔ تاکہ دن میں کام کر سکو) یہ سنکر انہوں نے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں جب مجھے دوزخ یاد آجاتی ہے۔ تو میری نیند اڑ جاتی ہے۔ اور ازہر بن مغیث فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نہایت خوبصورت حور کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا تو کس لئے ہے۔ اس نے کہا کہ اس شخص کے لئے جو جاڑوں کی راتوں میں قیام لیل کرے۔ اور علاء بن زیاد نماز میں تمام شب کھڑے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ انکی بیوی نے کہا کہ کچھ دیر آرام بھی کر لیا کرو۔ اسپر انہوں نے اسکا کہنا مان لیا۔ تو انکے خواب میں ایک شخص آیا۔ اور [illegible]

پیشانی پکڑ کر کہا اٹھو۔ نماز پڑھو۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کا حصہ ضائع نہ کرو۔ سو وہ اٹھے۔ اور انکو ان بالوں کو کھڑا ہوا پایا اور وہ انکے انتقال تک کھڑے ہی رہے۔ اور ابراہیم بن ادہم ایک شب بیت المقدس میں سوئے۔ تو انہوں نے حجرہ کی جانب سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ قیام شب آگ کے شعلہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور پانوں کو پل صراط پر جماتا ہے پس تم قیام شب میں سستی نہ کیا کرو۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے مرتے دم تک اسکو ترک نہیں کیا پس اسکو خوب سمجھ لو۔ اور اسپر عمل کرو۔ والحمد للہ رب العلمین تم الباب الاول۔

دوسرا باب کچھ اور اخلاق کے بیان میں

(۲۸) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ نہایت کسر نفسی کرتے ہیں۔ یہانتک کہ ان میں سے بعض حضرات اپنے شاگردوں سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ (انکی دنیاوی عزت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ انکے دوسرے ... وغیرہ میں) اٹھاتے ہیں۔ مگر وہ اس عزت کی بھی پروا نہیں کرتے اور نہ انکی اسپر نظر ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے شاگردوں سے ... الم ہیں۔ یا عمل میں اس سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر یہ تمام باتیں حد شرعی کے اندر ہوتی ہیں۔ اور اسوقت ہوتی ہیں جب کہ اس شاگرد کے فتنہ عجب وکبر میں مبتلا ہونیکا اندیشہ نہو۔ چنانچہ ہم کو معلوم ہوا ہے۔ کہ جب امام شافعیؒ نے امام احمد کے پاس اپنا قاصد یہ پیغام دیکر بھیجا ہے۔ کہ آپ عنقریب ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہونیوالے ہیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ اس سے سلامتی دین کے ساتھ نجات پا جائینگے۔ انکا مقصد اس سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق تو جب قاصد نے یہ پیغام پہونچایا ہے تو انہوں نے اسکے انعام کی خوشی میں اپنا ... اتار کر اسکے حوالہ کر دیا۔ اب جب کہ قاصد کرتہ لیکر امام شافعیؒ کے پاس پہونچا۔ اور انکو اس واقعہ کی اطلاع ... نے اس سے دریافت کیا کہ امام احمد اس کرتے کے نیچے تو کچھ نہیں پہن رہے تھے اس نے عرض کیا کہ ... اسکو امام نے اسکو بوسہ دیا۔ اور اپنے آنکھوں سے لگایا اور ایک برتن سے اسپر پانی ڈالکر اسکو خوب ملا۔ اور اسکے بعد اسے نچوڑا۔ اور اس دھوون کو ایک شیشہ میں کرکے اپنے پاس رکھا۔ اسکے بعد انکا یہ معمول تھا۔ کہ جب انکا کوئی تعلق بیمار ہوتا۔ تو وہ پانی اسکے پاس بھیجتے اور وہ اسکو اپنے بدن میں ملتا اور فوراً شفایاب ہوتا۔ اب تم غور کرو۔ کہ باوجودیکہ امام احمد شافعیؒ کے شاگردوں میں تھے مگر باایں ہمہ امام کا انکے ساتھ کسقدر متواضعانہ برتاؤ تھا۔ اور اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ حضرات باوجود اپنے اعمال صالحہ کی کثرت کے اپنے کو کسی مسلمان سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے برخلاف آج کل کے بنے ہوئے مشائخ کے کہ وہاں اعمال صالحہ کا تو نام بھی نہیں۔ اور کبر و عجب کی یہ حالت ہے۔ کہ کسی کو اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے ...

Marfat.com

سے اعلیٰ تو درکنار یہ تو پہلے زمانہ کا قصہ ہے) اور جن مشائخ کو ہم نے دیکھا ہے۔ ان میں سے وہ آخری بزرگوار جو اپنے شاگ
کے معتقد۔ اور اس سے برکت حاصل کرتے۔ اور اسکے پاس آشوب چشم والے اور دوسری قسم کے بیمار کو جھاڑنے کیلئے بھیج
تھے وہ شیخ محمد بن عثمان اور شیخ محمد سروی رحمۃ اللہ تھے شیخ محمد عثمان اس شخص کو جو اپنے بیمار کیلئے دعا کرانا چاہتا شیخ یوسف
قرشی کے پاس بھیجتے تھے۔ اور شیخ محمد سروی اسکو شیخ علی حدیدی کے پاس بھیجتے تھے۔ حالانکہ شیخ یوسف اور شیخ
علی مذکورین ان حضرات کے شاگردوں میں تھے۔ پس خدا سب سے راضی ہو۔ اس مضمون کو خوب سمجھ لو۔ (اور اسپر عمل کرو)
الحمد للہ رب العالمین۔ (۲۹) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ ان حضرات کو اسبات پر نہایت غیرت
آتی ہے۔ کہ کوئی شخص غفلت کی حالت میں (اور کسی دنیاوی غرض سے) خدا کا نام لے۔ مثلاً قاعدہ ہے کہ جب ماں رات
کیوقت بچہ کے وجہ سے جاگ رہی ہو۔ تو وہ اسکے سلانے کیلئے ذکر اللہ کرتی ہے (چنانچہ ہمارے یہاں کا قاعدہ ہے
کہ عورتیں ایسے موقعہ پر اللہ اللہ یا اللہ جی اللہ کہتی ہیں مترجم) تو یہ بات اسکو پسند نہیں۔ کیونکہ ذکر خدا کی شان اس سے ارفع
کہ ایسی غرض کیلئے کیا جاوے۔ ایک روز ایک بزرگ نے کسی مریض سے کہا۔ کہ میاں تم (حصول شفا کیلئے) یا لطیف پڑھا
کرو۔ اور اسوقت انکو اپنے خدا کے سامنے ہونے سے ذہول تھا۔ تو حق سبحانہ نے اس بات پر خواب میں انپر عتاب فرمایا
اور فرمایا کہ تمنے میرے ذکر کو لہو و لعب بنا لیا۔ پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ اور اسپر عمل کرنا چاہیئے۔ والحمد للہ رب
العالمین۔ (۳۰) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ حضرات نہایت ہی نرم خو ہوتے ہیں کہ ایک بچے کے
ساتھ یوں چلے جاتے ہیں جیسے اونٹ بے چون وچرا شتربان کے پیچھے چلتا ہے۔ جس حدیث میں صفوں کو برابر کرنیکا حکم
ہے۔ اسمیں اس نرمی کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ لینوا فی ید اخوانکم یعنی اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں
نرم ہو جاؤ (اور جس طرح وہ تمھیں کھڑا کریں اس طرح کھڑے ہو جاؤ اور مزاحمت نہ کرو) نیز قرآن میں بھی
اس کی فضیلت آئی ہے چنانچہ فرمایا ہے ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک یعنی
اگر آپ تندخو۔ اور سخت دل ہوتے۔ تو یہ لوگ آپکے پاس سے پراگندہ ہو جاتے۔ جب تمکو نرمی کی خوبی اور اسکا
یہ ہونا معلوم ہو گیا تو اب سمجھو۔ کہ فقراء کی نرمی میں یہ بھی داخل ہے کہ جب ان میں کا کوئی شخص ایسے جماعت
پاس جاوے جو خدا کا یوں ذکر کر رہے ہوں۔ جیسے عجمی لوگ۔ یا مغربی حضرات سیا شاذیہ یا رطاوعہ یا رفاعیہ وغیرہم کرتے ہیں حد شرعی
اندر رہیں تو ذکر میں انکی موافقت کرکے انکے ساتھ مشغول ذکر ہو۔ اور اسی طرح نفس ذکر میں بھی انکی موافقت کرے۔ جو انکو مشائخ نے
میں داخل کرتے وقت تعلیم کی ہے مثلاً نفی اثبات یا اور کوئی۔ اور نہ کہے کہ یہ وہ طریقہ نہیں ہے جسکی ہمارے شیخ نے تعلیم کی ہے۔ چنانچہ
کہ بہت سے لوگ اس بارے میں مبتلا ہیں۔ اور اس سے انکو دو قسم کے نقصانات ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ

Marfat.com

سے محروم رہتے ہیں۔ دوسرے بدخلقی اور سخت مزاجی کے بلا میں مبتلا ہوتے ہیں (کیونکہ یہ موافقت عارضی تلقین
شیخ کے منافی نہیں ہے اسلئے کہ تلقین شیخ کا مقصد یہ ہے کہ تمکو بالاستقلال اسپر عامل ہونا چاہئے۔ اور اسکا یہ مقصد
نہیں ہے کہ کسی عارض کے سبب سے بھی اسکے خلاف نہ کرنا چاہئے) پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے اور اسپر عمل کرنا
چاہئے۔ الحمد للہ رب العالمین (۳۱) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ شرعی طریق سے بھوکے رہتے
ہیں۔ (مثلاً وہ روزہ رکھتے ہیں یا کھانا کم کھاتے ہیں وغیرہ) اور اگر انکو حلال غذا میسر نہیں آتی۔ تب تو وہ کئی کئی روز
بلا کھائے کاٹ دیتے ہیں۔ اور فائدہ اسمیں یہ ہے کہ انہوں نے خلو معدہ کو تجربہ سے سراپا نور اور سراسر بہتر پایا ہے۔
حتی کہ انہوں نے اس مثل میں جو ڈھول کے بارہ میں مشہور ہے کہا ہے کہ اُسکی آواز زور دار اور بلند اسی سبب سے ہے کہ
وہ اندر سے خالی ہوتا ہے (اور اس سے اُنہوں نے خلو معدہ کی خوبی پر استدلال کیا ہے) نیز اُنہوں نے کہا ہے کہ
عالم کو نہ چاہئے کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔ بالخصوص تالیف کے زمانہ میں تاکہ وہ قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ کے
لطائف سمجھنے سے مانع نہو جاوے کیونکہ جسکا پیٹ بھرا ہوتا ہے۔ اُسکی فہم کمزور ہوتی ہے۔ (اور یہ ایک صحیح واقعہ ہے
جسکو اسمیں کچھ شبہ ہو۔ وہ تجربہ کرکے اطمینان کرلے۔ اور ہم نے صوفیہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا ہے
جسکو بھوکا رہنے میں صد درجہ کمال تھا یہاں تک کہ بعض حضرات سات روز میں صرف ایک مرتبہ پاخانہ جاتے تھے
وجہ اُسکی یہ ہے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی تھی کہ وہ پاخانہ میں بکثرت جاکر ستر کھولیں۔ اور شیخ تاج الدین ذاکر کی
تو یہانتک پہونچی ہوئی تھی کہ وہ ہر بارہ روز میں صرف ایک مرتبہ وضو کرتے تھے۔ اور سیدی علی شہار جو جوع
کے لقب سے مشہور تھے۔ اُنکی حالت یہ تھی کہ جوان سے ملتا۔ وہ اسکو بھوکا رہنے کی نصیحت کرتے اور فرماتے
کا ہتیار ہے (جس سے وہ قوائے بہیمیہ کو مغلوب کرکے نفس و شیطان کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا
تھے کہ بھوکا آدمی اگر خدا کی اطاعت نہ کریگا تو اُسکی نافرمانی بھی نہ کریگا۔ کیونکہ اُسکو
مخالفت کا داعیہ ہی نہوگا اور جن حضرات کا معمول صوم دہر تھا۔ ان میں سے ایک شیخ عمر النبتیتی سر برہنہ اور
اُنکے چچازاد بھائی شیخ عبدالقادر سر برہنہ تھے اور یہ دونوں حضرات صوم دہر کی برکت نہایت نورانی الباطن اور
بلغایت عالی ہمت تھے پس تمھیں اس بارہ میں اپنے سلف کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور اُسی وقت کھانا کھانا چاہئے
جب کہ تمھیں سخت بھوک لگی ہو اور تمہاری آنتیں بھوک سے مشتعل ہو جاویں اور ان میں لوہے اس مادہ کے موجود
نہ ہونیکے جسکے نضج میں وہ مشغول ہوں کھرچن سی لگ جائے۔ پس اسے خوب سمجھ لینا چاہئے اور اسپر عمل کرنا چاہئے
والحمد للہ رب العالمین۔ (۳۲) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب انکو قرآن شریف سے مشغولی

کی عدم اخلاص معلوم ہوجاتا ہے۔ تو وہ اُنکی تعلیم برابر جاری رکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر اُنکے لیئے دعا کرتے رہتے ہیں تاکہ انکو بھی اجر ملے اور ان متعلمین کو بھی۔ اور اُنکی تعلیم سے دست بردار نہیں ہوتے۔ کیونکہ تعلیم مقصود شارع ہے۔ (اور اصلاح نیت فرض متعلم پس وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور فرض متعلم کو اُسکے اور خدا کے حوالہ کرتے ہیں) اور شارع نے جو اپنا مقصود تعلیم رکھا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ علم کے دو فائدہ ہیں ایک امر عمل۔ اور دوسرا احیاء شریعت (اب اگر کسی کی نیت میں خلوص نہوگا۔ تو احیاء شریعت تو اُس سے ہی ہوگا۔ لہذا صاحب علم اس سے بہر حال ماجور ہوگا خواہ (عمل و احیاء کے سبب) اُسے پورا اجر ملے یا (صرف احیاء کے سبب) اجر ناقص ملے اور سیدی علی خواص فرماتے تھے کہ ہر صاحب علم اپنے علم پر عمل کرتا ہے خواہ وہ گناہ ہی کرے۔ اور اسکا عمل اپنے حق میں ہو اور لوگوں کے نزدیک نہو کیونکہ جب وہ گناہ ہی کریگا تو دوسرے وقت اس سے توبہ کریگا اور اسپر نادم ہوگا۔ اب اگر اسے علم نہوتا تو اسے یہ بھی پتہ نہوتا۔ کہ یہ گناہ ہے۔ اور نہ وہ اس سے توبہ کرتا۔ پس اس حیثیت سے وہ اسپر اب بھی عامل ہے۔ اگرچہ لوگوں کی اصطلاح میں وہ اسپر عامل نہو۔ پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ علم ہر حال میں نافع ہے اور یہ تو ہر زمانہ میں رہا ہے کہ لوگوں کا علم اُن کے عمل سے زیادہ ہو۔ (پس نقصان عمل کی بنا پر علم کو بے سود نہ سمجھنا چاہیئے والحمد للہ رب العالمین۔ (۳۳)

اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ ہر اس عالم کے علم پر عمل کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ جو خود اپنے علم پر عمل کرنیکا اہتمام نہیں کرتا۔ اور اُسکی علم پر عمل کرکے اُسکا ثواب اُسکے نامہ اعمال میں لکھا دیتے ہیں (یعنی اسکا ثواب اسے بخشدیتے ہیں) اور اپنے اجر کے خدا کے فضل و احسان سے خواہاں ہوتے ہیں جیسا کہ اُنکا معمول ہے کہ جب وہ کوئی علم پڑھتے ہیں تو اسکا ثواب اُسکے مولف کو بخشتے ہیں اور انمیں اسکی مزاحمت نہیں کرتے کیونکہ ہر قول کا ثواب اُسکے قائل کو ہوتا ہے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ مگر یہ بات اُنہی لوگوں میں پائی جاتی ہے جو بحکم وراثہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مومنین پر اُنکے نفسوں سے زیادہ شفیق ہوں۔ چنانچہ ہم نے اپنی کتاب مینن الکبریٰ میں اس بحث پر مبسوط کلام کیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین (۳۴)

اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے جو بظاہر دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور بباطن اون سے کاوش کرتے ہیں میل جول رکھتے ہیں۔ اور اپنی طرز عمل سے اپنر یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انکو اُنکے دعوے محبت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اور انکے علم کو ان کے عدم خلوص واقعی تک رسائی نہیں ہے اور وہ صراحۃ ایسا لوگوں کے دعوے اخلاص کی تکذیب نہیں کرتے۔ اور نہ وہ انکو جب کہ وہ تقرب کے خواہاں ہوں مقرب بتلانے سے انکار کرتے ہیں

Marfat.com

ہونکہ اس سے اُنکی عداوت اور انکا فتنہ اور بڑہے گا۔ مگر ایسے لوگوں کو جو اسطرح اپنے دشمن کے ساتھ میل جول

مجبور ہوں اسکی ضرور احتیاط رکھنی چاہیے۔ کہ اپنے اعضا سے خلاف شریعت یا خلاف مصلحت افعال ہونے

دینے دیں۔ کیونکہ دشمن کا مقصود اختلاط سے بسا اوقات اُسکی کچی حالت پر مطلع ہونا ہوتا ہے تاکہ وہ

ہور مخالفت کے زمانہ میں مجالس عامہ میں علی الاعلان بیان کرکے اسکی ہجو کر سکے۔ چنانچہ ایسا بہت ہوتا ہے

غرض جو شخص اپنے دشمن سے میل رکھے اسکے لیے نہایت احتیاط لازم ہے۔ اور سلامتی کی بات یہی ہے کہ حتی

امکان صرف انہی لوگوں سے اختلاط رکھے۔ جو خلوص و محبت سے اُسکے معتقد ہیں۔ اور دشمن سے اختلاط

کرے کیونکہ اُس شخص کیلئے جو سیاست سے پورے طور پر واقف نہو۔ اور عمل میں کچی کمزوریاں رکھتا ہو

ے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ پس اسکو خوب سمجھ لیا جاوے والحمد للہ رب العلمین۔ (۳۵) اور منجملہ ان کے اخلاق

ے ایک یہ ہے کہ وہ صرف لوگوں کی خوبیوں کو دیکھتے ہیں اور اُنکی برائیوں سے آنکھ بند کر لیتے ہیں حتی کہ وہ

ی مسلمان بھائی میں کوئی برائی ہی نہیں دیکھتے جس سے وہ اسکی ہجو کریں اور اس بنا پر تمام مسلمان انکے

ب ہوتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات نفسانیت سے کسی سے دشمنی نہیں رکھتے

ی ان حضرات سے بطور حسد و تعدی کے دشمنی کرتے ہیں اب اگر کوئی یہ کہے۔ کہ جو لوگ اس

فع اُنکے مریدوں و معتقدوں کو ضرور کم ہوگا۔ کیونکہ وہ نہ کسی کو نصیحت کرینگے۔ اور نہ کسی کو بُری باتوں سے

بذا وہ ہمیشہ مرتکب معاصی رہیں گے۔ اور اُن سے بچنے کی راہ نہ پائیں گے۔ کیونکہ جب ان حضرات نے انکی

مدہ محامل پر محمول کر لیا ہے۔ اور اسلیے اُنکے اندر بُرائی دیکھتے ہی نہیں۔ تو نصیحت کس بنا پر کرینگے

ہ کہ وہ بطور خود کسی کی نسبت بُرا گمان نہیں کرتے ہاں یہ ممکن ہے کہ انکو بذریعہ الہام صحیح کسی

ور اس بنا پر وہ اُسے بوجہ اپنے تعلق کے روک دیں۔ پس حسن ظن کے ساتھ تحذیر جمع ہو گی

ہرے حسن ظن کے ساتھ بدون الہام کے بھی تحذیر ممکن ہے۔ وہ یوں کہ وہ اسکی حالت کو اپنے اوپر قیاس کریں

سمجھیں کہ جسطرح میرے اندر عیوب ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسے عیوب اسمیں بھی ہوں کیونکہ جو بات میرے حق میں

وہ دوسرے کے حق میں بھی ممکن ہے اس بنا پر وہ اُسکو نصیحت کریں اور ایسا ہی ہوتا بھی ہے کیونکہ

ز ایک یہ بات مسلم ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی برائیاں بطور تحذیر کے بیان کرتے ہیں نہ کہ بطور اطمینان و اعتقاد

العرض وہ لوگ جب نصیحت کرتے ہیں۔ تو انکا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ بات بُری ہے۔ اگر تم میں یہ ہو تو

یہ بات عیب نہیں ہوتا۔ کہ ضرور تم میں یہ برائی ہے) کیونکہ یہ حضرات اس سے بری ہوتے ہیں

Marfat.com

صوفیہ کرام شیخ کو آنکھوں والا کہتے ہیں یعنی ہر بات دیکھنے کیلئے ایک جداگانہ آنکھ ہوتی ہے۔ پس ایک آنکھ سے یہ دیکھتا ہے۔ کہ اس آدمی کے اندر نقائص مثل ریا و نفاق وغیرہ نہیں ہیں۔ اور دوسرے آنکھ سے وہ اُسکے لئے احتیاط کو دیکھتا ہے جو ایسے شخص کے ساتھ کی جاتی ہے جسکو وہ بالفعل یا بالفرض نقائص کے ساتھ ملوث خیال کرتا ہے تیسرے آنکھ سے وہ تحذیر کو دیکھتا ہے۔ پس اس بنا پر وہ اسکو نقائص سے بری سمجھکر بنا بر احتیاط اسکو تحذیر کرتا ہے۔ واللہ اعلم (۳۶) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب اُنکے حاسد اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں۔ تو وہ خدا کا شکر کرتے ہیں اور اُسکے بعد خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ شکر کی وجہ تو یہ ہوتی ہے۔ کہ خدا نے اُنپر احسان کیا جس سے وہ محسود ہوئے۔ اور استغفار کا سبب یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ فی الجملہ سبب معصیت ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ ہوتی تو اُنپر انعام و احسان ہی نہوتا۔ اور جب انعام و احسان نہوتا تو لوگ اُنپر حسد کرکے مرتکب حرام نہوتے پس ارتکاب جرم کا وہ سبب ہیں اسلئے وہ استغفار کرتے ہیں۔ اور اُنکا یہ استغفار کسی حقیقی معصیت کی بنا پر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔ کیونکہ نہ ان وجود اُنکے قبضہ میں تھا۔ اور نہ انعام اور نہ حاسدین کے حسد میں اُنکے اختیار کو دخل تھا بلکہ یہ استغفار لازم نعمت یعنی بلا اختیار سبب حسد بننے سے احتیاط کی بنا پر ہوتا ہے اور اُسکو بڑے لوگوں کا استغفار کہتے ہیں۔ اور جسطرح وہ اپنے لئے استغفار کرتے ہیں۔ یوں ہی وہ ان حاسدین کیلئے بھی استغفار کرتے ہیں جنہوں نے حسد کرکے ناحق اپنا دین برباد کرد اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے حاسدوں کے گناہ بخشدے۔ کیونکہ وہ بیچارے معذور ہیں اور آپکے احسانات جو ہم ہیں۔ اُنکو اپنی تنگ حوصلہ گی کی بنا پر دیکھ نہیں سکتے اور اگر یہ لوگ فراخ حوصلہ ہوتے۔ تو ہمارے حسد میں مبتلا نہ ہو اور یہ ایک ایسا خلق ہے جس سے بہت کم لوگ متعلق ہوتے ہیں ورنہ اکثر کی تو یہ حالت ہے۔ کہ وہ اپنے حاسد کیلیے ہر ممکن بُرائی کے آرزومند ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (۳۷) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ حضرات ان لوگو ساتھ منصفانہ برتاو کرتے ہیں جو اُنکے لئے بلا اُنکی خواہش و اطلاع کے بعض خیرخواہی و نیک نیتی سے بڑے لوگو حاکموں کے یہاں تحصیل رزق یا جاگیر یا ہدیہ وغیرہ کی کوشش کرتے ہیں اور اُسمیں سے نصف یا چوتھائی بغرض جس کی نسبت وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اس سے خوش ہو جاویگا اُسکو دیدیتے ہیں۔ بالخصوص اگر وہ شیخ کے زہد و صلاح و کی بھی تعریف کرتا ہے تب تو وہ اسکا پورا اہتمام کرتے ہیں حتی کہ وہ حضرات جسقدر اس لانیوالے نے لاکر اُنکو دیا سب کا سب اُسی کو دیدیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسا ہے کہ جیسا کوئی خود مشقت کرے اور لوگوں کو دہوکا دیکر کچھ و کرے (گو واقع میں دہوکا تلبیس نہیں ہے) پس ایسی حالت میں شیخ کو نہ چاہئے کہ جسقدر وہ کوشش کرنیوالا مانگ دینے میں اس سے دریغ کرے کیونکہ یہ حقیقت میں اسی مشقت کرنیوالے کی کمائی شمار ہوتی ہے۔ بلکہ اولی اُسکے لـ

Marfat.com

ہے کہ اسمیں سے خود کچھ بھی نہ لے ہاں حد شرعی کے اندر لے لینے کا مضائقہ نہیں اور اس قسم کی محنت اس زمانہ میں بہت
ایچ ہے۔ یہاں تک کہ بعض مشائخ اپنے کارندے مقرر کر دیتے ہیں جو امراء یا مشائخ عرب کے یہاں جا کر انکے لیے تحصیل
زر کی محنت برداشت کریں۔ پھر جب وہ اینٹھ کر کچھ لاتے ہیں۔ تو سارا خود ہضم کر جاتے ہیں اور جنہوں نے اسکے حاصل
کرنے کی زحمت مشقت گوارا کی تھی انکو کچھ بھی نہیں دیتے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اور میں نے بعض کارندوں کو دیکھا
انہوں نے شیخ کی تعدی سے مجبور ہو کر شیخ کی نالش کر کے انکو حاضر عدالت کرایا۔ اور انکے تقدس کے خوب خوب
بخیے ادھیڑے۔ حتیٰ کہ حاکم نے شیخ سے کہا۔ کہ تو نہایت طامع شخص ہے۔ پس اے بھائی تو ایسی مشائخ کی حالت دیکھکر
یہ سمجھنا کہ پہلے زمانہ کے مشائخ بھی ایسے ہی تھے۔ کہ تو انکے متعلق سوء ظن میں مبتلا ہو جاوے کیونکہ وہ لوگ نہایت
زاہد و پرہیزگار تھے اور انکی حالت ہرگز مشائخ زمانہ کی سی نہ تھی پس اسے خوب سمجھ لینا چاہیے۔ والحمد للہ رب العالمین

نوٹ از مترجم۔ واضح ہو کہ اس خلق میں دو قسم کے لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے ایک دیندار مشائخ دوسرے دنیا
دار مشائخ دیندار کی حالت تو یہ ہے کہ وہ نہ کسی کو تحصیل زر کیلئے مقرر کرتے ہیں اور نہ کسی سے اسکی خواہش رکھتے
ہیں کہ کوئی انکے لئے اس قسم کی کوشش کرے۔ ہاں اگر کسی مخلص نے از خود شیخ کی حاجت کو معلوم کر کے انکی خدمت
کر دی اور کچھ لے آیا۔ تو اور بات ہے۔ مگر پھر بھی وہ لوگ احتیاط کرتے ہیں۔ اور خود اسمیں سے کچھ نہیں لیتے بلکہ
لانے والے کو واپس کر دیتے ہیں کہ تو جان اور تیرا کام اور بعض لوگ اسکو مال مباح سمجھ کر لے لیتے ہیں مگر سب
نہیں رکھتے بلکہ اس لانے والے کو بھی اسمیں سے کچھ دیدیتے ہیں تاکہ وہ بھی خوش ہو جاوے۔ کیونکہ محنت اسی
نے کی ہے رہے دنیا دار سو یہ لوگ تحصیل زر کے لئے جال پھیلاتے ہیں۔ اور دھوکا دینے کیلئے لوگ مقرر
ہوا ایسا روپیہ بالکل حرام ہے۔ اسکو خوب سمجھ لینا چاہیے۔ شیخ کی عبارت اس مضمون کے ادا کرنے میں
سکے بعض فقرات سے دیندار مشائخ پر بھی تحصیل دنیا کیلئے جال پھیلانے یا خود
کے لائے ہوئے مال سے منتفع ہونیکا شبہ ہوتا ہے اسلئے اس سے ... کہنا چاہیے۔ واللہ اعلم مترجم

(۳۸) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب وہ کسی عورت سے شادی کا پیغام بھیجتے ہیں تو سنت پر عمل کر کے
اور اسکا چہرہ اور ہاتھ دیکھتے ہیں۔ اس دیکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں۔ کہ یہ رویت بلا شہوت
کے ہونی چاہیے۔ کیونکہ ابھی وہ عورت محل تمتع نہیں ہے۔ اور جمہور اسکے خلاف ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے
ہیں کہ شارع نے نظر کی اجازت دی ہے (اور ایسی حالت میں شہوت کا ہونا ایک طبعی امر ہے۔ پس یہ تمتع معفو
ہے) پس اس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔ اور شرم کا بہانہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ بلا دیکھے شادی کرنے میں بڑی خرابیاں

جبکہ عورت مرد کو پسند نہ آئے۔ پھر جب آدمی اپنی منگیتر کو دیکھے تو قدر ضرورت پر اکتفا کرے۔ اور خواہ مخواہ شہوت کو نہ شروع کردے۔ اور اگر کسیکو دیکھنے کی صورت میں اپنے نفس کے بے قابو جانیکا اندیشہ ہو۔ تو یا تو جسقدر شریعت سے اجازت ہے اس سے کم دیکھے۔ مثلاً ایک سرسری نظر ڈال لے جس سے اجمالاً اسکی حالت معلوم ہو جاوے اور معاملہ کو خدا کے سپرد کردے۔ یا بالکل نہ دیکھے اور کسی عورت کو جسپر اطمینان ہو کہدے کہ وہ نیابتہً دیکھ لے۔ پس اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص منگیتر کو نہیں دیکھتا۔ اور شرم کا بہانہ کرتا ہے وہ سنت سے ناواقف اور اکھڑ آدمی ہے اور اسکی حیا طبعی حیا ہے نہ کہ شرعی۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (۳۹) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ کہ جو شخص انکو بچپن میں قرآن کی ایک سورۃ یا آیۃ پڑھا دیتا ہے۔ اُسکا وہ نہایت ادب کرتے ہیں۔ پس جو شخص انکو ایک سورۃ یا ایک آیت یا کسی علم کا ایک باب پڑھا دیتا ہے۔ اُسکی وہ اسقدر تعظیم کرتے ہیں کہ اُسکے پاس کو سوا ہو کر نہیں نکل سکتے۔ اور نہ اُسکی مطلقہ بیوی سے شادی کر سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ شیخ الاسلام یا شیخ طریق ہو جائیں اور جن آداب کو وہ اس کیساتھ برتتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ حسب مقدور انکو ہدایا دیتے رہتے ہیں اور اُنکے اور اُنکے گھر کے لوگوں اور اُنکے متعلقین کیلئے کپڑے بناتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب انکی خاطر کیلئے کرتے ہیں۔ علی ہذا انکے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جو معلم اُنکے بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے اُسے بخل نہیں کرتے۔ اور جو کچھ اسکو دیتے ہیں اسکو زیادہ نہیں سمجھتے۔ ابوزید قیروانی صاحب رسالہ کی حکایت ہے۔ کہ جب اُنکے بچہ کے معلم نے اسکو ایک منزل قرآن پڑھا دیا تو اُسے سو دینار دئے۔ اُس نے لینے سے عذر کیا۔ اور کہا کہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جسمیں اتنی بڑی رقم کا مستحق ہوں۔ تو انہوں نے اپنے بچے کو اسکے پاس سے اُٹھا کر دوسرے معلم کے سپرد کردیا! اور فرمایا کہ یہ شخص قرآن کو حقیر سمجھتا ہے میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی اپنے معلم شیخ حسن حلبی کے ساتھ اسی خلق کی مطابق برتاؤ کیا ہے۔ چنانچہ میں اُنکے انتقال تک اُنکے لئے اور اُنکے بال بچوں کیلئے کپڑے بنا کر دیتا رہا۔ اور با اینہمہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اُنکا حق واجب ادا نہیں کیا اور ۹۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ میں ایک روز شیخ شمس الدین دمیاطی کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس اثنا میں انہوں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جس کو اسکی لڑکی لئے جا رہی تھی اسکو دیکھ کر وہ گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور اسکے ہاتھ چومے اور دور تک اسکے ساتھ ساتھ پیدل گئے جب وہ لوٹے تو میں نے ان سے اسی شخص کی نسبت سوال کیا۔ کہ یہ کون صاحب تھے تو انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ وہ شخص ہیں جن سے میں نے بچپن میں کچھ قرآن پڑھا تھا۔ اور مجھسے نہیں ہو سکتا کہ میں سوا ہو کر اُنکے پاس کو نکلوں۔ یہ حالت تھی اُنکے ادب کی حالانکہ شیخ شمس الدین مذکور کو جو جاہ و عقیدت و علم و صلاح سلاطین اور اُن سے کم درجہ کے لوگوں کے یہاں

ہم نے نہیں دیکھا کہ وہ جاہ وعقیدت وغیرہ اُنکے ہم عصران میں سے کسی کو بھی حاصل ہو۔ حتیٰ کہ میں نے ایک روز فقیروں کے درمیان اُنکو اس حالت دیکھا۔ کہ لوگ ہاتھ چومنے کیلئے ان پر ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ اور جو اُن تک نہیں پہونچ سکتے وہ اپنی چادر کو ڈالکر اُن پر پھینکتے ہیں۔ تاکہ وہ شیخ کے کپڑوں سے چھو جائے اور اسکو چومتے ہیں۔ جس طرح لوگ ... سے گزرتے وقت غلاف کعبہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ پس تم اسکو خوب سمجھ لو۔ اور اہل ادب کی اقتدا کرو ... اہل ادب سے راضی ہو۔ (یہ ہماری دعا ہے) والحمد للہ رب العلمین (۴۰) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے ... وہ اپنے متعلق اسکا خیال نہیں کرتے کہ نفل عبادتوں کا ثواب مستقل طور پر اُنکو ملیگا۔ اگرچہ نوافل کیلئے انہوں نے ... مقدر کوشش کی ہو کہ اُنکے پاؤں ورم کر گئے ہوں۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ عبادتیں صرف اس کمی کو پورا کرنے کیلئے ... ہوں گی جو اُنکے فرضوں میں واقع ہوتی ہے کیونکہ (اُنکے عدم عصمت کے سبب اُنکے فرائض میں نقصان کا ہونا ضروری ہے پھر اس نقصان کی تلافی نوافل سے لازمی ہے پس) نوافل حقیقت میں انکی ہوتی ہیں جنکے فرائض کامل ... ہوں اور اُن میں نقصان نہو (اور وہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) چنانچہ حق تعالیٰ نے ومن اللیل فتهجد به نافلة لك میں اس طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ اور بتلا دیا ہے کہ آنحضرت کا تہجد ان کیلئے فرضوں سے زائد ہوگا (یعنے ثواب میں مستقل ہوگا اور اس سے تکمیل فرائض نہ کی جاویگی) کیونکہ اُنکے فرائض کامل ہیں اور اُنکو جبر نقصان کی حاجت نہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ آپ معصوم ہیں اس سے کہ آپکی عبادات میں کوئی نقص ہو چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس مضمون کو اپنی کتاب خصائص اور اسکے سوا دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے اور اگر فرض بھی کر لیا جاوے۔ کہ کسی ولی کی عبادات بھی نقص سے خالی ہو سکتی ہیں۔ تو وہ بحکم وراثت ہونگی ... لہٰذا اختصاص کمال عبادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلل نہ آیا۔ اور باوجود اسکے یہ شاذ ہوگا ... نا ہوگی کہ لوگوں کے فرائض ناقص اور محتاج جبر نقصان ہونگے پس حضرات صوفیہ کا ... ثواب مستقل طور پر نہ ملیگا۔ ٹھیک رہا) اور میں نے بعض اہل علم کے کلام میں دیکھا ہے کہ فرشتے حق تعالیٰ کے سامنے کسی کے فرائض اسوقت تک نہیں پیش کرتے جب تک کہ نوافل سے انکی تکمیل نہو جاوے۔ کیونکہ وہ ناقص چیز کا حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا خلاف ادب سمجھتے ہیں کیونکہ دنیاوی بادشاہوں کا عملہ انکے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے اور جسکے بدن میں کوئی مرض ہو۔ اُسکو حضور سلطانی میں نہیں پیش کرتا۔ تاکہ ناقص پر اسکی نگاہ نہ پڑے۔ اور اگر کسی مقرب سلطانی مثل وزیر یا دفتردار وغیرہ میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے تو اُسے معزول کر دیتے ہیں اور دوسرے کو اسکی جگہ مقرر کرتے ہیں۔ اور جس امر کو لوگ ادب شاہی سمجھتے ہیں وہ ادب حق سبحانہ ہے کیونکہ شریعت نے بہت ...

۵ یقل قابل اعتماد ... فافهم

مواقع پر عرف کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم کو معلوم ہے پس ہمکو چاہیئے۔ کہ اس خلق کو سمجھو اور اسپر عمل کرو
والحمد للہ رب العالمین (۲۸) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ حجاز یا شام وغیرہ سے انیوالے کے
ہدیہ کے منتظر نہیں ہوتے۔ اور اپنے دل میں یہ خیال نہیں لگاتے کہ فلاں شخص ہم کو فلاں چیز بھیجے گا۔ بلکہ وہ ایسے خیالات
سے خالی الذہن رہتے ہیں۔ اسی طرح خود وہ لوگ کسی سفر سے انیوالے وغیرہ کو کوئی ہدیہ دیتے ہیں۔ تو انکو یہ
خیال نہیں ہوتا۔ کہ وہ اسکا ہمیں بدلہ دیگا۔ بلکہ وہ اس سے بھی بالکل خالی الذہن ہوتے ہیں۔ اور یہ از قبیل سوء ظن
نہیں ہے۔ (کہ فلاں شخص احسان فراموش ہے) بلکہ اسکا منشا ترک طمع ہے۔ اور اگرچہ انکے اس خیال سے کہ وہ
اسکا بدلہ نہ دیگا سوء ظن لازم آجاوے۔ مگر اُن کا مقصود نہیں ہوتا۔ اور آدمی سے مواخذہ اسی بات پر کیا جا سکتا
ہے جس کا وہ قصد کرے۔ (اور جو اسکے بلا قصد لازم آجاوے اسپر مواخذہ نہیں) اور میرے سردار علی خواص جب
کسی کو سنتے کہ وہ اشعب طماع کا ذکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کے یہاں دھواں دیکھتا تھا
(اور جسکے یہاں سے دھواں نکلتا دیکھتا اُس کے یہاں کھانیکو جا پہونچتا) تو فرماتے کہ خدا اسپر رحم فرمائے۔ اسکو
پڑوسیوں کے ساتھ حسن ظن تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ میرا کوئی پڑوسی بخیل نہیں ہے۔ اور مجھے کھانا دینے میں دریغ نہ
کریگا) پس خدا اُسے جزائے خیر دے مطلب اُنکا یہ تھا کہ وہ اپنے ظن نیک میں قابل تعریف ہے۔ اگرچہ اس سے
طمع لازم آگئی۔ (اور مدح وذم کا مدار مقصود ہے۔ نہ کہ لازم) اور تمکو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جب تم کسی کے پاس ہدیہ
بھیجو۔ اور تمکو اسکی عادت سے کہ وہ احسان کیا کرتا ہے۔ یہ معلوم ہو کہ وہ اسکا بدلہ ضرور دیگا تو ہدیہ کے ساتھ
قاصد کے ہاتھ اس سے یہ کہلا بھیجنا چاہیئے کہ یہ شئے اس قابل نہیں ہے۔ کہ اسکے بدلہ کی فکر کی جاوے۔ اور میں
آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ بدلہ کا خیال ہرگز نکریں ورنہ میری دل شکنی ہوگی۔ اور یہ اسلئے ہونا چاہیئے تاکہ وہ
کے خیال کی زحمت سے بچ جاوے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کیلئے سہی۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے دینی بھائی شیخ شمس
برہم توشی کے پاس کچھ ہدیہ بھیجا تو انہوں نے اسکے کئی گونہ زیادہ سے اُسکا بدلہ کیا۔ اس سے مجھے اسکی عالی
ہمتی معلوم ہوئی۔ لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ ابتداءً ہدیہ بھیجنا شرعاً امر مطلوب ہے (اسلئے آدمی کو ہدیہ کی ابتدا کرنی چاہیئے)
رہا معاوضہ سو وہ تو لوگ خواہ مخواہ ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے ذمہ احسان کون رکھے) بالخصوص
جن دو شخصوں کے دلوں میں باہم عداوت ہو اُنکو تو ہدیہ کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے (تاکہ عداوت مبدل بہ محبت

عہ یہ خیال کرنا کہ فلاں شخص بدلہ نہ دیگا اور چیز ہے اور بدلہ دینے یا نہ دینے سے خالی الذہن ہونا اور شئے اور سوء ظن اول کیلئے ہے۔ نہ کہ ثانی کیلئے اور اُنکا خلق صورت ثانیہ ہے نہ کہ اول۔ پس نہ اعتراض پڑتا ہے اور جواب کی ضرورت ہے فافہم۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

ہو جاوے) کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ تم ہدیہ کا لین دین رکھو تم میں محبت پیدا ہو گی۔ اور عمدہ ہدیہ کا
(جو خلوص پر مبنی ہو) اثر یہ ہے کہ اس سے سینہ کا کھوٹ دور ہو جاتا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ تمھیں بطریق شرعی
(یعنی بخلوص و محبت) ہدیہ کی ابتدا کرنی چاہیئے اور کسی سفر سے آنیوالے سے اسکا منتظر نہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ تمہارے
لئے کچھ لایا ہوگا۔ اور نہ جسکو تم ہدیہ دو اس سے تمکو بدلہ کا متوقع رہنا چاہیئے اور جب تم اسکے خلاف کرو گے
تم اپنے سلف کے طریق سے نکل جاوگے اسکو خوب سمجھ لو والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۲) اور منجملہ
اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ مہمان پر سخت تاکید کرتے ہیں کہ وہ کھانا کھائیں ورنہ کھلائے کیونکہ وہ جانتے ہیں
کہ وہ جو کچھ اُنکے یہاں کھائیگا اپنے مقدر کا کھائے گا (اور اسمیں اُنکا کچھ نقصان نہیں) اور شیخ عبدالحلیم بن
مصلح اپنے مہمان کو قسم دیتے تھے۔ کہ جب تک تم اس شہر میں رہو۔ کسی اور کے یہاں کھانا نہ کھانا۔ اور انکی
اس اصرار کیوجہ سے لوگ اُنکے یہاں مہمان بھی کم ہوتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ اُن سے اس بارہ میں گفتگو کی تو
انہوں نے فرمایا کہ یہاں اس تاکید سے ہمیں سرخروئی ہو جاتی ہے۔ اور مہمان کھانا اپنی قسمت کا کھاتا ہے (اگر ہم
ہم بھلائی کیوں نہ لیں) اور اگر میں یہ رویہ اختیار نہ کرتا۔ اور لوگوں کو اسقدر تاکید نہ کرتا۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ
اگر اسکے مقدر میں میرے یہاں کا کھانا لکھا ہوتا۔ تو وہ میری ناخوشی کی حالت میں بھی کھاتا۔ اور میں اس سے بھی
برا بنتا۔ خدا سے بھی برا بنتا۔ مخلوق سے بھی برا بنتا اھ اور میں نے یہی برتاؤ شیخ محمد شناوی اور شیخ عبدالرزاق [illegible]
کے اولاد کے ساتھ کیا تھا۔ جبکہ وہ میرے یہاں تین مہینہ تک مہمان رہے تھے۔ چنانچہ جب اتفاق سے کہیں
اور کھانا کھا لیتے۔ تو میں ان پر غصہ ہوتا تھا۔ اور اس سے انکو خوشی ہوتی تھی اور انکا یہ خیال نہ ہوتا تھا
ان لوگوں کا بار ہے یا انہوں نے مجھپر بار ڈال رکھا ہے۔ پس اسے خوب سمجھ لینا چاہیئے (اور دل
تنگ نہ ہونا چاہیئے) والحمد للہ رب العالمین (۴۳) اور منجملہ انکے اخلاق کے [illegible]
کے بارے میں نہایت احتیاط کرتے ہیں حتی کہ بعض حضرات تو اسمیں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں۔ کہ جبتک وہ یہ نہیں
جان لیتے کہ یہ کھانا وغیرہ سات یا کم از کم تین آدمیوں کے قبضہ میں حلال طور پر آیا ہے۔ اسوقت تک وہ اسکو
نہیں کھاتے۔ اور اگر کبھی اُنکو ایسا کھانا نہیں ملتا تو جبتک اُنکے منشا کے موافق کھانا ملے۔ اسوقت تک بھوکے
رہتے ہیں۔ اور شیخ افضل الدین ان محتاط لوگوں میں آخری شخص ہیں جنکو میں نے دیکھا ہے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جب
تک کسی کھانے پر پے در پے سات قبضہ حلال طور پر نہ ہوئے ہوں۔ وہ اسکو نہ کھاتے تھے (جو شخص انکو کھانا
دیتا ہے اسکے پاس حلال طور پر آیا ہو۔ اور جس سے اُس نے حاصل کیا اسکے پاس بھی حلال طور پر آیا ہو۔ غرض سات

Marfat.com

مرتبہ یوں ہی ہوا ہو) اور اگر انکو ایسا کھانا نہ ملتا۔ تو وہ پے در پے کئی کئی روز تک بھوکے رہتے حتی کہ انتیں شدت جوع سے ایک دوسرے کو کھانے لگتیں اور انکی عقل اور دین کے برباد ہونیکا اندیشہ ہو جاتا۔ اسوقت وہ اپنے کو مضطر قرار دیکر جو مل جاتا وہی کھا لیتے اور یہ حضرت انتقالات ملک کو کشف کے ذریعہ سے معلوم کر لیتے تھے۔ اور حق تعالیٰ نے مجھپر بھی انکے اتباع کا احسان فرمایا ہے مگر مساوات تو نہیں ہاں تین انتقالات ملک کی اباحت میں بھی دیکھتا ہوں۔ اور اگر کسی کھانے کی حلت میں مجھے شک ہوتا ہے تو فوراً قے ہو جاتی ہے اور کبھی حق تعالیٰ خود مطلع فرما دیتے ہیں (کہ یہ کھانا تمہارے کھانیکے قابل نہیں ہے تم اسے نہ کھانا) والحمد للہ رب العالمین (۴۴) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ تاکہ اسمیں سے صفات منافقین نکال دیں (اور اس ذریعہ سے) صفات مومنین اسمیں پیدا کریں۔ کیونکہ صفات مومنین خلاف ہیں صفات منافقین کے (اور اسلئے وہ صفات منافقین کیساتھ جمع نہیں ہو سکتیں) اب صفات مومنین کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کیا ہیں۔ سو بعض صفات تو وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول التائبون العابدون الخ میں اور اپنے قول قد افلح المومنین الذین ھم فی صلاتھم خاشعون الخ میں۔ اور انکے مثل دوسری آیات میں بیان فرمایا ہے۔ اور بعض صفات وہ ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ اپنے بھائی مسلمان کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ کہ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس کا پڑوسی اسکی بلاؤں سے محفوظ نہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت بلاؤں سے کیا مراد ہے۔ آپنے فرمایا۔ خیانت اور ظلم۔ (اسی طرح دوسری احادیث میں اور صفات مومنین مذکور ہیں) اور عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ جب تم مجھے دیکھو کہ میں ٹیڑھا چلتا ہوں تو مجھے سیدھا کر دو اور مجھے نصیحت کرو کیونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرے۔ اور یحییٰ بن معاذؒ نے مومن کی کچھ صفات اپنے رسالہ میں بیان فرمائی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ نہایت شرمیلا ہو۔ اس سے دوسروں کو تکلیف کم پہونچتی ہو اسمیں بہتری زیادہ ہو۔ اور خرابی کم ہو زبان کا سچا ہو بات کم کرتا ہو۔ اعمال صالحہ زیادہ کرتا ہو لغزش بہت کم کھاتا ہو لغویات میں کم مبتلا ہو۔ نفع رساں بہت ہو۔ صلہ رحمی زیادہ کرتا ہو باوقار اور شکر گذار ہو۔ جب اسپر رزق کی تنگی ہو تو اسوقت بھی خدا سے بہت خوش ہو۔ بردبار ہو۔ اپنے بھائیوں کیساتھ نرم نہایت شفیق ہو۔ لعنت کرنیوالا اور برا کہنے والا نہو۔ نہ نام دھرنے والا ہو نہ غیبت کرنے والا ہو۔ نہ چغلخور ہو۔ نہ جلد باز ہو۔ نہ حاسد ہو۔ نہ کینہ ور ہو۔ نہ متکبر ہو۔ نہ خود پسند ہو۔ نہ دنیا سے رغبت رکھنے والا ہو۔ نہ لمبی چوڑی

رکھتا ہو۔ نہ زیادہ سونیوالا اور زیادہ غافل ہو۔ نہ ریاکار ہو۔ نہ منافق ہو۔ نہ بخیل ہو ہشاش بشاش ہو۔ نہ دنی الطبع
ہو۔ نہ عیب جو ہو۔ اور خدا کیلئے محبت کرے اور خدا کے لئے عداوت رکھے۔ خدا ہی کیلئے خوش ہو اور خدا ہی کیلئے
ناخوش ہو۔ اُسکا توشہ پرہیزگاری ہو۔ اور اُسکا مقصود آخرت ہو۔ اسکا ہمنشیں اُسکی یاد خدا ہو۔ اُسکا محبوب اُسکا
مولیٰ ہو۔ اسکی سعی اسکی آخرت کیلئے ہو۔ اسی طرح انہوں نے تقریباً تین سو اوصاف بیان کئے ہیں۔ اور مالک بن دینار
فرماتے ہیں کہ (اسوقت عدم علامت کی وجہ سے مومنون اور منافقون میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور سب ایک دوسرے
کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں لیکن) اگر منافقون کے دمیں نکل آئیں (اور مومنین و منافقین میں امتیاز ہو جاسکے) تو
منافقین کے سبب مومنون کو چلنے کیلئے زمین نہ ملے (کیونکہ اسوقت عدم تجانس ظاہر ہو جائیگا۔ اور وہ سبب
آلیس کی مخالفت و مزاحمت کا اور اس مخالفت و مزاحمت کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مومنین کو چلنے پھرنے کیلئے زمین نہ ملیگی
کیونکہ جہاں وہ جائیں گے وہاں منافقین موجود ہونگے جو کہ انکو اپنا غیر جنس سمجھکر مزاحمت و مخالفت کرینگے اور
یہ لوگ اپنی قلت کی وجہ سے اس مخالفت کی مدافعت پر قادر نہ ہونگے اسلئے چلنے پھرنے و جانے سے عاجز ہو جاوینگے) اور
حذیفہ فرماتے تھے کہ آدمی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف ایک بات کہتا تھا تو وہ اسی کے
ذریعے سے منافق ہو جاتا تھا۔ اب میں اس بات کو تم سے ایک مجلس میں دس مرتبہ سنتا ہوں۔ مگر تمہیں خبر بھی نہیں ہوتی
کہ یہ اچھی بات ہے یا بری بات۔ اللہ اللہ کسقدر تفاوت ہو گیا ہے) اور حدیث شریف میں ہے منافق کا مقصود
صرف کھانا پینا ہوتا ہے۔ اور مومن کا مقصود۔ روزہ نماز۔ اور عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے۔ کہ مومن کے دل میں
قوت ہوتی ہے۔ اور منافق کے ہاتھ میں (کیونکہ مومن اصلاح باطن کیلئے مجاہدات کرتا ہے۔ جس سے اسکو دل میں قوت
اور جسم میں ضعف بڑھتا ہے۔ اور منافق اصلاح باطن کو چھوڑ کر تقویت جسم کی فکر میں رہتا ہے۔ اس
اور جسم میں قوت ہوتی ہے۔ اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ [illegible]
وجود اسکے روتا ہے۔ بدین خیال کہ شاید اس میں کوتاہی ہو گئی ہو۔ اور وہ مقبول نہو) اور منافق کی علامت یہ ہے
کہ وہ عمل کو بالکل بھولا ہوتا ہے۔ اور باوجود اسکے ہنستا ہے (پس یہ اسکا ہنسنا بتلاتا ہے۔ کہ بد اعمال کے
نتائج کو گو زبان سے مانتا ہے مگر دل سے انکو نہیں مانتا کیونکہ اگر وہ دل سے انکو مانتا تو وہ اگر ہنستا ہی چاہتا تو
ہنس نہ سکتا) اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ مومن چھوارے کا درخت لگاتا ہے۔ مگر اسکو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں بجائے چھوارے کے
اس میں کانٹے نہ پیدا ہوں۔ اور منافق کانٹے بوتا ہے اور اسکی خواہش ہوتی ہے۔ کہ اس میں چھوارے لگیں۔ انتہی۔ پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے
ہم سب کو اپنے قلب کی جانچ پڑتال کر لینی چاہئے۔ اور اگر ہم میں اخلاق منافقین ہوں۔ تو ان پر رونا چاہئے اور بکثرت استغفار کرتے رہنا چاہئے
والحمد للہ رب العلمین

Marfat.com

(۵۴) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ ابتدائے سلوک میں درہم و دینار نہیں رکھتے مگر انتہا میں خرچ کے لئے انکو جمع کرتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ مبتدی ہوتے ہیں تو انکی حالت شیر خوار بچہ کی سی ہوتی ہے۔ اور بچہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اسکا دودھ چھڑانیکے وقت اسکی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ چھاتیوں پر ایلوا وغیرہ لگاکر اسکو دودھ سے متنفر کیا جاوے۔ مگر جب ایلوے کی وجہ سے اسکو دودھ پینے سے نفرت ہو جاتی ہے۔ تو وہ نفرت اس مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے کہ اُسے خود دودھ ہی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور ایلوے وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ بس اسطرح صوفی کیلئے ابتدا میں دنیا سے نفرت پیدا کرنیکے لئے اس تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اسکو روپیہ پیسہ نہ رکھنے دیا جائے مگر انتہائی حالت میں یہ نفرت راسخ ہو جاتی ہے۔ اور درہم و دینار اسکے لئے مضر نہیں ہوتے۔ اور اسوقت اسکے لئے یہی کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے پاس روپیہ پیسہ رکھے تاکہ لوگوں کے مانگنے سے بچا رہے۔ اور خدا کی راہ میں خرچ بھی کر سکے۔ اسی تفصیل پر محمول کیا جاویگا ان لوگوں کا قول جنھوں نے دنیا سے ممانعت فرمائی ہے۔ اور انکا قول جنھوں نے اسکے رکھنے کا حکم دیا (اور کہا جاویگا کہ مانعین کا مقصود مبتدیوں کی منع کرتا ہے اور حکم دینے والوں کا مقصود منتہیوں کو حکم دینا ہے۔ لہذا ان میں تعارض نہیں) اور مسلم نجات فرماتے تھے کہ جب درہم و دینار مسکوک ہوے تو ابلیس نے انکو ماتھے سے لگایا اور بوسہ دیا۔ اور کہا کہ جو تم سے محبت کریگا وہ صحیح طور پر میرا بندہ ہے۔ آہ

عه میں کہتا ہوں یہاں اُن لوگوں کا استثنا ضروری ہے۔ جو دنیا کو راہ خدا میں خرچ کرنیکے لئے درست رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ اطلاق سے مقام تفصیل میں (یعنی حب دنیا میں تفصیل ہے۔ اور بعض صورتوں میں محمود۔ مگر اس جگہ اسکو مطلقاً مذموم قرار دیا گیا ہے۔ اسلئے اسکی تصحیح کیلئے تقیید کی ضرورت ہے) اور کہمس بن حسنؒ درہم و دینار ہاتھ میں نہ رکھتے تھے (بلکہ انکی یہ حالت تھی کہ ادھر آیا اور اُدھر خرچ کیا) اور فرماتے تھے کہ واللہ سنگریزوں کا تھیلا مجھے سونے کی تھیلی سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے کہ مقام صوفی اسوقت کامل ہوتا ہے جبکہ وہ دنیا پر لات مار اور دنیا کے بارے میں اپنے بھائیوں کو اپنے نفس پر مقدم رکھے۔ بجز اس صورت کے کہ اسکو ان سے زیادہ ضرورت ہو۔ اور ایک شخص نے ابراہیم بن ادہمؒ سے اسکی درخواست کی کہ مجھے آپ اپنے مریدوں میں داخل کر لیں۔ انھوں نے فرمایا کہ بہت اچھا مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے مال کے مجھسے زیادہ حقدار نہ ہوگے۔ اس نے کہا کہ یہ تو مجھسے نہو سکیگا۔ اور یہ کہکر رخصت ہو گیا۔ اور توراۃ میں ہے۔ کہ محب دنیا کے قلب پر حرام ہے

عه میں کہتا ہوں کہ اس استثنا کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جس صورت کو مستثنیٰ کہا گیا ہے وہاں درہم و دینار محبوب نہیں بلکہ وہاں اتلاف و انفاق درہم و دینار محبوب ہے اور بمقولہ ابلیس میں خود درہم و دینار محبوب ہیں۔ فتدبر واللہ اعلم

Marfat.com

لہ وہ حق کہے (یعنی حب دنیا اور حق کہا جمع نہیں ہوسکتے) اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ خوب جان لو کہ درہم بچھو ہے اور جسکو اسکا منتر نہیں آتا۔ اسکا زہر اُسے مار ڈالتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اُسکا منتر کیا ہے آپنے فرمایا کہ اُسکا منتر یہ ہے کہ جائز طور پر حاصل کیا جاوے۔ اور صحیح موقعہ پر صرف کیا جاوے۔ اور حمید بن عجلان فرماتے تھے کہ دراہم منافقین کی باگیں ہیں جنکے ذریعہ سے شیطان انکو مہالک کی طرف کھینچتا ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ آدمی اُسوقت تک نیک نہیں ہوسکتا جب تک اسکی نظر میں سونا اور مٹی برابر نہ ہوجاوے اور شقیق بلخی فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا ملنے سے خوش ہو۔ وہ منافق ہے۔ اُنکی مراد وہ لوگ ہیں۔ جو دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو کھلم کھلا دنیا دار ہیں اُنپر حکم نفاق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نفاق کی حقیقت یہ ہے ظاہر و باطن کا اختلاف ہے اور وہ ان لوگوں میں موجود نہیں) اور علی بن ابی طالب رضہ درہم کو ہاتھ میں لیکر فرماتے۔ تُف ہے تجھ درہم پر کہ جب تک تو صرف نہو تجھ سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جب درہم حرام دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔ تو حق روشندان سے نکل جاتا ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت اگر روشندان بند کر دیا جائے تو پھر کیسے نکلے گا۔ آپنے فرمایا کہ جہاں کو موت آئے گی اسی جگہ سے نکل جائیگا۔ اور علاء بن زیاد فرماتے تھے کہ عالم اسی وقت کامل ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ دنیا اور ز... سے پرہیز کرے۔ (مگر طریق حلال مستثنا ہے) اور سفیان ثوری اکثر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

انی وجدت فلا تظنوا غیرہ | ان التورع عند ھذا الدرھم
فاذا قدرت علیہ ثم ترکتہ | فاعلم بان تقاک تقوی المسلم

یعنی مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہو چکی ہے۔ لہذا تم اسکے خلاف نہ سمجھنا۔ کہ ورع روپیہ کے موقعہ پر ... ہیں جب تم اسپر قادر ہو جاؤ۔ اور باوجود اسکے اسپر لات مار دو اُسوقت سمجھو کہ تمہارا تقویٰ ... ہے اور جب تک یہ بات نہو۔ اُسوقت تک تقویٰ نہیں ہے۔ بلکہ صرف تقویٰ کا دعویٰ ہے (لیس تمکو چاہئے کہ ضرورت سے زائد دنیا سے بچو۔ اس سے بے رغبتی میں اپنے سلف کا اتباع کرو۔ اس سے تم اُنکی آفتوں سے محفوظ ہوگے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۶) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ مرید کیلئے اللہ تعالیٰ کی طاعت کو اپنی خدمت پر مقدم رکھنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر جب وہ اپنے کسی مرید کو بلائیں اور وہ تلاوت قرآن یا ذکر اللہ میں مشغول ہونیکے سبب نہ آوے تو (انکو ناگواری نہیں ہوتی کیونکہ) طاعت خداوندی انکے نزدیک انکی ضرورتوں سے خواہ وہ بہت ہی ضروری ہوں جیسے آٹا پیسنا یا روٹی پکانا وغیرہ مقدم ہوتی ہے

اور یہ وہی خلق ہے جسپر وہی لوگ عمل کرتے ہیں جنمیں رعونت نہیں ہے۔ اور جنکو حق تعالیٰ کی خوشی اسقدر محبوب ہے کہ وہ اسکو اپنی تمام خواہشات پر مقدم رکھتے ہیں (رہے وہ لوگ جنکی یہ حالت نہیں ہے سو وہ مرید کے اس فعل کو گستاخی اور نافرمانی سمجھکر اُس سے ناخوش ہوتے ہیں) (اب میں یہاں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو اس مقام کے مناسب ہے۔ وہ یہ کہ) میرا درود شریف کے بارے میں ایک خاص معمول تھا۔ اتفاقاً ایک شب ذکر میں مجھے بڑا مزہ آیا۔ اور میں اُسی میں لگا رہا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ درود شریف کا معمول چھوٹ گیا مجھے اس سے بہت شرمندگی ہوئی کیونکہ مجھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم آئی (کہ آپ فرمائیں گے کہ ہمیں بالکل بھول گیا) خیر جب صبح ہوئی تو میں نے اس واقعہ کو اپنے شیخ علی خواص کے سامنے عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسمیں ندامت اور شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ امر یقینی طور پر معلوم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا سے نفس سے زیادہ محبت ہے۔ اور جب واقعہ یہ ہے تو اب یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ آپکو اس واقعہ سے تکدر ہوا ہوگا۔ بلکہ یہ امر یقینی ہے کہ آپکو ذکر اللہ سے بہ نسبت درود کے زیادہ خوشی ہوئی ہوگی۔ علاوہ ازیں درود میں بھی تو ذکر اللہ ہوتا ہے پھر اگر ذکر اللہ کی جگہ تمنے دوسرا ذکر اللہ لیا تو اسمیں ایسی کیا بات ہوگئی جس سے آپکی ناخوشی کا شبہ ہو (اس واقعہ کی مناسبت اس مقام سے ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتی ہے) کیونکہ جسطرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خدمت سے زیادہ ذکر اللہ سے ..... خوش ہوتے ہیں یوں ہی شیخ کو چاہیے کہ اپنی خدمت سے زیادہ ذکر اللہ سے خوش ہو (باقیدار) اور اسیطرح اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ کو چاہیے کہ مرید کو درود شریف میں مشغول دیکھکر اُس سے زیادہ خوش ہو۔ جتنا کہ اسکو یہ کہتے سنکر خوش ہوتا ہے۔ کہ اے اللہ میرے شیخ پر رحم فرما اور اُسکو بخشدے۔ وغیرہ وغیرہ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر شیخ کو اپنی ذات اور اپنے گھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۷) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ آخرت کے کاموں کو دنیا کے کاموں پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس بنا پر صبح کی نماز کے بعد اپنے معمول کو دوسری ضروریات پر مقدم رکھتے ہیں جسطرح کہ وہ سردی کی رات میں تہجد کو لحاف میں سونے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور سلف صالح کا یہی معمول رہا ہے لہذا جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اُسکا اصلی مقصد دنیا ہو۔ وہ اُنکے طریق سے خارج ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک شیخ کو دیکھا کہ وہ سیر باغ کو جانا چاہتا ہے۔ اور اسلئے اُس نے روز کے معمول اور صبح کی جماعت کو چھوڑ دیا ہے۔ اور صوفیہ کی وضع پر صوف کا عمامہ باندھے ہوئے ہے۔ اور شملہ بھی چھوڑ رکھا ہے۔ تب میں نے اُس سے کہا کہ برادر من تم دو ہاریوں دار عمامہ باندھتے۔ اور دھاریوں دار کپڑا پہنتے جیسا کہ رند لوگ کرتے ہیں۔ اور باایں ہمہ تم نماز صبح

واکرتے۔ اور اپنا معمول پورا کرتے تو یہ تمھارے لئے بہتر ہوتا۔ یہ سنکر وہ خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا اور یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جسکے نزدیک ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا۔ اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا۔ دنیا و مافیہا سے بہتر نہو وہ اُن لوگوں میں سے ہے جنھوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے۔ اور مالک بن دینارؒ فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا سے رشتہ کریگا وہ اُس سے مہر میں اُسکا دین مانگے گی، اور بدون اسکے اس سے خوش نہوگی۔ اور شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے تھے کہ دنیا شیطان کی بیٹی ہے۔ پس جو شخص اس سے رشتہ کریگا، اُسکے باپ شیطان کی آمدورفت اُسکے یہاں زیادہ ہوگی اب اگر وہ شخص اُس سے ہم بستر بھی ہوگا تو اُسکے یہاں وہ بالکل رہ پڑیگا۔ آھ میں کہتا ہوں کہ رشتہ سے مراد اس جگہ دُنیا کی آرزو ہے۔ اور ہم بستری سے مراد اُسکا بلا غرض شرعی اور بلا ضرورت گھر میں رکھنا ہے۔ واللہ اعلم۔ پس اس سے معلوم ہوگیا۔ جو شخص یہ چاہے کہ باوجود اسکی بیٹی سے شادی کرنے کے شیطان اُسکے پاس نہ رہے۔ وہ طالب محال ہے (اور یہ امر بالکل ناممکن ہے پس جو شیطان سے بچنا چاہے اُسکا طریق یہی ہے کہ دنیا سے دور رہے) اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ دل سے دنیا سے محبت کرتے ہیں انکو نماز میں [illegible]

غرض تمام اعمال صالحہ میں بہت سے شیطانی وساوس آتے ہیں، والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۹) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ اپنے بعد انکو اپنے بیوی بچوں وغیرہ کی بربادی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور اسی وجہ انکا قاعدہ تھا کہ جسقدر دنیا اُنکے ہاتھ میں آتی۔ وہ اُسکو فوراً خرچ کر ڈالتے۔ اور اندوختہ کچھ نہ رکھتے، اور اگر انکو اپنے بچوں کی بربادی کا خوف ہوتا۔ تو اُنپر حرص۔ بخل۔ اور خست مسلط ہوجاتے۔ اور وہ صوفیہ کی صفات سے نکل جاتے (اس سے معلوم ہوا کہ اگر حرص و بخل وغیرہ سے محفوظ رہکر اپنے بال بچوں کا خیال رکھے تو مذموم [illegible] اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اولاد بخیل اور بزدل بنا دینے والی ہے (کیونکہ اُنکے خیال [illegible] بیدریغ صرف کرسکتا ہے۔ اور نہ خدا کیلئے جان بیدریغ دے سکتا ہے) نیز حدیث شریف [illegible] جو تو آگے بھیجدے یعنے خدا کیلئے صرف کردے۔ اور جو تو پیچھے چھوڑ دے وہ تیرا نہیں بلکہ تیرے وارثوں کا ہے۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اے اولاد آدم تو خوب خرچ کرو۔ اور ان پھاڑنے والے درندوں یعنی اولاد بیویوں۔ اور دوستوں رشتہ داروں اور خادموں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ کیونکہ تمہاری اولاد بمنزلہ شیر کے ہے۔ جو تمہاری مملوکات میں تم سے جھگڑتی ہے۔ تاکہ انکو خود لے بیٹھے اور تمھیں ایک حبہ نہ دے۔ کیونکہ نہ وہ مرنیکے بعد اسکو تمہاری طرف سے خود صدقہ کریگی۔ اور نہ تمہاری زندگی میں اسکو تمہارے قبضہ میں رہنے دیگی۔ تاکہ تم خود خدا کی خوشنودی کے لئے اسکو خرچ کر جاؤ۔ رہیں تمہاری بیویاں سو اُنکی مثال ایسی ہے جیسے کتیا۔ جو تمہارے سامنے دم ہلاتی اور کوں کوں کرتی ہے

Marfat.com

(یعنے اولاد زور سے وصول کرتی ہے اور بیوی خوشامد و ناز و انداز سے لیجاتی ہے) رہے اور رشتہ دار سو انکی یہ حالت ہے کہ ایک درہم جو تمہارے مرنیکے بعد انہیں ملے گا۔ وہ انکو تمہاری زندگی سے زیادہ عزیز ہوگا۔ رہا تمہارا خادم سو وہ چالبازی اور چوری میں لومڑی کی مثل ہے۔ پس جب سب کی حالت معلوم ہو گئی تو ان سے محبت کی توقع نہ رکھو اور نہ انکے لئے مال جمع کرو۔ اور نہ اپنی کمر پر انکی قیمت کا بوجھ رکھو۔ کیونکہ یہ سب لوگ تم سے دکھاوا کر رہے ہیں۔ (جو اسوقت دوستی ظاہر کر رہے ہیں) اور حقیقت یہ ہے کہ جب تمہیں قبر میں رکھد ینگے تو اپنے گھر واپس آکر کپڑوں کی خوشبوئیں لباتینگے۔ اور بیویوں سے ہم آغوش ہونگے اور خوب کھائیں پئیں گے۔ اور تمہارا مال بڑی خوبی سے اڑا دینگے۔ (اور تمھیں بھول کر بھی یاد نکرینگے۔ اور سب پر طرہ یہ ہوگا کہ مزہ وہ اڑا ئینگے) اور باز پرس تم سے ہوگی۔ اور ابو حازمؒ فرماتے تھے کہ خوب خرچ کرو۔ اور اپنی اولاد کی بربادی کا اندیشہ نکرو کیونکہ اگر وہ مومن ہونگے تو اللہ تعالیٰ انکو بے حساب روزی دیگا۔ اور اگر فاسق ہونگے تو تم انکے فسق پر اپنے مال سے انکی اعانت نکرو۔ اور سالم بن ابی الجعد کا قاعدہ تھا کہ جو کچھ انکے ہاتھ میں آجاتا۔ وہ برابر اسکو خرچ کرتے رہتے۔ ایک روز انکی بیوی نے انکو ملامت کی (اور کہا کہ تم میں یہ کیا بری عادت ہے کہ جو آتا ہے سب خرچ کر ڈالتے ہو) تو انھوں نے فرمایا کہ اگر میں دنیا سے اچھی حالت میں چلا جاؤں اور تمکو بری حالت میں چھوڑ جاؤں) تو یہ اس سے اچھا ہے کہ میں بری حالت میں جاؤں اور تمکو اچھی حالت میں چھوڑ جاؤں۔ اور محمد بن یوسفؒ فرماتے تھے کہ اپنے نیک بھائی پر خرچ کرو۔ اور اپنے ورثاء کیلئے مال چھوڑنیکی کوشش نکرو۔ کیونکہ وہ نیک بھائی تمہارے لئے تمہارے وارثوں سے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ جب تم قبر میں مدفون ہوگے اسوقت وہ تمہارے احسانات کو یاد کر کے تمہارے لئے دعا کرتا رہے گا۔ اور اسکا نتیجہ ممکن ہے کہ یہ ہو کہ جب تم قیامت کے روز قبر سے نکلو تو اسکی دعا کی بدولت تیرا ایک بھی گناہ نہو، رہے تمہارے وارث سو انکی یہ حالت ہے، کہ وہ مال بانٹ لینگے۔ اور تمھیں بھول جائیں گے، اور تمہارا کچھ احسان بھی نہ مانیں گے۔ اور کہینگے کہ یہ مال ہم کو خدا نے دیا ہے۔ اسکا کیا ادا ہے۔ اور مالک بن دینار کچھ بھی گھر میں نہ رکھتے تھے۔ بجز ایک نماز کے بورئے اور ایک قرآن اور وضو وغیرہ کے لوٹے کے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے انکو ایک نیا مشکیزہ دیدیا تو جب صبح ہوئی تو انھوں نے اپنے کسی دوست کو دیدیا۔ اور فرمایا کہ بھائی تم اسے لیجاؤ۔ کیونکہ اس خیال سے کہ کہیں کوئی اسے چرا نہ لے میرا دل اس میں پڑا رہا اور حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایک دوست سے ملنے گیا تو میں نے دیکھا کہ بھوک سے اسکی آنکھیں گڑ گئیں تھیں۔ تب میں نے دو درہم نکالے اور کہا کہ یہ لو ان کا کچھ خرید کر کھا لینا۔

Marfat.com

تھیں عبادت کیلئے قوت حاصل ہو۔ اِس پر اُس نے اُنکے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ عبادت کی توفیق کھانے پینے بھی دے سکتا ہے۔ اور اگر میں انکو لیتا ہوں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی رات کو میرے پاس نہ رہجاویں درہمیں بلا کچھ خریدے ہوئے ہی مر جاؤں۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے تو لوگوں کو آپکے گھر میں نہ کوئی دینار ملا تھا۔ اور نہ درہم۔ اور محمد بن کعب قرظی کا جسوقت انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنا سب مال خرچ کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپنے اپنے بال بچوں کیلئے اسمیں سے کچھ کیوں نہ رکھ لیا۔ اسکے جواب میں اُنھوں نے فرمایا کہ میرا اپنے لئے جمع کرنا بال بچوں کیلئے جمع کرنے سے بہتر ہے۔ رہے بال بچے سو میں نے اُن کیلئے فضل خداوندی رکھ چھوڑا ہے۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ ہم لوگ دنیا کی رسوائی اور اسکی محتاجی سے ڈرتے ہیں۔ مگر ہمیں آخرت کی رسوائی اور محتاجی کا خیال نہیں ہوتا۔ حالانکہ آدمی قیامت میں اعمال صالحہ سے خالی ہاتھ ہونیکے سبب لوگوں سے بہت زیادہ شرمندہ ہوگا پس نہایت بُرا ہے جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ خرچ اور کھانے پینے کے فکر نے غافلوں کے قلوب کو ہر بھلائی سے روکدیا ہے نیز خدا ایک درہم جو آدمی خیرات کرتا ہے۔ اُن ہزار درہم سے بہتر ہے جو مرنیکے بعد چھوڑ جائے۔ اور فرماتے تھے کہ اولاد کو ادب کا وارث بنانا۔ انکو مال کے وارث بنانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ ادب سے انکو مال وجاہ۔ اور لوگوں کی محبت حاصل ہو جاویگی اور وہ انکے لئے دنیا و آخرت کی بہبودی اکٹھا کر دیگا اور مال سو وہ بہت جلد فنا ہو جاویگا اور اسکے جاتے رہنے کے بعد وہ دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہو جائینگے اور ہم نے اُس مال کا جو لوگوں کو میراث میں ملتا ہے اکثر تجربہ کیا ہے۔ سو ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ اسمیں کچھ بھی خیر و برکت نہیں۔ کیونکہ وہ وارث کا کمایا ہوا نہیں ہوتا (جسکا درد ہو۔ اور اسلئے وہ مال بے رحم کا مصداق ہوتا ہے) نیز بسا اوقات مورث اس مال کو اپنے اعزہ وغیرہ پر خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اور اسلئے وہ تیار رہتے ہیں کہ یہ مرے تو ہم اسے اڑائیں۔ پس جب وہ مرتا ہے تو وارثوں کی بہت دنکی تمنا پوری ہوتی ہے۔ اور وہ خوب دل کھولکر اپنے ارمان نکالتے ہیں۔ اسلئے وہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے) پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے (اور مال جمع کرنیکا اہتمام نکرنا چاہیئے) والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۹) اور منجملہ اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرنیکے لئے کہ تم قبر کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔ بہت جلد جلد قبروں کی زیارت کیا کرتے ہیں۔ اور آجکل اس خلق پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ رہگئے ہیں۔ اور اگر کوئی اتفاقاً زیارت قبول کرتا بھی ہے تو بجز

حاصل کرنیکے لئے نہیں کرتا۔ بلکہ محض رسمی طور پر کرتا ہے۔ جیساکہ پہلے جمعہ کو یا مہینہ ختم ہونے پر لوگ قبر میت
زیارت اس خیال سے کرتے ہیں۔ کہ اگر نہ کی جاویگی تو مست والے برا مانیں گے بالخصوص جبکہ وہ لوگ زیارت کرتے
جن پر میت کا حق زیارت بھی ہوتا ہے۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کی قبر کی زیارت کرتا ہے۔ یا بیٹا باپ کی قبر کی۔
وہاں تو عبرت کیلئے نکرنا بلکہ محبت کے سبب یا بدنامی سے بچنے کے لئے ایساکرنا اور بھی ظاہر ہے۔ بہرحال یہ
ہمارے مقصود سے غیر متعلق ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصود وہ زیارت ہے جو عبرت کرنیکے لئے ہو۔ سو وہ آجکل
بہت کم ہے۔ اور جنکو میں نے اس خلق پر عامل دیکھا ہے۔ اُن میں آخری شخص شیخ محمد بن عنانؒ تھے یہ صاحب
مصر کے قبرستان قرافہ کی ہر جمعہ کو زیارت کرتے تھے۔ اور اسمیں واقفین کی خصوصیت نہ ہوتی تھی بلکہ شناسا یا غیر شناسا
سب کی یکساں زیارت کرتے تھے۔ اور جب قبروں پر نظر پڑتی تو رونے لگتے۔ اور ادعیہ ماثورہ پڑھتے تھے
فرماتے کہ یہ سب لوگ اُسکے خواہاں ہیں۔ کہ کم از کم دو رکعت یا ایک ہی مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ لیں
(مگر بیچارے مجبور ہیں) پس تم اپنی عمر کو غنیمت سمجھو (اور جسقدر تم سے اعمال صالحہ ہوسکیں کرلو۔ ورنہ تم بھی
انکی طرح چھوٹے سے چھوٹے عمل کے لئے لوٹو گے۔ اور ممکن نہ ہوگا) اور یزید قاشیؒ جب قبرستان کی زیارت
کرتے تو روتے اور فرماتے۔ کہ کاش مجھے معلوم ہوجاوے کہ تم کس عمل سے خوش ہوئے ہو (تاکہ میں بھی وہی کرد
اور یہ فرماکر یوں چیختے۔ جیسے نرگاؤ چیختا ہے۔ اور ہشام دستوائی جب مقابر کی زیارت کرکے مکان واپس آتے
تو کئی کئی دن گھر میں چراغ نہ جلاتے۔ اور فرماتے کہ میں اسکے ذریعہ سے قبر کی تاریکی کو یاد کرتا ہوں اور عمر بن عبدالعزیز
اپنے آباؤ اجداد بنی اُمیہ کی قبروں کی زیارت کرتے اور فرماتے کہ اے میرے باپ دادا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم
کبھی دنیا والوں کے ساتھ لذت اور تنعم میں شریک ہی نہ تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان قبرستان کی ظاہری حالت
کیسی اچھی ہے۔ مگر انکے اندر مصیبتیں بھری پڑی ہیں (کیونکہ اکثر بنی اُمیہ دین میں کم درتھے۔ اور حسن بصریؒ
نے ایک مرتبہ کسی کو قبرستان میں ہنستے دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو ناپسند فرماتے تھے۔ اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ میت کا سات روز تک قبر میں
امتحان ہوتا ہے اسی بنا پر لوگوں نے اسکو پسند کیا ہے کہ وہ ان ایام میں اُسکی طرف سے صدقہ دیں۔ تاکہ اُسکو
پہونچے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسکو جواب تلقین کردیا جائے (اس سے رسومات مروجہ پر استدلال نہ کیا جائے
کیونکہ اول تو سفیان ثوری تک اس روایت کا ثبوت نہیں معلوم۔ دوسرے یہ نہیں معلوم کہ سفیان کو
کس طریق سے پہنچی ثالثاً جو طریق لوگوں نے امانت کا اختراع کیا اُسکی شریعت میں کچھ اصل نہیں۔ ر الجامع

اُس زمانے میں ایصال ثواب کیا جاتا تھا آجکل اُس طریق سے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ محض رسمی طور پر کیا جاتا ہے۔ اور اکثر
بلکہ مفاسد اعتقادیہ وعملیہ بھی شامل ہوگئے۔ فافہم ۱۲ مترجم) اور عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ ایک قبرستان پر میرا
گذر ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر میں سے ایک شخص نکلا جسکے جسم میں سر سے پاؤں تک آگ لگی ہوئی تھی اور
اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ عبداللہ مجھے پانی پلا دے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اسے میرا نام معلوم تھا۔ یا اُس نے اس طرح کہا
جیسے کوئی ناواقف شخص دوسرے کو اللہ کا بندہ کہکر پکارتا ہے۔ غرض میں نے اُسے پانی پلانیکا ارادہ کیا۔ تو اُس
شخص نے جو عذاب کیلئے اُس پر مسلط تھا۔ مجھ سے کہا کہ اسے پانی نہ پلانا۔ اور وہ برابر اسے کوڑے سے مارتا رہا یہاں تک
کہ وہ اپنی قبر میں واپس چلا گیا اور قبر بند ہوگئی۔ (یہ روایت سراسر گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس پر اعتماد نہ چاہئے
۱۲ مترجم) اور عطا سلمی اکثر عشا کے بعد قبرستان میں جاتے۔ اور صبح تک باتیں کرتے۔ اور صبح کے وقت لوٹ آتے تھے۔ ان
کی گفتگو یہ ہوتی ہے۔ اے قبرستان والو تم مر گئے۔ ہائے رے موت (تو مجھے بھی نہ چھوڑیگی) اور تم نے اپنے اعمال
کا مشاہدہ کر لیا۔ ہائے رے برے اعمال (تم کیسے برے ہو غرض اس قسم کی باتیں ہوتی تھیں) اور ایک مرتبہ عبداللہ
بن عمرؓ کا ایک مقبرہ پر گذر ہوا تو آپ نے اپنی چادر بچھائی اور دو رکعتیں پڑھیں۔ لوگوں نے اسکا سبب پوچھا آپ نے
فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ اہل قبور عبادت سے روک دیئے گئے ہیں۔ لہذا میں نے چاہا کہ انکے درمیان دو رکعت پڑھ
کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں (تاکہ انکی برکت اُن تک پہنچے) اور ابوالدرداءؓ فرماتے تھے کہ تمہارے اعمال تمہارے
مردوں تک پہنچتے ہیں۔ تو کبھی تو انکو خوشی ہوتی ہے۔ اور کبھی رنج (خوشی تو اچھے اعمال سے ہوتی ہے اور رنج
بُرے اعمال سے) اور فرماتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے اعمال سے پناہ مانگتا ہوں جن سے مردوں میں
مُردے رسوا ہوں۔ اور حسن بصریؒ جب کسی میت کے دفن میں شریک ہوتے تو بیہوش ہوجاتے تھے اور
کے بعد فرماتے کہ جس شے کا آخر یہ ہو وہ اس قابل ہے کہ اُسکے اول سے دل نہ لگایا جائے
ہے (مطلب یہ کہ حیات اس قابل نہیں ہے کہ اُس سے دل لبستگی پیدا کی جاوے۔ اور موت سے ڈرتے رہنا
چاہیئے) نیز جاننا چاہیئے کہ حضرات اہل اللہ کے اخلاق میں سے یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنی قبر تیار کریں۔
کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ادب کرتے ہیں۔ وما تدری نفس بای ارض تموت۔ یعنے کسی کو معلوم
نہیں کہ وہ کہاں مریگا۔ اور کہاں دفن ہوگا (ورنہ چونکہ مقصود انکا دعوی نہیں ہوتا کہ ہم ضرور یہیں مرینگے اور اسی جگہ دفن
ہونگے ورنہ کفر ہوتا۔ بلکہ یہ قبر کھودنا محض بنا علی الظاہر ہوتا ہے اور مقصود یہ ہوتا کہ اگر ہم یہیں مرجاویں تو ہمیں
اسی جگہ دفن کیا جاوے۔ اسلیئے ترک ادب کہا گیا۔ کیونکہ اظاہراً اس میں معاندہ کی صورت ہے) مگر ہم تک

Marfat.com

یہ خبر پہونچی ہے (واللہ اعلم صحیح ہے یا غلط) کہ عمر عبدالعزیز نے اپنے آدمیونکی محبت میں دیر سمعان میں اپنی قبر خود کھود دی تھی۔ اور عمر بن عبدالعزیز قبر کھودتے تھے۔ اور اُنکے آدمی مٹی اُٹھاتے تھے۔ جبکہ وہ اس سے فارغ ہوگئے اور ساتویں روز اُسی میں مدفون ہوئے (سو اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو یہ ایک شاذ واقعہ ہے جس سے ثابت نہیں ہوتا کہ بزرگوں کی عام عادت یہ تھی۔ تاکہ اُس سے احتجاج کیا جا سکے) اور اسی طرح ہمیں نہی خولان کے دو شخصوں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے بھی اپنی قبر اپنی حیات میں قرافہ خطر کے دروازہ پر کھودی تھی اور سنگ مرمر کی سل پر اپنا نام کندہ کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ وہ وحدانیت خدا اور رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دیتے ہیں۔ اور میں نے اس کتبہ کو اپنی سیاحت کے زمانہ میں پڑھا ہے۔ اور نہ کوئی اپنی قبر پر قبہ بناتا تھا۔ اور نہ کوئی اپنے لئے کوئی خاص حجرہ تیار کرتا تھا۔ اور نہ کوئی اپنے لئے دیوار مزین کرتا تھا۔ اور نہ کوئی اپنے لئے اپنے قبر کے درجوں میں قمری پالتا تھا۔ جیسا کہ آجکل کے صوفیہ میں یہ بلا پیدا ہوگئی ہے۔ اور اوقات یہ تمام چیزیں ظالموں کے مال سے بنائی جاتی ہیں (اور اسلئے علاوہ بدعت کے انمیں ایک اور خرابی پیدا ہوجاتی ہے) پس اے نیک بھائی تجھے اِن باتوں سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ میت یعنے قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔ حالانکہ قبر والے دوزخ میں جلتے ہوتے ہیں۔ (پس تمھیں کیا خبر کہ مرنیکے بعد تمھاری کیا حالت ہوگی۔ جو قبر وغیرہ بنا کر لوگونکو اپنی بزرگی یقین دلاؤ۔ اور اُنھیں دھوکا دو) اور میں نے مشائخ عجم میں سے ایک شیخ کو دیکھا جس نے اپنی کتابیں اپنے کپڑے اپنے گھر کا سامان بیچکر اپنے لئے ایک قبر ایک تابوت۔ پردہ اور شمع فتیح وغیرہ بنوائے۔ اور اِن چیزوں پر رقم کثیر صرف کردی۔ اُسکے بعد قبر کے دروازہ پر یہ اشعار لکھ

وقف علی الباب خاضعا واحسن الظن وارج

فھو باب مجرب لقضاء الحوائج

یعنی دروازہ پر جھک کر کھڑے ہو اور نیک گمان رکھو اور حصول مدعا کے اُمیدوار ہو یہ دروازہ حاجتونکے پورا کیلئے بارہا کا آزمایا ہوا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ اِن اشعار میں لوگونکو ترغیب دلائی ہے تاکہ وہ آئیں۔ اور اگر نہ مانیں۔ اور شیخ صاحب سے اپنے حصول مدعا کی درخواست کریں۔ اور اسکے ساتھ ہی انکو ادب بھی سکھا جو یہ ہے کہ دروازہ پر آکر ادب سے کھڑا ہو۔ اور دلمیں خیال رکھو کہ پیر صاحب ہماری حاجت ضرور پوری اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کوئی اس قبر اور اس تحریر کو دیکھتا۔ وہی ان پیر صاحب پر ہنستا۔ اور کہتا کہ بیچارے اندیشہ ہوا کہ مرنیکے بعد کوئی نہ پوچھیگا۔ اسلئے اُس نے زندگی ہی میں یہ تدبیر کردی کہ (ناواقف دھوکا

۵۷ مترجم نے اسکو بلا ترجمہ چھوڑ دیا [illegible] واللہ اعلم ۱۲ مترجم

Marfat.com

پھنس جائیں۔ اور دو کی اتفاقی طور حاجتوں کے پورا ہو جانے سے) وہ پیر مشہور ہو جائیں۔ (اور سجادہ نشینوں اور
اور مجاوروں کے گھر سے ہو جائیں) اور یہ سب دھوکہ دہی اور بزرگوں کے ساتھ تمسخر کا دروازہ کھولنا ہے۔ لاحول
لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۰) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ جس مجلس
میں بیٹھتے ہیں ذکر اللہ اور درود شریف سے غافل نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد پر عمل کرتے ہیں۔ کہ جو لوگ کوئی ایسی نشست کرینگے جسمیں نہ وہ خدا کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں تو وہ
نشست انکے لئے قیامت میں ضرور موجب مواخذہ و انتقام ہوگی۔ نیز وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اس ارشاد پر عمل کرتے ہیں کہ اہل جنت کو کسی چیز پر حسرت نہ ہوگی۔ بجز اس ساعت کے جو ان پر یوں گذری ہے
جسمیں انھوں نے ذکر اللہ نہیں کیا اھ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے اذکرونی اذکرکم (یعنی تم مجھے
یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا) فرما کر اسمیں کسی خاص جگہ کی قید نہ لگا کے ہمارے لئے آسانی کر دی ہے (جو کہ اسکا
نہایت احسان ہے لیکن اگر وہ ذکر کیلئے کوئی جگہ مقرر فرما دیتے۔ جیسا کہ انھوں نے حج کے لئے کعبہ مقرر فرما دیا ہے
تب بھی ہمپر اسکی طرف جانا اور وہاں جاکر ذکر اللہ کرنا واجب ہوتا۔ اگرچہ وہ مقام سو برس کی مسافت پر ہوتا۔ پس
اسکا شکر ہے اور احسان ہے (اور جب واقعہ یہ ہے تو جو لوگ اس آسانی کی حالت میں خدا کا ذکر نہیں کرتے۔ وہ
کیونکہ معذور ہونگے) اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ جب تم اپنی مجلسوں میں مخلوق کا ذکر کیا کرو تو خدا کا ذکر بھی
کرو۔ کیونکہ ذکر خدا ذکر مخلوق کی بیماری کی دوا ہے اور جو شخص ابراہیم بن ادھمؒ کی مہربری کا قصد کرتا آپ اس سے [illegible]
کر لیتے کہ بھائی ہماری مجلس میں ذکر اللہ سے غافل نہ ہونا۔ اور عطار سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گنہگار کو چاہئے کہ
خدا کا ذکر توبہ و استغفار کے بعد کرے۔ کیونکہ گنہگار جب گناہ پر مصر ہوتا ہے اور اس حالت میں [illegible]
تو وہ ذکر اسپر لعنت کرتا ہے۔ اھ میں کہتا ہوں کہ یہ گفتگو حضرات صوفیہ کے مشرب [illegible]
جب وہ ذکر اللہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے پہلے بوجہ احتیاط کے اور بدین خیال کہ شاید انھوں نے اپنے نفس
پر کسی قسم کا ظلم کیا ہو۔ خواہ ارتکاب مکروہ سے خواہ غفلت سے خواہ فاسد وہم و وسوسہ سے۔ الی غیر ذالک توبہ و استغفار
کر لیتے ہیں۔ واللہ اعلم اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو آدمی دنیا سے جاتا ہے وہ پیاسا ہوتا ہے بجز ذاکرین
کے (کہ وہ پیاسے نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ ذکر اللہ سے سیراب ہوتے ہیں) اور وہب بن الورد فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ
خدا کا مقرب وہ ہے جو مجلس کو ذکر اللہ سے شروع کرے (کیونکہ سب سے اول اسکا ذکر اللہ شروع کرنا دلالت کرتا ہے
اسپر کہ وہ خدا کو سب سے زیادہ یاد رکھتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کے سب سے زیادہ تقرب کی) اور ثابت

بنانی فرماتے ہیں کہ میں جان لیتا ہوں جب خدا مجھے یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا یہ کیسے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا۔ پس جب میں خدا کو یاد کرتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ وہ مجھے یاد کرتے
ہیں ور ابوالملیح کا قاعدہ تھا کہ جب وہ ذکر اللہ کرتے تو وجد میں آجاتے اور فرماتے کہ مجھے اسپر وجد آتا ہے کہ حق تعالیٰ
مجھے یاد کرتے ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا نیز انکا قاعدہ تھا کہ جب وہ راستہ میں چلتے
ہوتے اور کسی وجہ سے خدا کی یاد سے غفلت ہو جاتی تو پھر لوٹتے اگرچہ ایک منزل طے کر چکے ہوتے اور دوبارہ یاد
الہی کیساتھ چلتے اور فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ جس جس زمین پر میں چلوں قیامت میں تمام میرے ذکر اللہ کی شہادت
دیں اور داؤد علیہ السلام فرماتے۔ کہ اے اللہ تم مجھے اپنے یاد کرنے والوں میں رکھنا۔ اور جب کہ تو مجھے دیکھے کہ میں
ذاکرین کی مجلس سے اٹھکر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوں تو تو میرا پاؤں توڑ دینا یہ تیرا مجھپر انعام واحسان ہوگا۔
یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ صاحبو دلوں کو تھوڑی دیر میں نئے سرے سے خدا کی یاد دلا
دو کیونکہ وہ بہت جلد غافل ہو جاتے ہیں۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ لوگ بھی عجیب ہیں۔ اس پر
تو روتے ہیں جسکا جسم مرگیا ہو۔ اور اسپر نہیں روتے جسکا دل کا مردہ ہو گیا ہو۔ حالانکہ دل کا مردہ ہونا جسم کے مردہ ہونے سے
زیادہ سخت حادثہ ہے۔ اور بشر بن منصورؒ لوگوں کے ساتھ نشست برخاست بہت کم رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ
اکٹھا ہونا غفلتوں کے نزول کا مقام ہے۔ (یعنی جب دو یا زیادہ آدمی اکٹھے ہوتے ہیں تو ان پر مختلف
وجوہ سے غفلتیں طاری ہوتی ہیں) اور فرماتے کہ بجد جب کوئی میرے پاس بیٹھتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسکا نہ بیٹھنا
بہتر تھا کیونکہ اسمیں اسکے لئے بھی بھلائی تھی اور میرے لئے بھی آہ یہ گفتگو فضول صحبتوں کے متعلق ہے۔ اور
ضروری صحبتیں اس سے مستثنٰی ہیں بترجم) پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۱) اور
منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ زمین پر کمر نہیں لگاتے۔ ہاں جس حالت میں وہ بیٹھنے سے معذور
ہو جاویں اور سمجھ لیں کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کریگا۔ ایسی حالت میں مجبوری ہے۔ اور وہ فقط
آخری شخص جنکو میں نے اس روش پر پایا ہے سیدی شیخ تاج الدین ذاکرؒ تھے۔ کیونکہ جس رات کو انکا انتقال ہوا
ہے۔ اس رات کو انھوں نے اپنے مخلصین سے (بغرض ترغیب نہ بطور اظہار کمال) فرمایا تھا۔ کہ میں نے ستر
برس سے زمین کو کمر نہیں لگائی۔ اور یہی حالت سیدی شیخ ابوالسعود جارحی کی تھی۔ اور سلف میں اس روش
پر عمر بن عبدالعزیز۔ بشر حافی۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری امام احمد بن حنبل۔ امام ابوحنیفہ۔ رابعہ عدویہ اوزاعی
ایک دوسری جماعت تھی جسکا ہم نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز کا قاعدہ تھا کہ جب

Marfat.com

نیند آتی تو مکان میں دوڑتے اور یہ شعر پڑھتے۔

وکیف تنام العین وھی قریرۃ ولم تدر فی ای المحلین تنزل

یعنے آنکھ سکھ چین سے کیسے سوتی ہے جبکہ اُسے یہ معلوم نہیں کہ وہ دوزخ میں جاویگی یا جنت میں

غرضکہ اسطرح نیند کو اڑا دیتے۔ اور یہی حالت رابعہ عدویہ اور شعوانہ اور فاطمہ ربلیہ کی تھی۔ وہ فرماتی تھیں کہ ہم اسلئے نہیں سوتے کہ مبادا ہم کو اچانک گرفتار کر لیا جاوے (اور ہم معذرت توبہ واستغفار وغیرہ بھی نکر سکیں) بس اس بیان معلوم ہوا کہ جو شخص مدعی زہد وصلاح ہو اور تہجد کے اوقات میں بلا عذر پڑا سوتا رہے۔ وہ جھوٹا ہے اسکو خوب سمجھ لو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۲) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ رقیق القلب ہوتے ہیں اور اپنی انکو تاہیوں پر جو حقوق اللہ کے متعلق اُن سے صادر ہوئی ہیں بہت روتے ہیں یہ دیں خیال کہ شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمادے۔ اور یہ مقام ابوبکر صدیقؓ عمر بن الخطابؓ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا۔ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں کے بہنے سے اُنکے چہرہ پر دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ اور یہی حالت عبداللہ بن عباس۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید رقاشی۔ فضیل بن عیاض۔ بشر حافی۔ ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کی تھی۔ اور یزید رقاشیؒ کا قاعدہ تھا کہ جب مکان میں جاتے اُسوقت روتے۔ جب کھانا سامنے آتا اُسوقت روتے۔ جب ان کے احباب اُنکے پاس بیٹھتے اُسوقت روتے۔ اور انکو بھی ساتھ میں رولاتے اور فرماتے تھے کہ کیا آگ مجھ جیسے نالائق کے سوا اور کسی کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ (ہرگز نہیں بلکہ دوزخ ایسوں کیلئے ہی ہے جیسا میں) اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا قاعدہ تھا کہ وہ رات بھر روتے رہتے۔ اور گھر میں دوڑتے رہتے اور آہ وزاری کرتے رہتے۔ اور بسا اوقات بیہوش ہوکر گر پڑتے۔ اور انکا قاعدہ تھا کہ بالاخانہ پر رہتے اور سجدہ میں اسقدر روتے کہ آنسو بہکر پرنالے میں کو سونے والوں پر ٹپکتے جس سے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ کوئی بدلی گذر رہی ہے۔ اور بوندیں گر رہی ہیں اور رابعہ عدویہ کا قاعدہ تھا کہ وہ روتی جاتی تھیں اور آنسو پونچھ پونچھ کر اپنے آس پاس چھڑکتی جاتی تھیں اور اس سے زمین کی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ کہ آنیوالا سمجھتا کہ انھوں نے یہاں وضو کیا ہے۔ اور ابن السماکؒ کا قاعدہ تھا کہ جب انکی مجلس گرم ہوتی۔ اور لوگ رونے لگتے تو وہ (اُنکے عجب کے علاج کیلئے) اور داؤد علیہ السلام۔ سفیان ثوری۔ داؤد طائی۔ فضیل بن عیاض اور عمر بن عبدالعزیز۔ اور انکے مثل اور لوگوں کے رونے کی حالت بیان کرتے جس سے لوگ اپنے رونے کو معمولی سمجھ لیتے۔ (اور اس سے عجب کا احتمال دفع ہو جاتا) اور کعب احبارؓ بیان فرماتے تھے کہ میرا خدا کے خوف سے

Marfat.com

ایک آنسو بہانا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ میں سخت دل ہو کر سونیکا پہاڑ خرچ کر دوں۔ اور حضرت فرماتے تھے۔ کہ نیکوں کی علامتیں یہ ہیں۔ کہ بیداری اور رونے اور بھوک کی کثرت سے انکی رنگت زرد آنکھیں انکی جلدی ہو گئی ہوں۔ انکے ہونٹ سوکھ گئے ہوں اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ رونا یہ نہیں ہے کہ آنکھ سے آنسو نکلنے لگیں بلکہ اصلی رونا دل کا رونا ہے۔ کیونکہ آدمی کبھی آنکھوں سے روتا ہے مگر اسکے دل پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا چنانچہ منافق کا رونا سر سے ہوتا ہے نہ کہ دل سے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رونیکے دس حصہ ہیں جنمیں سے نو حصہ تو ریا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک حصہ خدا کے خوف سے۔ پس جب سال بھر میں ایک مرتبہ بھی وہ وقت آجائے کہ آدمی صرف خدا کیلئے روئے تو امید ہے انشاء اللہ اسکی نجات ہو جائیگی۔ آہ۔ میں کہتا ہوں کہ آدمی کے رونیکا مقام اسی وقت کامل ہوتا ہے جب اسکا رونا آنکھ سے اور دل دونوں سے ہو۔ کیونکہ صرف ایک ہی رونیوالا ناقص ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ شیخ ہو اور اسکے متبعین بھی ہوں۔ اسکو تو زیادہ ضرورت ہے دونوں سے رونے کی۔ کیونکہ دل کے رونے کو اسکے متبعین نہیں دیکھ سکتے۔ اسلئے اسکو ضرورت ہوتی ہے آنکھ سے رونیکی (تاکہ انپر اثر ہو) اگرچہ اسکا مقام اس سے ترقی کر گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ اور ایک شخص صلت بن اشیم کی مجلس میں ریا کیلئے رویا۔ اور اتنا رویا کہ لوگ اسپر ترس آیا۔ اسکے بعد اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ جاؤ اپنا معاوضہ انھی سے لو۔ جنکے نسبت تم پسند کرتے تھے کہ وہ تمہیں روتے دیکھیں۔ اور سعید بن عجلان فرماتے تھے کہ سفیان ثوری جسوقت روتے تو آنسوؤں کو آنکھوں ہی میں بھراتے رہتے انکو نکلنے نہ دیتے اور فرماتے کہ جس سے سوز و رنج قلب میں رہتا ہے۔ (اور جی کھول کر رونیسے بھڑاس نکل جاتی ہے اور سوز و غم کا دلمیں باقی رہنا اس نکلنے سے زیادہ ہے۔) اور عمر بن عبدالعزیز جسوقت رونا شروع کرتے تو انکی بیوی انکے بچے انکے خدمتگار سب رونے لگتے اور انکو یہ خبر نہ ہوتی کہ وہ کیوں رو رہے ہیں۔ اور صالح مری فرماتے کہ گناہ دلوں کو چوپٹ کر دیتے ہیں اسکا علاج صرف رونا ہے اور شعیب بن حرب ایکمرتبہ طاؤسؒ کی مجلس میں روئے حتی کہ اوروں کو بھی رولادیا یہ سمجھے کہ انھوں نے بڑا کام کیا۔ اسپر طاؤسؒ نے فرمایا کہ بھائی جان یہ سمجھ لو کہ اگر صرف ایک گناہ پر تم اور ساتھ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات روتے تو یہ بھی کم تھا۔ پھر تم کیسے خیال کرتے ہو کہ تمہارے رونے سے تمہارے سارے گناہ مٹ جاویں گے۔ اور مالک بن دینار سے کسی نے کہا کہ اجازت ہو تو میں آپ کے لئے ایک قاری بلادوں۔ جو آپ کو قرآن سنایا کرے۔ فرمایا کہ میاں جس عورت کا بچہ مر

Marfat.com

اُسے نوحہ گر کی ضرورت نہیں ہوتی (پس جب میں خود مصیبت زدہ ہوں تو میرے رونیکے لئے میری مصیبت خود کافی ہے۔ اور مجھے اسکی ضرورت نہیں کہ مجھے دوسرا کوئی رُلائے) اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ ہر شام کو اتنا روتے کہ بیہوش ہو جاتے اور فرماتے مجھے معلوم نہیں کہ جو میرے بُرے اعمال آج آسمان پر گئے ہیں۔ آیا وہ بخشدیئے گئے۔ یا وہ میرے نامہ اعمال میں ہنوز باقی ہیں۔ اور کل وہ میرے سامنے پیش کئے جائینگے۔ اور میں ان پر مطلع ہونگا۔ اور مکحول دمشقیؒ فرماتے تھے کہ جب کسی کو روتا دیکھو۔ تو تم بھی رو دو اور یہ نہ خیال کرو کہ وہ ریا سے ایسا کرتا ہے۔ کیونکہ ایک مرتبہ میں نے ایسا ہی خیال کیا تھا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی سزا میں ایک سال تک مجھے رونے سے محروم کر دیا گیا۔ آہ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نیکی اور پارسائی کا مدعی ہو اور وہ قرآن سنکر دل سے نہ روئے تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ سختی قلب اخلاق صالحین کے خلاف ہے۔ پس اسے خوب سمجھ لو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۳) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ معاصی میں ہنسنا تو درکنار وہ اپنی نسبت طاعات میں کوتاہی کرنیکے سبب ہلاکت کا خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا سے اسکی امید کرنا کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کر دیگا تحصیل حاصل ہے۔ (کیونکہ یہ توقع تو اعتقاداً پہلے سے حاصل ہے) اب جو کرنیکا کام ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ اُس سے جھوٹی بات پر مواخذہ کریگا۔ تاکہ اُسے قیامت میں حساب کیلئے کھڑے ہونیکا خوف ہو (اور اپنے نفس کا محاسبہ خود کیا کرے) کیونکہ جو شخص دنیا میں نفس کا محاسبہ نہیں کرتا اُسکو قیامت میں محاسبہ کیلئے دیر تک ٹھیرنا پڑیگا (بوجہ گناہوں کی زیادتی کے) اور جو شخص خود محاسبہ کرنیکا عادی ہو۔ اُسکو زیادہ دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ وہ دُنیا میں اپنے اعمال کی اصلاح کر چکا ہوگا) اور عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج فرماتے تھے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کی تفتیش کرتے رہنا چاہئے کیونکہ ہر شخص اپنے ہم جنس کے ساتھ محشور ہوگا۔ پس جو تمام معاصی میں گرفتار ہوگا۔ اُسکا کیا حال ہوگا۔ نیز وہ اکثر اپنے نفس پر عتاب فرماتے اور اُسکو ڈانٹتے رہتے۔ اور فرماتے تھے کہ قیامت میں منادی آواز دیگا اے فلاں گناہ کرنے والو (اُٹھو تمھارا مقدمہ پیش ہے) پس اے اعرج تو بھی انمیں اُٹھے گا کیونکہ تو بھی وہ گناہ کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ پھر دوسرے گروہ کو بلائے گا۔ اور کہیگا کہ اے فلاں گناہ کرنیوالو (اُٹھو تمھارا مقدمہ پیش ہے) پس اے اعرج تو انمیں بھی اُٹھے گا (کیونکہ تو وہ گناہ بھی کرتا ہے) وہ پھر آواز دیگا کہ اے فلاں گناہ کرنیوالو (اُٹھو تمھارا مقدمہ پیش ہے) مو اسے اعرج تو بھی انمیں اُٹھے گا۔ (کیونکہ تو وہ گناہ بھی کرتا ہے) غرض میں تو سمجھتا ہوں کہ تجھکو ہر فرقہ کے ساتھ اُٹھنا ہوگا (کیونکہ کوئی گناہ ایسا نہیں جو تو نکرتا ہو) اور سیدی علی خواص فرماتے تھے کہ فقیر

تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اُسکی یہ حالت نہو۔ کہ احوال قیامت رات دن اُسکے پیش نظر رہیں۔ تاکہ وہ دنیا ہی سے اسکے لئے تیار ہو کر جاوے۔ نیز وہ اکثر فرماتے تھے کہ جو شخص قبر میں سکون قلب چاہے۔ اُسکو چاہیے کہ وہ کوئی ایسی خصلت نہ رکھے جس سے قیامت میں رسوا ہو۔ اور جب تک اسکے اندر کوئی بری خصلت ہے اُسوقت تک اُسکے لئے خوف لازم ہے۔ یہانتک کہ وہ قبر سے بھی خوف زدہ ہی اُٹھیگا (کیونکہ اُسکو یہ خطرہ رہیگا) کہ شائد میری اس خصلت پر مواخذہ ہو اور سزا ہو جاوے) اور اسی وجہ سے لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے سے فرماتے تھے کہ بیٹا جسطرح تم سوتے ہو۔ اسی طرح مروگے۔ اور جسطرح تم جاگتے ہو۔ اسطرح تم قبر سے اٹھوگے اور جب واقعہ یہ ہے تو اب تمھیں نیک کام کرنے چاہئیں تاکہ تمھارا سونا اور جاگنا دلہن کا سا ہو اور کوئی برا کام نکرو ورنہ تمھارا سونا اور جاگنا اس مجرم کا سا ہوگا جسکو بادشاہ قتل کیلئے طلب کرتا ہے یعنی جب سوگے تو خوف زدہ۔ اور جاگوگے تو خوف زدہ۔ اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دنیا میں جس چیز سے تم ڈرتے ہو اُسکو۔ ڈرلو۔ کیونکہ اسوقت کا ڈر تمھیں عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ اور سیدی علی خواص فرماتے تھے اپنے لئے خود عمل کرو۔ اور نہ کسی دوست پر اعتماد کرو۔ اور نہ کسی پیر پر۔ کیونکہ وہاں ہر ایک اپنی فکر میں لگا ہوگا اور تمھاری خبر کوئی نہ لے گا۔ اور اپنے اعمال کو خرابیوں سے پاک صاف کرلو۔ کیونکہ قیامت کے روز اُنمیں اسیقدر نور ہوگا جسقدر ان میں اخلاص ہوگا۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ منافق دین کے نور سے روشنی حاصل نہیں کرسکتا۔ جسطرح اندہا آنکھوں والے کے نور سے روشنی نہیں حاصل کرسکتا۔ اور کعب احبار رض فرماتے تھے کہ جو شخص دروازہ بند کرکے خدا کی نافرمانی کریگا اور مخلوق سے شرمائیگا اور خدا سے نہ شرمائیگا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس سے سخت حساب لینگے۔ اور بری طرح اسکو دھمکا دینگے۔ پھر اُسکی طرف نظر قہر سے دیکھیں گے۔ اور اپنے فرشتوں سے فرمادینگے کہ اسے پکڑ لو۔ اُسپر ہزار بازائد فرشتے دوڑ کر اُسے پکڑ لینگے اور اُسکو منہ کے بل کھینچیں گے۔ وہ فرماتے تھے کہ اُسکا انجام یہ ہوگا کہ وہ اُنکے ہاتھوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویگا۔ اب اے بھائی تو سوچ کہ تو تو اس بلا میں مبتلا نہیں (اگر ہے اور ضرور ہے تو۔ تو بہ کر) اور خدا کے نبیوں اور اُسکے رسولوں کے وسیلہ حق تعالیٰ سے بخشش کی دعا کر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کے طفیل سے جن سے تو نے توسل کیا ہے تیرے گناہ معاف فرمادیں اور ربیع بن خثیم اپنے نفس سے فرماتے کہ اے ربیع جب زمین اور پہاڑ دنکو اٹھاکر دفعتہً ریزہ ریزہ کردیا جائیگا اُسوقت تیرا کیا حال ہوگا۔ اور ابو عمران جونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جب حیوانات اُس برتاؤ کو دیکھیں گے جو قیامت میں گنہگار آدمیوں کے ساتھ کیا جاویگا تو کہیں گے خدا کا شکر ہے ہمیں آدمی نہ بنایا۔ اور یحییٰ بن

مۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم کوشش کرو کہ اُن لوگوں میں سے نہ ہو جسکو میزان عدل اور محاسبہ قیامت میں رسوا کریں گے
یونکہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ تمام مجمع حق تعالیٰ سے شرما کر انگشت بدنداں ہو گا۔ اور ہر ایک کا غم اسقدر ہو گا
جسقدر کہ اُس نے خدا کے معاملہ میں کوتاہی کی ہو گی۔ اور میں نے سیدی علی خواص سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے
آدمی کو نزع کے وقت اتنی ہی آسانی ہوتی ہے۔ جسقدر کہ وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے مشقتیں اور تکلیفیں
برداشت کر چکا ہے۔ اسپر میں نے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام کو تو سب سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور باوجود اسکے
ان پر مرض موت اور نزع وغیرہ میں نہایت سختی کی جاتی ہے اسکی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء کی سختی اور
تبعیت کی ہوتی ہے کیونکہ وہ سختی متعلقات دنیویہ کی بنا پر نہیں ہوتی (جو زیر بحث ہے) اور نہ انکی سختی کو
محمول کرنا چاہیے۔ بلکہ انکی سختی اجر بڑھانے کے لئے ہوتی ہے۔ اور بعض کی سختی نزع کا سبب انکے شاگرد دوسرے
تربیت اشخاص ہوتے ہیں۔ کیونکہ انکی روح باوجود محبت لقاء اللہ کے اسوقت تک اس دنیا سے نہیں جانا چاہتی
جب تک وہ انکی تکمیل نہ کردے۔ اور انکی مقام کمال معرفت تک رہنمائی نہ کردے۔ پس جب وہ خود انتقال پر
آمادہ ہوتی ہے (اور خدا سے ملنے کا شوق اسکو خروج پر آمادہ کرتا ہے۔ اور شاگردوں پر شفقت عدم خروج پر
آمادہ کرتی ہے۔) تو اس سے روح کے نکلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اور اگر اسکو اپنے شاگردوں پر کمال شفقت نہ
ہوتی۔ تو وہ خدا سے ملنے کے شوق میں نہایت آسانی سے نکل جاتی۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل
نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ سام بن نوح علیہ السلام کو انکی خاطر زندہ کردیں۔ تو انھوں نے کہا
اچھا مجھے اسکی قبر دکھادو۔ اسپر وہ انکو اسکی قبر پر لے گئے۔ اور انھوں نے اسکی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے
سام حق تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ کھڑا ہو۔ یہ سنکر وہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ دیکھنے کیا ہیں کہ اسکے
سب سفید ہیں۔ یہ دیکھکر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو مرا تھا اُسوقت تیرے بال
دوں ہیں) اُس نے جواب میں کہا کہ آپ صحیح فرماتے ہیں مگر جب میں نے آپکی آواز سنی تو میں سمجھا کہ قیامت آگئی
اسکی وجہ سے میرا سر اور ڈاڑھی دونوں سفید ہیں (اس سے قیامت کی دہشت کا اندازہ کرلیجیے) اسکے بعد حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو مرے ہوئے کتنے دن ہوئے اُس نے کہا پانچہزار برس ہوئے اور باوجود اسکے
ہنوز موت کی گرمی دور نہیں ہوئی (اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی مرا ہوں) نیز جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے
قیامت کا ذکر ہوتا تو یوں چیختے جیسے وہ عورت چیختی ہے جسکا بچہ مر گیا ہے۔ اور فرماتے کہ مریم کے بیٹے کیلئے زیبا نہیں
وہ قیامت کا ذکر سنکر خاموش رہے۔ اور وہب مکیؒ فرماتے تھے کہ

وہ یہ جانتا ہے کہ اسکے سامنے قیامت میں وہ نالہ و فریاد اور وہ حرکات و سکنات ہیں جنکو دیکھ کر شدت غم
و خوف سے آدمی کے جوڑ جدا ہونے کو ہو جاوینگے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ حق تعالیٰ کے قول فی یوم کان مقداره
خمسین الف سنة کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ یہ بمقدار ہفتہ کے روز طلوع شمس سے دوپہر تک ہوگی۔ اور دوپہر
ہونے نہ پاویگا مخلوق حساب سے فارغ ہو جاویگی اور اہل جنت جنت میں جا ٹھہریں گے اور اہل دوزخ دوزخ میں
(مگر یہ روایت عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ قیامت جمعہ کے روز ہوگی نہ کہ ہفتہ کو ہاں
تفسیر نیشاپوری میں حسن بصریؒ سے یہی مضمون بلاسند منقول ہے۔ مگر اسمیں ہفتہ کے دن کا ذکر نہیں۔ واللہ اعلم
۱۲ مترجم) اور سیدی علی خواصؒ فرماتے تھے کہ جو شخص باغوں میں سیر کرتے اور خوبصورت عورتوں کے نرم بستروں
پر سونے اور خوشبودار لباس پہننے کی خواہش اپنے اندر پائے وہ قیامت کے ہولناک واقعات سے
غافل ہے۔ ہاں اگر اولیاء کاملین سے ہو جنکو دونوں جہاں کی کوئی نعمت خدا سے غافل نہیں کرتی تو وہ
مستثنیٰ ہے پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۴) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک
یہ ہے کہ وہ مکانات وغیرہ بنانے کا اہتمام نہیں کرتے۔ پھر اگر کوئی شخص انمیں سے مکان بناتا بھی ہے تو اس
قدر پر اکتفا کرتا ہے جس سے ضرورت رفع ہو جاوے۔ اور زیبائش و آرائش کا اہتمام نہیں کرتا جسکی دو وجہ
ہیں۔ ایک تو یہ کہ اتنا حلال مال ملنا مشکل ہے کہ وہ اس سے مکانات بنائیں۔ اور انھیں خوب سجائیں دوسرے
انھیں اتنی لمبی چوڑی امیدیں نہیں ہوتیں کہ وہ انکے بنانے اور سجانے کی زحمت گوارا کرکے ان سے ایک معتدبہ
مدت تک منتفع ہونگے (بلکہ انکو تو اپنی حیات کی ذرا بھی توقع نہیں ہوتی) اور یہ انکی امید کی کوتاہی انکو ایسا
نہیں کرنے دیتی۔ اور سیدی احمد زاہدؒ نے اپنی خانقاہ اور اپنا مکان اینٹ گارے سے بنایا تھا اور چھت کھجور
کی تھی۔ پس ان باتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص صلاح و تقویٰ کا مدعی ہو اور دنیا سے خوش ہو کر مضبوط
عمارتیں بنائے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے بالخصوص جب کہ وہ یہ بھی دعویٰ کرتا ہو کہ میں خدا ہی کا ہو رہا
ہوں۔ کیونکہ یہ بات کسی حال میں اسکے شایان شان نہیں بجز اس صورت کے کہ وہ اسکو صرف خیرات اور صدقہ
وغیرہ کے طور پر تیار کرے۔ اور مضبوطی عمارت سے مقصد اسکا یہ ہو کہ لوگ اس زمانہ تک فائدہ اٹھاتے رہیں
اور اسکا ثواب مرنیکے بعد انکو برابر ملتا رہے۔ جیسا کہ سیدی مدین و سیدی ابوالعباس وغیرہما کے لئے یہ قصد
پیش آیا ہے کہ ایسی صورت میں مضبوطی عمارت کا مضائقہ نہیں۔ اور سیدی عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک اسے
شخص پر گذر ہوا جو اپنے لئے ایک مضبوط عمارت بنا رہا تھا۔ تو آپ نے اسکو دیکھکر یہ شعر پڑھے ہے

ابنی بناء الخالدین وانما مقامک فیہا لو عقلت قلیل
لقد کان فی ظل الاراک کفایۃ لمن کان یوما یقتضیہ رحیل

یعنی کیا تو ایسے لوگوں کا سا گھر بناتا ہے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں (تجھے ایسا نہ چاہئے) کیونکہ اگر تجھے سمجھ ہو۔ تو تو سمجھے۔ کہ تیرا اسمیں رہنا بہت کم ہے۔ ارے بھائی جسکی یہ حالت ہو کہ اسکے پیچھے ایک روز کوچ لگا ہوا ہے (جیسا تو) اُسکے لئے پیلو کا سایہ کافی ہے (اور اسمیں وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر سکتا ہے) اور جن حضرات نے اس روش پر پایا ہے۔ انمیں سے ایک ہمارے شیخ علی خواص ہیں۔ وہ جب کسی فقیر کو گھر بناتے دیکھتے تو اسکے لئے اسکو برا سمجھتے اور اُس سے فرماتے جتنا مال تو اس عمارت پر صرف کر رہا ہے تو کبھی [illegible] تک نہیں پہونچ سکتا۔ کہ اس مال کی عوض میں تو سکونت کر سکے (یعنی اگر کرایہ کے مکان میں بھی رہے تو عمر بھر میں بھی اتنا مال کرایہ میں صرف نہیں ہو سکتا) اور جب بھائی ابو العباس نے جامع بشر [illegible] مکان بنایا تو اسپر سات سو دینار صرف کر دیئے۔ اسپر شیخ نے انکو ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ اگر تو کرایہ کے مکان میں رہتا تو تیرے لئے اسکا دسواں حصہ کافی ہوتا جو تو نے اس عمارت پر صرف کیا ہے۔ اور باقی کو تو صدقے کر سکتا اور اس واقعہ کے تقریباً سات برس بعد ابو العباس مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ (اور اسطرح شیخ کے بیان کی [illegible] ہو گئی) اور شیخ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جسوقت فقیر کو اپنے بھائی مسلمانوں [illegible] وہ اُس سے اسکی درخواست بھی کریں تب بھی اسکے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ [illegible] مال اس فضول کام میں صرف نکریں۔ اور انکو وہ بات بتلائے جس سے انکی میزان اعمال [illegible] روز بوجھل ہے۔ پھر یہ کیسے مناسب ہوگا کہ لوگ اسکی صراحتاً یا اشارۃً درخواست [illegible] صالح کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ حرص اور طول امل سے بچتے تھے حتی کہ [illegible] یہ واقعہ معلوم ہوا کہ اسامہ نے ایک مہینہ کے اقرار پر ایک لونڈی خریدی [illegible] کی حالت پر تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینہ کے اقرار پر خریداری کی ہے۔ واللہ اسامہ [illegible] جو اسکی امید رکھتا ہے کہ میں ایک مہینہ تک زندہ رہونگا۔ اور کھاؤنگا اور روا [illegible] ادا کرونگا) پھر فرمایا کہ [illegible] قدم اٹھا کر یہ نہیں خیال کرتا کہ دوسرا رکھ سکونگا۔ اور آنکھ کھول کر یہ نہیں سمجھ سکتا [illegible] میں لقمہ رکھکر یہ نہیں خیال کرتا کہ اسکو نگل جاؤنگا۔ اور یحییٰ بن معاذ فرماتے تھے کہ جو شخص [illegible] اور امید [illegible] شیطان اسکے دل میں جگہ نہیں پا سکتا۔ اور سفیان ثوری فرماتے تھے [illegible]

Marfat.com

ہے اور اسلئے جب کوئی دن گذرتا ہے تو گویا اسکا ایک جزو ختم ہو جاتا ہے۔ اور ایک مرتبہ لوگوں نے معروف کرخی کے روبرو نماز کی تیاری کی ایک صوفی کو نماز پڑہانے کیلئے آگے بڑہانا چاہا اسپر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھ اندیشہ ہے کہ کہیں نماز ہی میں نہ مر جاؤں اور لوگونکی نماز پراگندہ کروں۔ اسپر لوگوں نے اصرار کیا۔ اس اصرار پر اُس نے کہا کہ خیر اسوقت تو پڑہا دونگا مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ نماز پڑہانیکے لئے مجھسے نہ کہنا۔ یہ سنکر معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جناب آپ ہٹ جایئے۔ آپ امامت کے اہل نہیں۔ کیونکہ تم گڑبڑ آدمی ہو۔ ایک طرف تو تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں نماز ہی میں مر جاؤنگا اور دوسری طرف تم اپنے دل میں یہ بھی کہتے ہو کہ میں آئندہ نماز تک زندہ رہونگا (اور یہ سراسر گڑبڑ ہے اگر تمکو اس نماز کے پورا کرنیکی بھی توقع نہیں ہے تو اس کہنے کے کیا معنی کہ آئندہ مجھے امام نہ بنانا۔ اور اگر نماز تک زندہ رہنے کی توقع ہے تو اسکے کیا معنی کہ مجھے اس نماز کے پورا کرنیکی توقع نہیں ہے۔ الحاصل تم ٹھیک آدمی نہیں) اُسکے بعد دوسرے آدمی کو آگے بڑہایا۔ اور اُس نے نماز پڑہائی اور داؤد طائی رح فرماتے تھے کہ طویل الامل شخص کیلئے لازم ہے کہ وہ اکثر عمل کو بھول جاوے اور توبہ میں تاخیر کرے اور حسن بصری رح فرماتے تھے کہ کوتاہ اُمید شخص کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ کوئی چیز کھاتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اسکے پیٹ سے اُسکے مرنیکے بعد نہلانے والے کے ہاتھ سے نکلے گی۔ اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ اُس نے جمع کیا ہے اس سے وہ خود منتفع نہوگا۔ بلکہ دوسرے لوگ منتفع ہونگے۔ اور جب کوئی اُسکے خلاف خیال کرے وہ کوتاہ اُمید نہیں ہے۔ بلکہ دراز اُمید ہے۔ اور ابو عثمان نہدی رح فرماتے تھے کہ اسوقت میری عمر ایک سو تیس برس کی ہے۔ اور اس عرصہ میں میری تمام باتوں میں تغیر آگیا۔ بجز ایک اُمید کے کہ میں اسے اُسی طرح پاتا ہوں۔ اور اسمیں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے تھے کہ دُنیا زاہدوں کی طلاق دی ہوئی ہے۔ مگر اسکی عدت ہی نہیں گذرتی۔ کیونکہ جب انمیں سے کوئی اسے طلاق دیتا ہے۔ دوبارہ پھر فوراً اس سے شادی کر لیتا ہے (حال یہ ہے کہ زاہد دنیا کو چھوڑنا چاہتے ہیں مگر اسے چھوڑ نہیں سکتے) اور سیدی علی خواص رح فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص طول امل سے خالی نہیں۔ مگر اسکے مراتب مختلف ہیں۔ پس طول امل والوں میں وہ شخص سب سے فائق ہے جسکو صرف ایک سانس کی اُمید ہو۔ اور طول امل بعض وجوہ سے خدا کی رحمت ہے کیونکہ اگر یہ نہوتی تو آبادی کو ویران اور ویرانہ ہو جاتا۔ اور عبداللہ ابن عباس رض فرماتے تھے کہ دریا میں مچھلی کی پشت پر اور چیونٹے کے اندر کھلی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ فلاں کا رزق ہے۔ اور اُسکے سوا اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ مگر باوجود اسکے حریص آدمی کوشش میں مرا جاتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ ایسا نہو اسے کوئی اور لیلے۔ پس اسے خود سمجھ لینا چاہئے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

(۵۵) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں پر خواہ نیک ہوں یا بد اور تمام جانوروں پر شفقت
کرتے ہیں۔ اور اس طرز پر کام کرتے ہیں کہ انکے سبب سے کسی کے دین میں کوئی خرابی نہ واقع ہو۔ اور یہ انکا ایک
نہایت اعلیٰ خلق ہے۔ اور اس سے وہی متخلق ہوتا ہے جسکی بصیرت کو خدا نے نور بخشا ہے۔ اور وہ بحکم وراثت
نبوی لوگوں پر انکے نفسوں سے زیادہ شفیق ہے۔ اور انکے اسی خلق کے سبب لوگ اُنکی طرف زیادہ مائل
ہوتے ہیں۔ اور اُس مکان کے خریدنے میں جو کہ اُنکے پڑوس میں ہو اُس سے زیادہ دام خرچ کرتے ہیں جتنے
کہ وہ اُس مکان کے خریدنے میں صرف کرتے ہیں جو کہ اُنکے عزیزوں کے پڑوس میں ہو۔ اور عبداللہ بن [illegible]
فرماتے تھے کہ اُس مکان کے خریدنے میں دام کچھ زیادہ بھی دیدیے جائیں جسکا پڑوسی کشادہ رو اور شیریں
زبان ہو۔ اور ابو مسلم خولانی اُن لوگوں میں سے تھے جو لوگوں پر رحم کرنیکے خلق کے ساتھ متخلق ہونے میں
بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ اور وہ اسمیں اسقدر مبالغہ کرتے تھے کہ کسی کو سلام نکرتے تھے۔ اور فرماتے تھے
مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ لوگ مجھے حقیر سمجھکر میرے سلام کا جواب نہ دیں۔ اور اسکے سبب گناہ میں
ہوں۔ اور عبداللہ انطاکی فرماتے تھے کہ جب تمکو یہ علم ہو کہ یہ لوگ تمھیں دیکھکر تمھاری آبرو پر حملہ کرینگے تو تم
بجز اوقات نماز کے دیگر اوقات میں اُن سے مت ملو۔ اور ان پر رحم کرو کہ وہ تمھارے سبب گناہ میں مبتلا ہوں
اور ابو عبداللہ مغاربی فرماتے تھے کہ جو شخص گنہگاروں کو رحم کی نظر سے نہ دیکھے وہ طریق صوفیہ سے نکل گیا
اور معروف کرخی جب کسی گنہگار کو دیکھتے تو اسکے لئے دعاء مغفرت فرماتے اور اُسکے لئے رحمت کے متمنی ہوتے
اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے نجات اور اُن پر رحمت کیلئے
فرمایا تھا۔ اور شیطان کو انکے ہلاک کرنے اور انکے ضرر سے خوش ہونیکے لئے بھیجا ہے۔ پس تمکو [illegible]
رہنا چاہیئے نہ کہ خلق شیطانی) نیز معروف کرخی کا ایک ایسی جماعت پر گذر ہوا جو دجلہ [illegible] اور
ان کے ہاتھ میں شراب وغیرہ تھی اسپر لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ان نافرمانوں کیلئے بددعا کیوں نہیں فرماتے
تو آپنے فرمایا کہ اے اللہ جسطرح آپنے انکو دنیا میں خوش کیا ہے۔ اسی طرح انکو آخرت میں بھی خوش کیجئے۔ یہ سنکر انھوں
نے کہا کہ ہم نے تو آپ سے بددعا کی درخواست کی تھی۔ آپ تو انکی دعا کرنے لگے۔ آپنے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں کسی
مسلمان کیلئے بددعا کروں۔ اور میں نے جو دعا کی ہے وہ بظاہر موش ہے۔ مگر حقیقت اسکی یہ ہے کہ اے اللہ
انکو توبہ نصیب کر اور انکے گناہ بخشدے کیونکہ آخرت میں وہ صرف اسی صورت سے خوش ہو سکتے ہیں کہ (دنیا
میں) انکو توبہ نصیب ہو۔ اور انکے گناہ معاف کر دیئے جائیں (سو اس دعا میں کوئی حرج نہیں) (۹۱) یہ انکی [illegible]

Marfat.com

تھی خدا انپر رحمت نازل فرمائے۔ اور ابراہیم تیمی کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی انھیں ستاتا اُسکے لئے کبھی بددعا نہ فرماتے اور فرماتے اسکے لئے اسکا ظلم ہی کا بوجھ کافی ہے۔ (میں بددعا کر کے مرتے کو کیوں ماروں) اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جب کچھ ہم سفر لوگ اُنکے مکان کے پاس فروکش ہوتے تو رات بھر جاگتے۔ اور صبح تک انکے اسباب کی حفاظت کرتے۔ اور اُنکو اسکی خبر نہونے دیتے۔ اور روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اللہ مجھے تبلا دیجیے کہ آپکو اپنی مخلوق میں کون سب سے زیادہ پیارا ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ مجھے وہ شخص سب سے زیادہ پیارا ہے جسکی یہ حالت ہو کہ جب کسی مسلمان کے کانٹا لگ جائے تو اُسے اسکا اتنا ہی رنج ہو جتنا اسوقت ہوتا جبکہ خود اُسکے لگتا۔ اور سالم بن ابی الجعد فرماتے تھے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ میں تشریف فرماتے تھے اور صحابہ دھوپ میں۔ اسپر جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اے محمد آپ سایہ میں بیٹھیں اور صحابہ دھوپ میں (کیا یہ مناسب ہے) خلاصہ یہ کہ آپ پر اس فعل پر عتاب فرمایا گیا۔ اور مقصود اس سے آپکی اُمت کیلئے یہ قانون بتانا تھا کہ دوسرونکی تکلیف کو بھی اپنی تکلیف کے برابر سمجھنا چاہیے۔ اور ابو عبداللہ بن عون فرماتے تھے کہ اس امت میں سے سب سے پہلے رحمت و شفقت اُٹھائی جائیگی اور سفیان ثوریؒ کی یہ حالت تھی کہ جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف وہ امر پیش آتا تو انکو نہایت ملال ہوتا۔ اور بسا اوقات انکو دل تنگی کی وجہ سے خون کا پیشاب آتا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے۔ کہ ابدال کی علامت یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں پر نہایت شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اور معروف کرخیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص ہر روز دُعا کیا کرے کہ اے اللہ اُمت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے اللہ اُمت محمدیہ کی اصلاح فرما۔ اے اللہ اُمت محمدیہ کی تکلیف دور فرما۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو ابدالوں میں لکھیں گے۔ آہ بس اسکو خوب سمجھ لو۔ اور راحت و شفقت میں اپنے سلف کی پیروی کرو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۶) اور منجملہ انکے اخلاق ایک یہ ہے کہ جب کوئی عالم ظاہری ان کے کسی حال کا انکار کرے یا انکو کسی بات کا حکم کرے تو وہ اُسکی موافقت کرتے ہیں۔ اور اُسکے مقابلہ میں دلائل نہیں بیان کرتے بجز اس صورت کے کہ انکو یہ توقع ہو کہ یہ ہماری بات مان لیگا۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ علما ایک خاص دائرہ کے اندر ہیں۔ اور اُسکے باہر کی چیزیں انکو معلوم نہیں (اس لئے وہ بیچارے معذور ہیں) پس جب کوئی یہ کہے کہ قطب یا ابدال۔ اوتاد وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ محض نام ہیں جنکا کوئی مسمی نہیں تمہیں اس سے کہنا چاہیے کہ بجا ہے۔ اور تمھارا مقصود اس سے یہ ہونا چاہیے کہ واقعی آپ کے نزدیک اُنکی کوئی حقیقت نہیں ہے) اور وہ محض اسم بلا مسمیٰ ہیں۔ اور جب وہ یہ کہے کہ اولیاء اللہ گذر گئے

اب کوئی ولی نہیں۔ تو تمہیں کہنا چاہیے کہ بجا ارشاد ہے۔ یعنی آپکا اعتقاد بیشک ایسا ہی ہے۔ اسی طرح اگر وہ یہ
لیے کہ خضر کا وجود نہیں تو اس وقت بھی یہی کہنا چاہیے کہ بجا ہے۔ بالخصوص اگر وہ اپنے دعوی کی تائید میں کسی
منکر کا قول بھی پیش کرے۔ جیسے (شیخ الاسلام) ابن تیمیہ (تب تو بالاولی اس سے مزاحمت نہ چاہیے) ایک
نے اس خلق کی مخالفت کر کے علماء سے الجھنا شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اور
نے دوسرے کی آبرو ریزی کی۔ اور جماعت صوفیہ کو برا بھلا کہا سو یہ روش نیک مشائخ کی نہ تھی۔ اور شیخ [illegible]
کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی عالم ان سے بحث کرنے بیٹھتا تو اسکے مقابلہ میں جنید و شبلی کے اقوال پیش نہ کرتے [illegible]
کہتے کہ امام غزالی نے یوں فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے اسکے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے جواب [illegible]
میں علماء ظاہر کے مقابلہ میں امام غزالی کے اقوال اسلئے پیش کرتا ہوں کہ وہ لوگ انکو مانتے ہیں [illegible]
سے بیشتر وہ بھی انہی کے زمرہ میں تھے۔ اور اگر میں کسی ایسے کا قول نقل کروں جو انکے زمرہ میں نہیں [illegible]
بات نہ مانینگے۔ میں کہتا ہوں کہ منجملہ ان دلائل کے جو وجود ابدال پر دلالت کرتے ہیں ارشاد نبوی [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے ابدال جنت میں کثرت نماز و روزہ کے سبب سے داخل [illegible]
بلکہ وہ اپنی سخاوت نفس اور خیر خواہی امت کے سبب داخل ہونگے۔ اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب [illegible]
تھے کہ ابدال شام میں ہیں۔ اور نقباء عراق میں اور نجباء مصر میں۔ اور امام ابو عبد اللہ [illegible]
کہ عورتوں میں بھی ابدال ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ اور حسن بصری فرماتے تھے کہ اگر ابدال [illegible]
پر رہنے والی مخلوق کو لیکر دھنس جاتی۔ اور اگر سچے لوگ نہ ہوتے تو دنیا خراب ہو جاتی۔ اور اگر علما [illegible]
کے مانند ہوتے۔ اور اگر بادشاہ نہ ہوتا تو ایک ایک کو مار ڈالتا۔ اور اگر بیوقوف نہ ہوتے تو دنیا [illegible]
عقل دنیا سے بے رغبتی ہے۔ اور جب سب لوگ دنیا سے بے رغبت ہو جاتے [illegible]
اور اس صورت میں اسکی ویرانی لازمی ہے) اور اگر [illegible]
فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ ہر نبی کی امت میں اس نبی کا ایک مماثل ہوا کرتا ہے (چنانچہ اس امت [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق رضی تھے) آہ والحمد للہ رب العالمین (۴۸ ص) اور نیز انکے اخلاق [illegible]

جب تک ان روایات کیلئے سند قابل احتجاج نہ ہو [illegible]
[illegible] حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی کے اثر کے سوا اور جتنے اقوال [illegible]
[illegible] اہل تحقیق اس مقام پر صرف اسقدر کہتے ہیں کہ ابدال وغیرہ کے باب میں حضرات صوفیہ [illegible]
[illegible] نہیں [illegible] تو انکے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ فافہم (مترجم)

اپنے نفسوں کو خوب سدھاتے ہیں حتی کہ انکی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ جو بات ابتداء فکر کے لحاظ سے انکے خلاف ہو
ہے وہ اسپر نظر کرتے ہیں اور جو انکے موافق ہوتی ہے اُسے نہیں دیکھتے۔ پس جب وہ حق تعالیٰ کا یہ قول سنتے ہیں
هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون یعنی اہل علم اور غیر اہل علم برابر نہیں۔ تو وہ اپنے کو عالم
سمجھ کر دوسروں سے اپنے کو بڑا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ابتداہی سے اپنے کو جاہل اور اپنے تمام ہمعصروں کو عالم خیال کرتے
ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ہمعصروں میں حال اور مقام میں سب سے کمترین اور کسی کے بھی برابر نہیں۔ برخلاف اسکے جس
طرف تمام طور پر ابتداء میں ذہن دوڑتا ہے۔ بالخصوص اُن لوگوں کا جنھوں نے مجاہدہ نہیں کیا، (کیونکہ ان لوگوں کا ذہن
ابتداءً اسی طرف جاتا ہے کہ وہ سب سے بڑھکر ہیں، اور کوئی انکے برابر نہیں، خواہ بعد میں وہ اس خیال کو دور کر دیں) پس تم
اسے خوب سمجھ لو اور اسپر عمل کرو۔ آمین تم بڑی راحت پاؤگے، والحمد للہ رب العالمین۔ (۵۸) اور منجملہ انکے اخلاق
کے ایک یہ ہے کہ وہ رفع حجاب کیلئے بہت کوشش کرتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے، بہت کچھ حجاب اُٹھ جاتا ہے
اور وہ ہر موجود کو زندہ خیال کرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو زندوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس
بناء پر انکو کہیں خلوت نہیں ملتی جہاں وہ خدا کی نافرمانی کریں، کیونکہ وہ ہر شے کی نسبت یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُنھیں دیکھ
رہی ہے، اور اس بناء پر وہ اس سے شرماتے اور اسکا پورا لحاظ کرتے ہیں، اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ
جہاں گناہ کرتے ہیں وہ مقام قیامت میں انکے خلاف شہادت دیگا۔ اور جو شخص یہ جانتا ہے وہ کسی جگہ گناہ کی جرأت
نہیں کرسکتا، کیونکہ اگر وہ باوجود اسکے بھی گناہ کریگا تو گویا وہ اس مقام کو جہاں وہ گناہ کرتا ہے اپنے خلاف شہادت
دینے پر آمادہ کرتا ہے (اور یہ مقتضائے عقل کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ کہیں گناہ کرنیکی جرأت نہیں کرتے) اور انکی یہ حالت
ہوتی ہے کہ جب اتفاقاً کسی کے منہ سے کوئی بُری بات نکل جاتی ہے تو مارے شرم کے گھلا جاتا ہے اور چاہتا ہے
کہ زمین اسے نگل جائے اور وہ یہ بات منہ سے نہ نکالتا۔ اور یہ خلق آجکل نادر ہے۔ والحمد للہ رب العالمین (۵۹) اور
منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ نہ خدا سے اسکے خواہاں ہوتے ہیں کہ خود اُنکے حق میں اُنکی دعا قبول کیجائے
اور نہ اس کے کہ دوسروں کے حق میں اُنکی دعا مقبول ہو۔ بجز اس صورت کے کہ خدا کے ساتھ انکا معاملہ انکے
بھی درست ہو۔ اور انکی کوئی ایسی خصلت نہ پائی جاوے جس سے وہ دنیا و آخرت دونوں میں یا کسی ایک میں رسوا
ہوں تاکہ اجابت باقاعدہ ہو (کیونکہ ضابطہ کے طور پر اجابت دعا کیلئے عدم معصیت شرط ہے۔ یہ دوسری
بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی عاصی یا کافر کی دعا بھی قبول کرلیں) اور سیدی علی خواص فرماتے تھے کہ جو شخص
چاہے کہ (اسکی نااہلیت کے سبب) اُسکی کوئی دعا رد نہ ہو تو اسکو چاہیئے کہ ملائکہ کے قدم پر چلے جو کہ اصلاً خدا کی نافرمانی

Marfat.com

س کرتے اور صلاخدا کی نافرمانی نکرے۔ اور ابو یحییٰ فرماتے تھے کہ اگر مومن خدا کی نافرمانی نکرتا تو اُسکی حالت یہ ہوتی کہ اگر خدا کی نسبت قسم کہا بیٹھتا کہ وہ اس پہاڑ کو اسکی جگہ سے ہٹا دیگا تو وہ اسے بھی قبول کرتا۔ اور خالد ربعی فرماتے ہے کہ اک روز ابراہیم بن ادہم خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاقاً ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابو ق اس شخص کی کیا پہچان ہے جسکا معاملہ خدا کے ساتھ درست ہو تو آپ نے فرمایا کہ اُسکی علامت یہ ہے کہ وہ اس پہاڑ ابو قبیس سے کہے کہ تو اپنی جگہ سے ہٹ جا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسکو اسکی جگہ سے ہٹا دے۔ وہ کہتے ہیں سو قت ابو قبیس کو جنبش ہونے لگی تو آپ نے اسکی طرف اشارہ کیا کہ میرا یہ مقصود نہیں تھا۔ اور جنید کی یہ بات پہونچی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کسی شخص نے ولید کے خلاف گواہی دی۔ امیر ولید نے کہا کہ اے اللہ یہ جھوٹا ہے تو اسی وقت مار دے۔ اس دُعا کے کرتے ہی وہ منہ کے بل گرا اور کچھ دیر تڑپتا رہا یہانتک کہ وقت مر گیا۔ اور اعمش فرماتے تھے کہ ہمارا خدا بھی کیسا اچھا ہے اگر ہم اُسکے ہر حکم کی اطاعت کریں تو وہ ہی ہر درخواست منظور کرے۔ اور ابراہیم بن ادہم ایک روز شہر مرو الروذ کے ایک پل کے نیچے بیٹھے ہوئے اتفاقاً ایک آدمی پل سے نیچے گرا۔ آپ نے فوراً دُعا کی کہ اے اللہ اسے ہوا میں روک لے جب تک سکو ہلاکت سے بچانے والا کوئی آجاوے۔ اس پر وہ ہوا میں ٹھیر گیا یہانتک کہ لوگوں نے آکر اسے نیچے اتارا ی سپاہی نے مالک بن دینار کو کوڑے سے مارا آپ نے فرمایا اسے اسکا ہاتھ کاٹ دے۔ اگلے روز کسی نے کاٹ ڈالا۔ اور وہ سپاہی انکے سامنے کو اس حالت میں گذرا کہ اُسکا ہاتھ لٹکتا تھا۔ اور کسی شخص نے اللہ کے ذمہ کوئی جھوٹ لگایا تو انھوں نے فرمایا کہ اے اللہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے ابھی مار دے۔ اسے دیکھتے ہی دیکھتے فوراً بیجان ہو کر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر لوگ انکو لپٹ گئے اور پکڑ کر حاکم [illegible] بیان کیا اُس نے سنکر جواب دیا کہ نیا آدمی کی بد دُعا تھی لگ گئی۔ اور وہ مر گیا (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ [illegible] رب العالمین۔

(۶۰) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ تا وقتیکہ وہ محبت کا اول امتحان نہیں کر لیتے اپنے نفس کو دیکھیں کہ وہ اپنا دعا مال اس شخص کو دینے پر راضی ہے یا نہیں جسکی محبت کا وہ دعویٰ کرتا ہے یا اُسے کوئی تکلیف ہو تو اُسکی برابر اسے تکلیف ہوگی یا نہیں۔ اسوقت تک وہ کسی کی محبت کا دعویٰ نہیں کرتے پس ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ یوں ہی امتحان کرے اب اگر اسکا نفس اسپر راضی ہو اسوقت یہ دعوی کرے [illegible] محبت ہے ورنہ جھوٹ بولنے سے باز رہے کیونکہ یہ نفاق ہے اور اس زمانہ میں آجکل بہت [illegible] اور میں اپنے بعض صحاب کے متعلق اس سے [illegible]

Marfat.com

خوب سمجھ لینا چاہئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۱) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ اُنکو بندوں پر رحم آتا ہے۔ اور وہ انکو حقیر نہیں سمجھتے اور اُنپر اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ حتی کہ بعض حضرات (تمام شفقت کے سبب) یہ چاہتے ہیں کہ چاہے انکی کھال قینچیوں سے کاٹ ڈالی جائے مگر یہ نافرمان لوگ کسی طرح نافرمانی نکریں۔ نیز یہ حضرات گنہگار پر شفقت کو اسکے لئے بد دعا سے بہتر سمجھتے ہیں۔ مطرف بن عبد اللہ کہتے تھے کہ جسکو گنہگاروں پر رحم نہ آتا ہو اسکو یہ چاہئے کہ وہ اسکے لئے توفیق توبہ اور مغفرت کی دعا کیا کرے کیونکہ فرشتوں کی یہ صفت ہے کہ وہ اہل زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں اور زہیر بن نعیم فرماتے تھے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میری کھال قینچیوں سے کاٹ ڈالی جاوے مگر کوئی شخص خدا کی نافرمانی نہ کرے (کیونکہ میں اپنی تکلیف کو گوارا کرلونگا مگر انکی تکلیف مجھسے نہ دیکھی جائیگی) اور حبیب عجمی جب کوئی اس مضمون کی آیت پڑھتے کہ خدا کافروں سے ناراض ہے تو اسکو پڑھکر روتے اور فرماتے کہ اے اللہ آپ نے میرے دل میں رحم پیدا فرمایا ہے پس اس رحم کے موافق آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ دو باتوں میں سے ایک بات منظور فرمالیجئے) خواہ ان کو معاف فرماویں ورنہ اُنکے بدلے مجھے سزا دے لیں۔ آہ میں[1] کہتا ہوں کہ شاید انکی مراد رحم سے جو انکے دل میں ہے یہ ہے کہ اسکے لئے مغفرت کی درخواست کا دروازہ کھولدیا۔ ورنہ حق تعالیٰ کو ان پر غصہ کرنے سے روکنا مقصود نہیں کیونکہ کامل کی شان یہ ہے کہ خدا کے غصہ کے سبب غصہ ہو اور اُسکی خوشی کے سبب خوش ہو۔ علاوہ ازیں حبیب مذکور کو تابعین مغلوب الحال صوفیہ میں شمار کرتے تھے۔ اور اہل طریق کے نزدیک مغلوب الحال لوگوں کی تقلید جائز نہیں۔ (لہذا اس باب میں انکی تقلید نہ چاہئے بلکہ خدا کے فعل پر راضی رہنا چاہئے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حبیب عجمی سے زیادہ رحیم ہیں۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) مولف رحمہ اللہ کا کلام اس موقعہ پر نہایت کمزور ہے۔ اور جو توجیہ انھوں نے کی ہے وہ حبیب عجمی کے کلام پر منطبق نہیں کہ حبیب عجمی مغلوب الحال تھے جیسا کہ انکی اس درخواست سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُنکے بدلے مجھے سزا دے لیں انکی درخواست مغفرت و عدم عقاب غضب بغضب اللہ و رضا برضاء اللہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اگر اسکے یہ معنی ہوں کہ خدا ناراض ہو تو بھی ضرور ناراض ہو تو باب دعا مغفرت ہی مسدود ہو جاوے حالانکہ وہ مفتوح ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس بندے پر خدا ناراض ہو اس سے ناخوش ہونا کہ خدا تعالیٰ حکم دیں اُسے مبغوض و مغضوب قرار دے سو حبیب عجمی نے بھی اس قوم کی سفارش کی ہے جسکی سفارش سے متعلق انکو کوئی ممانعت نہ ہوتی تھی۔ اور باوجود اسکے انھوں نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس درخواست کا منشا ایک امر غیر اختیاری ہے اور وہ مجھے اس درخواست پر مجبور کرتا ہے ورنہ میں آپ کی مشیت میں مزاحمت کرتا ہوں۔ فتدبر لہ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

اور منصور بن محمدؒ کسی کو کوئی حکم نہ کرتے تھے جسکا منشا انکا رحم تھا اور فرماتے تھے کہ اگر یہ میرے کہنے کے خلاف کرتا
تو گنہگار ہوگا اور عذاب میں گرفتار ہوگا اور میں اسکا سبب ہونگا (مثلاً وہ بے نمازے یہ نہ کہتے تھے کہ تو نماز پڑھ
کیونکہ انکو اسکا اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید یہ انکار کردے۔ اور ترک صلوٰۃ کے ساتھ انکار کا وبال بھی اسپر عائد ہو مگر
یہ ان کا حال تھا اسکا اتباع جائز نہیں۔ ورنہ امر بالمعروف کا سلسلہ ہی منقطع ہوجاوے۔ مترجم) اور سفیان بن عُیینہ فرماتے
تھے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے بارہ میں گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں یہ کہدیتا کہ جو کوئی میری غیبت کرے
وہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اسکے جو میری تعریف کرے کیونکہ تعریف کرنیوالا کبھی غلط تعریف بھی کرتا ہے۔ (مگر چونکہ
غیبت گناہ ہے اسلئے مجھے غیبت سے منع کرنا پڑتا ہے) اور شقیق بلخی فرماتے تھے کہ جسکو بُرے آدمی پر رحم نہ آوے وہ
اُس سے زیادہ بُرا ہے۔ اور جسکے سامنے کسی نیک آدمی کا تذکرہ ہو اور اُسکو اُسکے ذکر میں مزہ نہ آوے وہ بُرا آدمی ہے
اور میمون بن مہرانؒ کی حالت یہ تھی کہ جب انکو معلوم ہوجاتا کہ فلاں قوم پر ظلم ہورہا ہے خواہ وہ روئے زمین پر کہیں
ہو تو اسکے غم میں بیمار ہوجاتے اور انکی یوں عیادت کی جاتی جیسے بیمار کی کیجاتی ہے اور جب کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے
انکی مصیبت دور فرمادی تو فوراً تندرست ہوجاتے۔ اور ثابت بنانی کی حالت یہ تھی کہ جب ان سے کوئی درخواست
کرتا کہ میرا فلاں کام کردو (اور اسکے امکان میں نہ ہوتا) تو ہر نماز کے بعد سجدہ میں پڑکر اسکے لئے دُعا فرماتے۔ یہانتک
کہ اُسکا کام ہوجاتا۔ اور شبلیؒ نے ایک فارس کی چیونٹی کو جو کہ اُنکے دسترخوان پر ملی بارہ میل سے اسکے مقام
پر پہونچایا (بدیں خیال کہ یہ اپنے گھر سے جدا ہوگئی اور اسکو اسکا خیال ہوگا) نیز انکے رحم کی یہ حالت تھی کہ وہ
چیونٹیوں کیلئے روٹیاں توڑکر ڈالتے اور اُنکے گھروں پر آٹا ڈالتے کہ انکو روزی تلاش کرنیمیں وقت نہو۔ اور ان
اُن چڑیوں کے بچوں کو جنکو بچے پکڑ لیتے تھے اُن سے خرید کر انکے گھونسلوں میں چھوڑ آتے تھے۔ [illegible]
جنکو شکاری پکڑتے تھے ان سے خرید کر چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ اپنے بچوں کے پاس پہونچ جاویں (معلوم ہوتا ہو
کہ یہ ساند چھوڑنیکی قبیل سے نہیں جسکی ممانعت ہے بلکہ یہ بچے پر یا اسکی ماں پر رحم ہے۔ جو مامور بہ ہے۔ واللہ
اعلم۔ اور امیر معاویہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب اُن سے کوئی اپنی کسی ضرورت میں سوال کرتا اور (وہ اُسکے کل سوال کو
پورا نہ کرسکتے بلکہ) کچھ حصہ پورا کرتے تو جو حصہ وہ پورا کرتے اسی نسبت سے وہ بوجہ اس نہایت تعلق کے جو
انکو اپنے بھائیوں سے تھا اپنی فکر میں کمی محسوس کرتے (کیونکہ اُس سے سائل کے فکر میں کمی ہوتی اُسکے فکر کی کمی
سے انکی فکر میں کمی ہوتی) پس تمھیں اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئیے۔ اور دیکھنا چاہئیے کہ آیا تم میں اپنے بھائیوں کے
متعلق اس رحم وہمدردی کا کوئی حصہ ہے یا نہیں۔ اور اگر نہو تو تمھیں اپنی حالت پر رونا چاہئیے۔ کہ مقام صالحین میں

Marfat.com

تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین (۶۱) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ موجود پر قناعت کرتے ہیں۔ اور کھانے پینے لباس سواری۔ نکاح۔ مکان وغیرہ میں زیادتی کے جویاں نہیں ہوتے۔ وہب بن منبہ کہتے تھے کہ عزت اور غنا یہ دونوں اس تلاش میں چلیں کہ کسی کے پاس رہیں رستہ میں انکو قانع مل گیا اور وہ اسی کے پاس رہ پڑیں (حاصل یہ ہے کہ قناعت میں عزت اور غنی دونوں ہیں) اور محمد بن واسع نمک اور سرکہ سے روٹی کھا کر فرماتے کہ جو اسقدر دنیا پر قناعت کرے اسے اپنے کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنیکی ضرورت نہوگی۔ اور ثوریؒ فرماتے تھے کہ جو شخص اس زمانہ میں جو کی روٹی پر قناعت نکریگا۔ وہ لامحالہ ذلت وخواری میں مبتلا ہوگا۔ اور ایک شخص نے ان سے مال جمع کرنیکی اجازت چاہی۔ انھوں نے فرمایا کہ بھائی جو شخص مال جمع کرتا ہے پانچ بری خصلتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک طول امل۔ دوسرے شدت حرص۔ تیسرے کثرت بخل۔ چوتھے نسیان آخرت۔ پانچویں قلت پرہیزگاری۔ (اب تم اپنا نفع نقصان دیکھ لو) اور حاتم لفافؒ فرماتے تھے کہ جو غنیٰ کو قناعت کے ذریعہ طلب کرتا ہے وہ ٹھیک راستہ پر ہے اور جو اسکو مال کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے وہ راستہ چوک گیا۔ اور میں نے اس مقام والوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے منجملہ انکے ہمارے شیخ شیخ الاسلام زکریا انصاری شیخ امین الدین امام جامع الغمری۔ نیز شیخ عبدالعلیم بن مصلح۔ شیخ علی نبتیتی۔ شیخ علی جبری۔ شیخ محمد بن عنان شیخ محمد منیر اور شیخ محمد عدل وغیرہم ہیں میں نے انکو دیکھا ہے کہ یہ لوگ پانی میں خشک روٹی چور کر کھاتے اور اسی پر اکتفا کرتے تھے۔ اور شیخ تاج الدین ذاکر فرماتے تھے کہ قناعت یہ نہیں کہ آدمی کو جو کچھ بلا زحمت ملجاوے اُسے کھالے بلکہ قناعت اصلی یہ ہے کہ آدمی کے پاس بہت سامان دھرا ہو۔ مگر باوجود اسکے وہ پانچ روز یا کم از کم تین روز میں تھوڑا سا کھائے (اور باقی صدقہ وخیرات کیلئے رکھے) اور شیخ علی خواصؒ جب کھانا کھاتے تو نو لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔ اور فرماتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ یعنی آدمی کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اُسکی کمر کو سیدھا رکھیں۔ اور لقیمات (بوجہ جمع قلت ہونیکے) تین سے نو تک ہوتے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ہے لہذا جو شخص آپکے ارشاد پر ایمان رکھتا ہے اُسکے لئے نو لقمے ضرور کافی ہونگے۔ اور اُسے زیادہ کی ضرورت نہوگی۔ نیز میں نے انکو یہ کہتے سنا ہے کہ جسکو دن رات میں نو لقمے کافی نہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر پورا ایمان نہیں رکھتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو اُن لوگوں پر محمول کرنا چاہیئے جو محنت کے کام نہیں کرتے رہے وہ لوگ جو محنت کے کام کرتے ہیں جیسے کسان کھیتی کاٹنے والے۔ ڈھال بنانیوالے۔ ملاح۔ محنتی وغیرہ سو انکے لئے

(حاشیہ:) ع اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف علام نے علی خواص کے استدلال کو تسلیم کر لیا حالانکہ انکا استدلال صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں نو کی تحدید بلا فقر نہیں بلکہ مقصد تقلیل طعام ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

فی نہیں ہوسکتی بجز اس صورت کے کہ انکی قوت فرشتونکی سی ہوجاوے، اور اُنکی روحانیت انکی جسمانیت پر
لب ہوجاوے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں کھاڑلی تھیں
رانکو آسمان کے اسقدر قریب لیگئے تھے کہ آسمان والوں نے مرغونکی اذان اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سن لی
ی۔ حالانکہ جبریل علیہ السلام نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں پس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ والحمدللہ رب العالمین

۲) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ رفع حجاب کی بجد کوشش کرتے ہیں یہانتک کہ وہ لوگ
ی چشم قلب سے آخرت اور اُسکی نعمتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور یہ اسلئے ہوتا ہے تاکہ وہ دنیا سے بے رغبت ہوکر
مال آخرت کیلئے فارغ ہوسکیں۔ ورنہ جو لوگ مشاہدہ آخرت سے محجوب ہیں اُن سے دنیا سے بے رغبتی نہایت
ید ہے۔ اور عبداللہ بن سلامؓ فرماتے تھے کہ جو شخص بدون اسکے کہ آخرت کو اپنے سامنے دیکھے دُنیا سے بے رغبتی
ارادہ کرے وہ طالب محال ہے۔ اور ابو واقد لیثیؓ فرماتے تھے کہ ہم نے آخرت کے اعمال میں بہت مشقتیں اٹھائیں
کسی عمل کو اتنا اعلیٰ درجہ کا نہیں پایا جیسے دنیا سے بے رغبتی (کیونکہ حدیث شریف میں ہے حب الدنیا راس
کل خطیئۃ، یعنی دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ پس دُنیا سے بے رغبتی ہر گناہ سے بچانیوالی ہوگی۔ لہذا
صحیح ہوا کہ دنیا سے بے رغبتی سے بڑھکر کوئی عمل نہیں) اور مالک بن دینارؒ نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ اگر خدا تعالیٰ
مجھے ایک کوٹھری دیدے تو میں اسپر راضی ہوں۔ یہ سنکر انھوں نے فرمایا کہ کاش تو دنیا سے اتنا بے رغبت ہو
جتنا کہ جنت سے ہے۔ اور میں نے سیدی علی خواصؒ کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو ایسی حکو
انگی تھی جو انکے بعد کسی کو نہ ملے تو اُسکی وجہ (حرص نہ تھی بلکہ) یہ تھی کہ دنیا سے بے رغبتی انکی مکمل ہوجاوے او
نکو مقام زہد علیٰ وجہ الکمال حاصل ہوجاوے کیونکہ دنیا سے بے رغبتی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نہ
نت رغبت ہو سو یہ کچھ زیادہ کمال نہیں۔ اور ایک یہ کہ دنیا ہو اور اُسکی طرف رغبت نہ
ہے پس انھوں نے اس مرتبہ کے حاصل کرنیکے لئے اسکی درخواست کی تھی۔ اور ابو الدرداؓ فرماتے تھے کہ اگر کوئی
ہم کھانیوالا یہ قسم کھاوے کہ وہ شخص جسکو دنیا کی طرف رغبت نہو سب سے بہتر شخص ہے تو میں کہونگا کہ تو سچا ہے
تجھے کفارہ قسم کی ضرورت نہیں۔ اور امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ میرا مال اسکو دیا جاوے
جو سب سے زیادہ عاقل ہو تو میں کہونگا کہ اسے دنیا چاہیئے جو دنیا سے بے رغبت ہو۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ تمام
لوگ قبروں سے ننگے اُٹھائے جاویں گے۔ بجز اسکے جو دنیا سے بے رغبت ہو۔ اور شقیق بلخیؒ فرماتے تھے کہ زاہد
اپنے زہد کو اپنے فعل سے ظاہر کرتا ہے اور بناہوا زاہد اسکو بلا فعل کے اور صرف قول سے ظاہر کرتا ہے

Marfat.com

اور کسی شخص نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسے عالم کو دیکھوں جو دنیا سے بے رغبت ہو نے فرمایا ایسے لوگ گم ہو چکے اور اب نہیں مل سکتے۔ کیونکہ زاہد کہلانیکا وہ مستحق ہے جو حلال محض کی طرف بھی رغبت نہ رکھتا ہو۔ (اور حرام یا مشتبہات سے احتیاط کرنیوالا زاہد نہیں کہلاتا) اور اب حلال ہے کہاں کہ اس سے آدمی بے رغبتی اختیار کرے۔ میں کہتا ہوں کہ حلال بھی موجود ہے اور زہد وغیرہ مقامات بھی موجود ہیں۔ مگر ہر زمانہ کا حلال اور اسکا مقام زہد وغیرہ اُسکے حال کے مناسب ہوا کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے شارع نے ہم سے اسکا مطالبہ کیا ہے کہ ہم حلال کھاویں اور اخلاق و مقامات میں شارع علیہ السلام کا اتباع کریں۔ ورنہ اگر حلال موجود نہ ہوتا اور ترقی ممکن نہ ہوتی تو احکام شرعیہ کئی صدیوں سے باطل ہو چکے ہوتے۔ پس جتنے لوگ ہیں سب حلال کھانے والے اور خدا سے ڈرنے والے اور زاہد اور پرہیزگار ہیں۔ مگر اپنے اپنے مرتبہ اور حصہ کے موافق پس شاید انکا قول کہ حلال اب موجود نہیں بطور مبالغہ کے ہے۔ واللہ اعلم۔ (میں کہتا ہوں "مگر ہر کس بقدر ہمت اوست"، سفیان نے اپنے مرتبہ کے موافق بات کہی تھی اور شیخ نے اپنے مرتبہ کے موافق۔ واللہ اعلم۔ ۱۲ مترجم) اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ جو شخص سب سے زیادہ دُنیا سے بے رغبت ہوگا وہی سب سے زیادہ اچھے کام کریگا۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا سے بے رغبتی کا مدعی ہو اور باینہمہ وہ اس شخص پر خفا ہو جو دنیا کی اہل دُنیا کے سامنے تنقیص و تحقیر کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور حماد بن زیدؒ فرماتے تھے کہ دنیا سے بے رغبتی سے زیادہ کوئی چیز شیطان کی کمر توڑنے والی نہیں۔ اور ابن السماکؒ فرماتے تھے کہ دنیا سے بے رغبتی صرف کتابوں میں مذکور رہگئی ہے۔ اور اسکا کرنیوالا ہمیں نہیں ملتا۔ اور یونس بن عبیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ دُنیا سے بے رغبتی کی انتہا کیا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ہمیں بالکل چین نہ ملنا (یعنی جبکی یہ حالت ہو کہ دنیا کی کسی بات سے بھی اسے چین نہ ہو اور وہ ہر حالت میں آخرت ہی کا جویاں رہے اُسکو پورا دنیا سے بے رغبت کہا جا سکتا ہے) میں کہتا ہوں کہ اس مقام والے حضرات میں سے جنکو میں نے پایا ہے وہ یہ لوگ ہیں۔ شیخنا سیدی علی خواصؒ شیخ عبداللہ قیومی (المدفون بتربۃ الامیر یسبک خارج مصر) شیخ علی مفتی صالحیہ مصر۔ شیخ شمس الدین ہمودی شیخ محمد منیر۔ شیخ ابوالحسن غمری۔ شیخ عبدالعلیم بن مصلح۔ شیخ محمد بن داؤد۔ شیخنا شیخ امین الدین امام جامع الغمری سو دنیا ان لوگونکے ہاتھوں میں تھی نہ کہ دلوں میں۔ اور یہ حضرات سائل کو محروم نہ پھیرتے تھے اور اگر وہ کسی دن انکا عمامہ مانگتا تھا تو وہ بھی دیدیتے تھے۔ اور شیخ محمد منیرؒ ایک ایسے آدمی سے ملے جنکا شتربان (مال و اسباب لیکر) حج کے رستہ میں بھاگ گیا تھا (اور وہ بالکل خالی ہاتھ رہگئے تھے)، تو آپ نے اسکو پانسو اشرفیاں

ن جبکہ وہ مکہ پہونچا تو اُس نے معاوضہ دینا چاہا۔ شیخ نے اسکے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں نے معاوضہ
لینے کے قصد سے نہ دی تھیں۔ حالانکہ شیخ کی اسکے ساتھ اس سے پیشتر جان پہچان بھی نہ تھی۔ اب تم ان حالات
پر غور کرو اور دیکھو کہ تمھارے زمانے کے صوفی بھی سفر حج میں اپنے مبتلائے تکلیف ساتھی کے ساتھ ایسا سلوک
کرتے ہیں اور اُس سے معاوضہ نہیں لیتے (ہرگز نہیں کرتے) حالانکہ (اُنکو کرنا چاہئیے کیونکہ) وہ زبان سے کہتے
ہیں یا کم از کم دل میں سمجھتے ہیں کہ شیخ محمد منیران سے مقام میں کمتر ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ تم لوگو نکو اپنے اُبھرنا چاہئیے
تم مقامات صالحین سے پیچھے رہگئے۔ اور اُن تک نہ پہونچ سکے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۳) اور منجملہ ا
خلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے نیت باندھنے میں بہت جلدی کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے میں حکم الٰہی
کی تعظیم ہے اور اُسکو مؤخر کرنے میں اُسکی تحقیر ہے۔ اور یہ مبادرت نہ وہ اسلئے کرتے ہیں کہ ایسا کرنے میں انکو زیادہ ثواب
ملیگا۔ اور نہ اس وجہ سے کہ نماز میں حق تعالیٰ کیساتھ مجالست وہمنشینی ہوتی ہے اور یہ ہمنشینی نہایت پرلطف ہے
اسلئے جسقدر جلد ممکن ہو اُسکو حاصل کیا جاوے۔ کیونکہ ان دونوں غرضوں میں نفس کی شرکت ہے۔ اور جو شخص ان
اغراض سے ایسا کرتا ہے وہ اپنے حظ نفس میں کوشش کرتا ہے۔ بلکہ اُنکا مقصود اس سے محض حکم خداوندی کی تعظیم
اور اُسکی عدم تحقیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسوقت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی ختنہ کرنیکا حکم ہوا اور انکو استرہ نہ ملا
تو انھوں نے بسولہ سے ختنہ کرلیں اور جبکہ اُن سے کہا گیا کہ حضرت آپنے اُسترہ ملنے تک توقف کیوں نہ کیا تو آپنے
فرمایا کہ بھائی خدا تعالیٰ کے حکم تعمیل میں دیر کرنا بڑی سخت بات ہے۔ پس تمکو چاہئیے کہ اسکو سمجھو۔ اور اسپر عمل
کرو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۴) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہی کہ دنیا اُن کے نزدیک محض بے وقعت
ہوتی ہے۔ اور وہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرنیکے لئے کہ دنیا کے بھی بیٹے
ہیں اور آخرت کے بھی پس تم آخرت کے بیٹے بنو۔ اور دنیا کے بیٹے نہ بنو۔ آہ۔ یک لخت چھوڑ [illegible]
بزہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک روز جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کی
خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کسی غیر محسوس شئے کو دونوں ہاتھوں سے دھکادے رہے ہیں میں
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس چیز کو دھکا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میرے سامنے
آئی تو میں نے اُس سے کہا کہ مجھسے الگ رہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک
قوم کے کوڑا کباڑ ڈالنے کی جگہ ٹھہرے تو آپنے ایک مردہ بکری پڑی دیکھی۔ اسپر آپ نے اُسکا کان پکڑا۔ اور فرمایا
سمجھتے ہو یہ اپنے گھر والوں کے نزدیک بے وقعت ہوگئی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت بے تعلق [illegible]

Marfat.com

سبب تو انھوں نے اسے پھینک دیا۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ بے وقعت ہے جسقدر بکری اپنے گھر والوں کے نزدیک بے وقعت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اگر حق سبحانہ کے دنیا کی قدر مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ نہ دیتے۔ اور محمد بن المنکدر فرماتے تھے کہ قیامت میں دنیا بن سنور کر اور ناز کی رفتار چلے گی اور کہے گی کہ اے اللہ مجھے آپ اس شخص کو دیدیجئے جو آپکے بندوں میں سب سے اچھے گھر والے ہوں اسپر حق سبحانہ فرمادینگے کہ تجھے اسکے لئے پسند نہیں کرتا۔ اے بے حقیقت جا دور ہو۔ اور نیست نابود ہوجا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حق سبحانہ اس سے فرمادینگے کہ جا دوزخ میں۔ اس پر وہ عرض کریگی کہ جو میرے دوست ہیں وہ بھی میرے ساتھ ہوں۔ اسپر حکم ہوگا اچھا جو تیرے دوست ہیں وہ بھی جائیں پس وہ اپنے دوستوں کو لیکر دوزخ میں چلی جاویگی۔ اور ابو حازم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگ دنیا کو بڑی چیز سمجھتے ہیں انکو حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو اسکی وقعت کرتے تھے۔ جسکو خدا نے بے وقعت سمجھا ہے پس یہ سنکر مارے شرم کے انکے چہروں کا گوشت گر جاویگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ خدا سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ دنیا سے بھی محبت کرتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ محبت کرنیوالے کیلئے لازم ہے کہ وہ اسے ناپسند کرے جسکو اسکا محبوب ناپسند کرتا) اور مالک بن دینار رح فرماتے تھے کہ عالم جب اپنی خواہش نفسانی کو میری طاعت پر ترجیح دیتا ہے تو سب سے معمولی برتاؤ جو میں اس سے کرتا ہوں یہ ہوتا ہے کہ میں اسے اپنی مزہ دار ہم کلامی سے محروم کر دیتا ہوں۔ (مطلب یہ ہے کہ معصیت کی ادنیٰ شامت یہ ہے کہ اس سے ذکر اللہ کی توفیق مسلوب ہوجاتی ہے) اور وہب بن منبہؒ اپنے دوستوں سے فرماتے تھے کہ لاؤ ہم اس گناہ سے توبہ کریں جس سے لوگوں نے توبہ چھوڑ دی ہے۔ اسپر وہ عرض کرتے کہ حضرت وہ کون سا گناہ ہے تو آپ فرماتے کہ دنیا کی محبت اور فرماتے کہ اب تو لوگ دنیا سے صرف محبت ہی کرتے ہیں لیکن عنقریب کچھ لوگ دنیا کی اور اہل دنیا کی پرستش کرینگے، اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ جو شخص حب دنیا کو گناہ کبیرہ نہ قرار دے وہ غلط راستہ پر ہولیا۔ اور اسکے کبیرہ گناہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اسپر کفر مبنی ہے اور وہ بنیاد ہے کفر کی میں کہتا ہوں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کفر کا سبب یہ ہے کہ حسد یا تکبر کی وجہ سے ان احکام کی مخالفت کیجاوے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لائے ہیں اور حسد یا تکبر یہ دو تو حب دنیا ہیں (تو حب دنیا کا بنیاد کفر ہونا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریین سے فرماتے تھے کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں سے بڑھکر گناہ ہے اور مالک بن دینار فرماتے تھے کہ اس جادوگرنی سے بچو جو علماء کے دل

Marfat.com

جادو کرکے انکو خدا کی یاد سے غافل کردیتی ہے۔ یعنی دنیا۔ یہ ہاروت و ماروت سے زیادہ جادوگر ہے۔ اور اسکا جادو
انکے جادو سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ وہ تو خاوند اور بیوی ہی کے درمیان جدائی کرتے تھے۔ یہ خدا اور بندہ کے درمیان جدائی
پیدا کرتی ہے۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ درمیان ہم نے لوگونکی یہ حالت دیکھی ہے کہ وہ دنیا کو ایک امانت سمجھتے
تھے جبکو وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم اسے اسکے مالک کے حوالہ کردینگے۔ (اور اسی لئے وہ اُسے اُسی موقعہ پر صرف کرتے تھے
جہاں اُسکے مالک حقیقی یعنی حق تعالیٰ کی مرضی ہو) اور اسمیں اپنی کسی قسم کی ملک نہ سمجھتے تھے تاکہ جس جگہ چاہیں صرف
کریں) اور اسی سلئے وہ دنیا سے ہلکے پھلکے رخصت ہوگئے (کیونکہ انھوں نے نہ اسکے حاصل کرنیکی پروا کی اور نہ اس کے
رکھنے کی) اور ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے کہ خشک روٹی بھی دنیا سے ڈرتے ڈرتے کھاؤ۔ اور اپنے کو اس حالت
میں بھی دنیا سے بے رغبت ہرگز نہ خیال کرو کیونکہ ذرا سی دنیا سے بہت سی ہو جاتی ہے اور آدمی کو احساس
بھی نہیں ہوتا (خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو اگر دنیا سے تھوڑا سا بھی تعلق ہو جو کہ ہر ایک کیلئے لازم ہے تو اسکو دنیا
سے غافل نہونا چاہیئے کیونکہ جہاں وہ غافل ہوا اور دنیا نے اسپر تسلط کیا) اور سفیان بن عیینہؒ فرماتے تھے کہ صوفی
لوگ ذکر اللہ اسلئے زیادہ کرتے ہیں کہ دنیا اُن سے دور رہے۔ کیونکہ اُسکی خاصیت ہے کہ جب تک لوگ خدا
کی یاد میں مصروف ہوں اُسوقت تک ان سے دور رہیگی۔ اور جب وہ اسکو چھوڑکر منتشر ہو جاینگے فوراً انکی گردن
آپکڑے گی۔ اھ۔ اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۵) اور منجملہ ان کے اخلاق کے ایک
یہ ہے کہ وہ کثرت سے پیشاب پاخانہ جاتے ہوئے شرماتے ہیں اور اسلئے وہ زیادہ نہیں کھاتے۔ اور صورت
اُسکی یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے اور حد شرعی کے اندر رہ کر محض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اقتدار کیلئے ہمیشہ بھوکے رہتے ہیں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کے مارے
پیٹ پر پتھر باندھتے تھے (اور یہ حالت اضطراری نہ تھی بلکہ اختیاری تھی کیونکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ...
تو کھا سکتے تھے مگر آپ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے تھے (اور بھوکوں کو دیکر خود بھوکے رہتے تھے) میں
کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دوسرا تھا جو اس سے اکمل تھا جسکا بیان اس خلق میں ہوا ہے
اور وہ یہ تھا کہ وہ اپنے نفس کو مقدم رکھتے تھے۔ اور باختیار خود بھوکے نہ رہتے تھے۔ کیونکہ کامل کی شان یہ ہے
کہ وہ اپنے نفس کو اسکا پورا حق ادا کرے کیونکہ اس سے اسکے متعلق باز پرس ہونیوالی ہے لیکن آپنے باختیار
خود بھوکا رہنا اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اسلئے اختیار فرمایا تھا تاکہ دوسرے لوگ انکا اتباع کریں (کیونکہ
یہ مجاہدہ ہے) اور آپکو اسکی ضرورت نہ تھی۔ مگر دوسرونکو ضرورت تھی۔ اسلئے دوسرونکی تعلیم کیلئے آپنے ایسا کیا) واللہ اعلم

Marfat.com

اور عبدالرحمٰن بن ابی نعم ہر پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ اسکی اطلاع حجاج بن یوسف کو ہوئی اُنہوں
انکو بلایا اور ایک گھر کا نمیں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ پندرہ دن کے بعد کھولا تو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے
پڑھ رہے ہیں۔ اور عبداللہ بن زبیر ہفتہ بھر بھوکے رہتے تھے۔ اور صرف ہفتہ کے روز کھانا کھاتے تھے۔ اور امام
حنیفہ بہت ہی کم کھانا کھاتے اور اتنا کھاتے تھے جتنا کہ ایک پرندہ کھاتا ہے۔ اور اُنکے گھر میں سوائے ایک
کے کچھ نہ تھا۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے کہ مجھے عبادت میں اُسوقت نہایت ہی لطف آتا ہے جبکہ میرا پیٹ
کمر سے لگا ہوا ہو (کیونکہ اسوقت حکمت کا فیضان ہوتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ حکمت دلہن کی طرح خالی مکان
چاہتی ہے جسمیں وہ اپنے شوہر کے پاس اطمینان کے ساتھ سووے۔ اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ دو سالن باہم
اکٹھے نکرو۔ کیونکہ (عادۃً) یہ کھانا منافقین کا ہے (گو اتفاقیہ طور پر کسی اہل اللہ کو بھی یہ واقعہ پیش آجاوے) اور امیر
عمر بن الخطابؓ کا قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کو دیکھتے کہ اُسکے پیٹ کی کھال بوجہ پیٹ بھر کر کھانے اور پیٹ بڑھ
جانیکے لٹکی ہوئی ہے تو اسپر دُرّہ لیکر مارتے چڑھ جاتے۔ اور فرماتے کہ یہ کھال کفار کے پیٹ کی کھال کے مشابہ ہے
(کیونکہ وہی اتنا زیادہ کھاتے ہیں کہ پیٹ بڑھکر لٹک جائے مسلمانوں کے پیٹ کو کمر سے لگا ہوا ہونا چاہئے)
نیز جب وہ کسی کو اکثر گوشت خریدتے دیکھتے تو اسکو بھی دُرّہ سے مارتے اور فرماتے کہ تجھے معلوم نہیں کہ اسکی چاٹ
شراب کی چاٹ کے مثل ہے (یعنی جب یہ منہ کو لگ جاتا ہے تو چھٹتا نہیں۔ اسلئے اس سے نفس پروری پیدا
ہوتی ہے) اور امام اوزاعی مہینہ بھر میں ایک مرتبہ پاخانہ جاتے تھے اسکے بعد دو مرتبہ جانے لگے تو انکی والدہ اپنی
دوستوں سے کہتیں کہ عبدالرحمٰن کے لئے دعا کرو انکو دست آنے لگے۔ اور مالک بن دینار فرماتے تھے کہ میں تین
دن میں ایک مرتبہ پاخانہ جاتا ہوں مگر اس سے بھی مجھے شرم آتی ہے۔ اور یہی حالت امام مالکؒ اور امام بخاری
کی تھی۔ اور مالک بن دینار فرماتے تھے کہ ہم کو پہونچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت
بدترین لوگ ہیں جو گیہونکا مغز کھاتے اور بھوسی پھینکدیتے ہیں۔ بخدا ایک مرتبہ میرے آٹے میں راکھ ملگئی تھی
اسکو میں نے ایک عرصہ تک کھایا۔ مگر میرا جسم کمزور ہوگیا۔ اسلئے میں نے اسے مجبوراً چھوڑ دیا۔ لیکن اگر
اسے برداشت کر سکتا تو عمر بھر اسے نہ چھوڑتا۔ اور سفیان ثوری و ابراہیم بن ادہم جب حلال کھانا نہ پاتے
پندرہ پندرہ دن بلکہ اس سے بھی زیادہ دنوں تک صرف ریت پھانکتے۔ اور سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ
حجاج بن فرافصہ کے پاس گیارہ روز تک رہا۔ سو میں نے نہ اُنکو کچھ کھاتے پیتے دیکھا اور نہ نماز کے سوا کسی
کے لئے اُٹھتے دیکھا۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس خلق میں جو تم نے تین دن سے زیادہ بھوکا رہنے

Marfat.com

بیان کئے ہیں یہ خلاف سنت ہیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔ اور تم نے بھوکا رہنے پر
حد شرعی کے اندر رہنے کی قید لگائی ہے تو انمیں تطبیق کس طرح ہوگی اور انکے تین روز سے زیادہ بھوکا رہنے کی توجیہ
کیا ہوگی سو اسکا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے رحمت
تھے اور فرماتے تھے کہ لوگوں کی استطاعت کا اندازہ ان لوگوں کی استطاعت سے کرو جو انمیں کمزور ہیں۔ نیز وارد
ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز تک صوم وصال رکھتے تھے پس ممکن ہے کہ جو لوگ زیادہ
دنوں تک بھوکے رہتے تھے وہ اس معاملہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوں اور ان کے اتباع
سے انکو اسکی قوت ہوگئی اور وصال کی ممانعت انکو ہو جو اسکا تحمل نہیں کر سکتے اور انکو اپنے نفس کو سختی میں مبتلا
کرنے سے اسلئے منع فرما دیا ہو کہ مبادا ان کو عبادت سے نفرت ہو جائے۔ اور ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو عقال مغربی
ہر چھ ماہ میں صرف یک مرتبہ کھاتے تھے اور میں نے شیخ علی مرعشی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ شیخ عیسی بن یحیٰ جنکا
مزار بحر برس کے ساحل پر ہے انکو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ سترہ برس بلا کچھ کھائے اور بلا کچھ پئے اور بلا سوئے اور ایک
وضو سے رہے۔ سو جب ان حضرات کی قوت کی یہ حالت ہے تو نہی صوم وصال کے یہ لوگ مخاطب نہیں ہو سکتے
بلکہ اسکے مخاطب صرف ضعفا ہونگے اور اس صورت میں ان لوگوں پر مخالفت شریعت کا اشکال نہ ہوگا جنھوں نے
تین دن سے زیادہ کچھ کھایا پیا نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور بعض محققین نے اس اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے وہ یہ ہے
وہ یہ کہ یہ حضرات جو زیادہ دنوں تک بھوکے رہتے تھے شام کیوقت ایک کشمش یا ایک قطرہ پانی پی لیتے تھے تاکہ
وصال منہی عنہ کی حد سے نکل جائیں اور بھوکے رہنے کا جو مقصد ہے وہ بھی فوت نہ ہونے پائے۔ اور خیال تو
یہی ہے کہ وہ ضرور ایسا کرتے ہونگے۔ باقی واقعی بات خدا کو معلوم ہے کہ آیا وہ نصوص نہی وصال ...
کرتے تھے یا ان پر اسطرح عمل کرتے تھے جسطرح بعض محققین نے بیان کیا۔ غرض خلاصہ یہ ...
اسپر اتفاق ہے کہ بھوکا رہنا طریق کا ایک بڑا رکن ہے حتی کہ وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ جو طالب پانچ روز کے بعد کھانا
مانگے اس سے کہدینا چاہئے کہ جاؤ کھاؤ کماؤ، کیونکہ اس سے طریق میں کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور ابو عثمان حیری فرماتے تھے
کہ ابتداء طریق اور اپنی سیاحت کے زمانہ میں سال سال بھر مجھے کھانے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔ ہاں اگر کہیں میرے سامنے
آجاتا تو اور بات ہے۔ آہ، پس تمہیں اپنے بھوکے رہنے پر ناز نہ ہونا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ تمہاری بھوک ان
لوگوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اور باوجود اس کے انکی بھوک حد شرعی سے خارج بھی نہ تھی کیونکہ وہ اسکو
برداشت کر سکتے تھے اور اسکی ممانعت مقصود بالذات نہیں بلکہ وہاں ممانعت ہے جہاں نفس کو ضرر کا احتمال ہو

Marfat.com

جیسا کہ اسکی تقریر گذر چکی ہے، اور سہل بن عبداللہ تستری اپنی عقل اور اپنی قوت اور اپنی معرفت کو سات حصوں پر تقسیم کرتے اور جب تک انمیں سے ہر ایک کے چھ حصہ نہ جاتے رہتے اسوقت تک کھانا نہ کھاتے اور فرماتے کہ اگر مجھے ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تو جب تک ساتوں حصہ نہ فنا ہو جاتے اسوقت تک نہ کھاتا۔ بس اسکو خوب سمجھ لینا

(اور اپنی حیثیت کے مطابق بھوکا رہنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۶) اور جملہ ان کے

کے ایک یہ ہے کہ یہ حضرات چونکہ دنیا کو چھوڑ چکے ہیں اور اس سے خالی ہاتھ ہوتے ہیں اس لئے اس سے بچاؤ کو اس کے حصول پر مقدم رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس سے خالی ہاتھ رہنے کو اس کے جمع کرنے اور جمع کر کے خدا کی راہ میں صرف کرنے سے بھی مقدم رکھتے ہیں بدیں خیال کہ جمع کرنے کے بعد شاید اسکا حق ادا نہو سکے اسلیئے اس سے دور رہنا بہتر ہے چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص جو دنیا اس غرض سے طلب کرتا ہے کہ اس سے دوسروں کو نفع پہونچادے تو اس خام خیالی سے باز آ۔ تیرا اسکو چھوڑ دینا ہی بہت زیادہ نافع ہے، اور جنیدؒ فرماتے تھے کہ دنیا سے بے تعلق رہنا اس کے جمع کرنے اور اسکے بعد اس کے خرچ کرنے سے زیادہ نافع ہے، اور حضرات صوفیہ میں سے جب کسی سے کہا جاتا کہ یہ درہم لیجئے اور فقراء پر تقسیم کر دیجئے تو فرماتے کہ میاں تم خود تقسیم کر دو، اور فرماتے جو شخص اسے جمع کرے وہی تقسیم کا زیادہ مستحق ہے، اسکے علاوہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مال حرام یا مشتبہ ہوتا ہے اس سے فقیروں کے لئے خرابی اور بانٹنے والے پر وبال ہوتا ہے (پس اپنے اوپر بوجھ رکھا جاوے) اور حسن بصری فرماتے تھے کہ جو شخص سب کاموں کو چھوڑ کر اپنے رب کی عبادت میں لگ جاوے وہ اس سے افضل ہے جو عبادت کو چھوڑ کر بال بچوں کے لئے کمائی کی فکر میں لگا رہے، اور ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے کہ تم میں اور اصل صوفیہ میں بہت فرق ہے۔ انکی حالت تو یہ تھی کہ دنیا انکی طرف آتی تھی اور وہ اس سے بھاگتے تھے۔ اور تمہاری حالت یہ ہے کہ دنیا تم سے بھاگتی ہے اور تم اسکا پیچھا کرتے ہو، اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ دنیا کی تلخی کا پینا ایلوے کی تلخی پینے سے زیادہ سخت ہے، اور مالک بن دینارؒ فرماتے تھے کہ کوئی شخص صدیقین کے مرتبہ کو اسوقت تک نہیں پہونچ سکتا جب تک وہ بیوی کو ایسی نہ چھوڑ دے جیسے کہ وہ بیوہ ہو۔ اور بچوں کو اس حالت میں نہ چھوڑ دے جیسے کہ وہ یتیم ہوں (یعنی یہ مطلب نہیں ہے کہ انکی خبر گیری مطلقاً چھوڑ دے کیونکہ یہ تو حرام ہے بلکہ مقصود مبالغہ یہ ہے کہ انکی دھن میں نہ رہے دھن تو خدا ہی کی رہے اور ان کی خبر گیری ضرورت کے مطابق اور وہ بھی شریعت کا حکم سمجھ کر رکھے) اور ہمیں یہ پہونچی ہے کہ ایک رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو سو رہا تھا اور وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ تو آپنے اس سے فرمایا کہ میاں اٹھو تم بھی نماز پڑھو اس

یاکہ میں نے خدا کی وہ عبادت کی ہے جو سب سے بڑھکر ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیا عبادت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے
راکی وہ عبادت کی ہے جو تمام عبادتوں سے افضل ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ اس پر حضر
یسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اچھا سو تا رہ کیونکہ تو سب عبادت کرنیوالوں سے بڑھ گیا ہے۔ اس خلق کے
تعلق حضرات صوفیہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صفہ
کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم میں کون شخص ہے جو بطحان جاوے اور جاکر وہاں سے بڑے بڑے کوہان
الی دو اونٹنیاں لے آوے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ
خارا اسکو چھوڑ دینا اور مسجد میں جانا اور جاکر قرآن شریف کی دو آیتیں سیکھ لینا یہ دو اونٹنیوں اور تین اونٹنیوں سے
تر ہے۔ بلکہ تین اور چار سے بہتر ہے بلکہ چار اور باقی اعداد سے بہتر ہے۔ آہ (میں کہتا ہوں) کہ ہر مقام کے لئے آدمی
وتے ہیں، اور شارع کا کام یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اس مقام کے متعلق ترغیب دے جسمیں حق تعالیٰ نے اسے
یم کر دیا ہے۔ تاکہ مراتب معطل نہ ہو جاویں (یہی وجہ ہے کہ کسب حلال اور نکاح و بیاہ وغیرہ کی بھی ترغیب دیتے
ہیں۔ اور زہد اور دنیا سے بے تعلقی کی بھی غرض جس کی طبیعت کو جسطرح لگاؤ ہوا سکے مناسب اُسکی تربیت فرماتے
ہیں۔ اور ایک ہی طریق پر سب کو نہیں لاتے۔ ورنہ کارخانہ عالم تباہ ہو جائے۔ لیکن اتنی بات ہے کہ خواہ زہد فی الدنیا
ویا دنیا سے تعلق ہر بات حدود شریعت کے اندر ہو۔ اور سب سے مقصود رضائے حق سبحانہ ہو۔ اس صورت میں
جتنا زہد محمود ہے اتنا ہی تعلق محمود ہوگا۔ واللہ اعلم، والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۷) اور منجملہ اُن کے ایک یہ ہے
جب وہ کسی کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے قطع تعلق کر کے پہاڑ وغیرہ میں جا رہا ہے۔ اور پھر دیکھتے ہیں کہ وہ لوگوں
کے پاس کبھی آتا جاتا ہے اور انکی دعوتوں میں بھی شریک ہوتا ہے۔ اور اُن کے مردوں کے کفن دفن میں
ہوتا ہے تو وہ اسکو کسی غرض فاسد پر محمول نہیں کرتے مثلاً وہ یہ نہیں کہ اپنے آپ کو بے تعلق ... بولو
... ہوگا۔ یا یہ کہیں کہ وہ لوگوں کے ساتھ اسلئے ایسا کرتا ہے کہ لوگ اُسکی مولد وغیرہ میں شریک ہوں ایسا نہیں کہتے اور نہ
کہنا چاہیئے) بلکہ حسن ظن اور اور مسلمانوں کے ساتھ حسن خلق کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے فعل کو اسپر محمول کرنا چاہیے
کہ وہ خالص خدا کیلئے ایسا کرتا ہے۔ پس خبردار تم کبھی کسی شخص کے ساتھ جو کسی زمین یا کسی پہاڑ پر جاکر رہتے لگا ہو
پھر مخلوق سے ملتا جلتا دیکھکر کبھی برا گمان نکرنا (اور یہ نہ کہنا کہ یہ تو سب کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اب یہ کیوں
ملتے جلتے ہیں) بلکہ تم پر لازم ہے کہ تم اس کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ اسکو خوب سمجھ لو۔ والحمد للہ رب العالمین
(۶۸) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ تحصیل رزق کا اہتمام نہیں کرتے۔ اور جب کوئی رات ایسی

گذرتی ہے کہ ان کے پاس اسمیں درہم یا دینار نہیں ہوتا تو (بجائے محزون و مغموم ہونیکے) وہ نہایت خوش ہو (اور شکر کرتے ہیں کہ آج خدا نے ہمیں بڑی بلا سے بچا لیا) نیز وہ کل کے لئے کھانا بھی نہیں رکھتے (بلکہ جو کچھ ملتا ہے روزکا روز صرف کر ڈالتے ہیں) اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انمیں سے ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک سال کی غذا رکھ لیتا ہے تو وہ ان لوگوں کے نام سے ہوتا ہے جنکا بار اس کے اوپر ہے (مثلاً بیوی بچے ماں باپ وغیرہ اور اپنے نام سے نہیں ہوتا اور (اسکی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اسکو خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا کہ وہ اسکے بال بچوں وغیرہ کو کھانا نہ دیگا) بلکہ اس سے مقصود خود بال بچوں وغیرہ کی پریشانی کو دفع کرنا ہوتا ہے جو کہ اسوقت پیدا ہوگی جبکہ ان پاس کھانے کو نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو اس سے اللہ تعالیٰ سے بدظنی پیدا ہو جاوے (لہذا وہ انکے تئیں کو محفوظ رکھنے اور انکو پریشانی سے بچانے کیلئے ایسا کرتا ہے) اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ فقیر کبھی کبھی غذا کو بھی رکھ لیتا ہے جسکی نسبت اسے کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی کی قسمت کی روزی ہے اور دوسرا اسے نہیں کھا سکتا۔ (اسلئے کسی کو دینا بے سود ہے) مگر میں نے سیدی علی خواص سے سنا ہے وہ فرماتے تھے عارف کا کمال یہ ہے کہ جب اسے معلوم ہو جاوے کہ فلاں شئے اسی کی مقدر روزی ہے (اور دوسرا اسکو نہیں کھا سکتا) تو اسے نہ روکے بلکہ (فوراً دے ڈالے اور) جب تک وہ اس کے پاس وقت مقدر پر لوٹ کر خود نہ آجاوے اسوقت تک صبر کرے۔ کیونکہ اسمیں ترجیح ہے۔ دنیا سے خالی ہاتھ ہونیکو اسکے روک رکھنے نیز اس روکنے میں کچھ فائدہ بھی نہیں۔ آہ (غرض کہ یہ ایک اجتہاد جس امر کو راجح قرار دے۔ وہ کرے۔ اگر اتفاق بے سود سمجھکر اسے رہنے دے اسکا مضائقہ نہیں۔ اور اگر روکنے کو بے سود سمجھکر خرچ کر ڈالے تب بھی اچھا۔ اور میں نے شیخ علی نبتیتی بصیرؒ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ جو فقیر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات چاہے اس لئے لازم ہے کہ وہ اگلے دن کا کھانا نہ رکھے۔ کیونکہ جو اگلے دن کے لئے کھانا رکھتا ہے اس سے وہ نہیں اور خضر علیہ السلام کا یہ بھی معمول ہے کہ وہ کاملین سے بیداری میں ملاقات فرماتے ہیں اور مبتدیوں سے خواب میں کیونکہ مبتدی انکی بیداری کی ملاقات کا تحمل نہیں کر سکتا۔ اس بنا پر وہ خواب میں آکر اسکو طریق کے متعلق وہ باتیں تعلیم ہیں جنکو وہ نہیں جانتا۔ اور ابو عبداللہ بیری نے دربار رسالت میں حاضر ہونے والو نمیں سے ایک شخص تھے انکے ساتھ میں ملاقات فرماتے۔ اور ان سے دیر تک باتیں کرتے۔ اسکے بعد انھوں نے بیداری میں ملنا بند کر دیا اور خواب میں تشریف لانے لگے انھوں نے سبب دریافت کیا کہ آپ بیداری میں کیوں نہیں ملتے۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہماری عادت ہے کہ ہم اس شخص سے بیداری میں نہیں ملتے جو اگلے دن کا کھانا رکھتا ہو اور تمنے فلاں وقت اپنی بیوی سے کہا تھا کہ یہ درہم الماری میں رکھدو تاکہ کل کام آوے۔ اسپر ابو عبداللہ نے عرض کیا کہ

ر میں نے اس سے توبہ کرلی ہے۔ مگر اس کے بعد وہ بیداری میں ان سے نہیں ملے حتی کہ انتقال ہوگیا، اور یہ واقعہ انھوں نے اپنے مرض موت میں مجھ سے خود بیان کیا ہے۔ آہ، اور اویس قرنیؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا اس وقت ک کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے رزق کا اہتمام کرتا ہے کیونکہ اپنے رزق کا اہتمام کرنے والا خدا پر بدگمانی کرتا ہے اور جو خدا پر بدگمانی کرتا ہے اسکا کوئی عمل نہیں قبول کیا جاتا۔ میں کہتا ہوں کہ کبھی آدمی اپنے رزق کا اہتمام کرتا ہے اور اسکے لئے سعی میں پورا اہتمام کرتا ہے مگر اسکا مقصود حکم خداوندی کی تعمیل کیلئے اہتمام ہوتا ہے کہ اس نے کسب کا حکم دیا ہے اور خدا پر اسکو بے اطمینانی نہیں ہوتی کہ وہ اسکی خبر نہ لے گا۔ حضرت اویسؒ کے ملفوظ کو اسکے خلاف پر محمول کرنا چاہئے (یعنی وہ اس اہتمام کے متعلق ایسا فرماتے ہیں جسکا منشا خدا پر بے اطمینانی ہو) اور ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے کہا کہ آپ کہاں سے کھاتے پیتے ہیں آپ نے فرمایا جہاں سے اللہ مکھی اور مچھر کو رزق دیتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مکھی اور مچھر کو تو کھانا دیگا اور بایزید کو بھول جائیگا بایزید بسطامیؒ نے ایک عرصہ تک ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک روز امام نے دریافت کیا کہ یہاں میں تمہیں کچھ کماتے تو دیکھتا نہیں پھر تم کھاتے کہاں سے ہو اسکے جواب میں بایزید نے کہا کہ پہلے میں ان نمازوں کو قضا کرلوں جو میں نے تمہارے پیچھے پڑھی ہیں، پھر جواب دونگا۔ کیونکہ تم خدا کو نہیں پہچانتے۔ اور جو خدا کو نہ پہچانے اسکے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مضمون اس حدیث کے خلاف نہیں جسمیں حکم ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ حدیث کا مقصود سلاطین کے مقابلہ میں بغاوت بند کرنا ہے۔ (کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو بادشاہ ہو وہی نماز پڑھاوے۔ یا اپنا نائب مقرر کرے۔ اور سلاطین نیک و بد دونوں ہوتے ہیں اسلئے اگر بدوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کردیجاتی تو رعایا فاجر بادشاہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتی اور اس سے فساد پیدا ہوتا لہذا اجازت دیدی گئی کہ برے بادشاہوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیا کرو اور ان سے بغاوت نکرو) اور بایزید نے جو فرمایا اسکا مقصد یہ ہے کہ امام کو کامل ہونا چاہئے۔ ورنہ اسکے پیچھے نماز ناقص ہوگی جسکے اعادہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ مقصد نہیں کہ اسکے پیچھے نماز ہوہی گی نہیں۔ تاکہ تغیر حکم شریعت لازم آوے) اب سمجھنا چاہئے کہ آئندہ کیلئے کھانا نہ رکھنے کے متعلق حضرات صوفیہ کی یہ دلیل ہے کہ کسی شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً تین پرندے بھیجے آپ نے ایک پرند اپنی ایک خادمہ کو دیدیا۔ اگلے دن وہ حضور کی خدمت میں اسے لیکر آئی۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ تم اگلے دن کے لئے کچھ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق ہر روز دیتا ہے۔ آہ اب تم اپنے نفس کا امتحان کرو کہ دوسرے دن کیلئے کھانا رکھنا چاہتا ہے

Marfat.com

یا نہیں۔ اگر وہ اسکے رکھنے کے لئے بیچین ہو تو اس سے کہو کہ مقام صالحین میں تمہارا کچھ حصہ نہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۶۹) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ سختی اور مصیبت کو خوش عیشی اور فراخی پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اُن کے ذریعہ سے انکو خدا کی طرف توجہ رہتی ہے اور جو شخص خدا سے محبت رکھے گا وہ اسکو پسند کریگا جو اس تقرب پیدا کراتی ہو۔ اور جسکے سبب وہ اسکو یاد کرتا ہو۔ اور وہب بن منبہؒ فرماتے تھے کہ جو شخص مصیبت کو نعمت اور فراخی کو مصیبت نہ سمجھے وہ سمجھدار آدمی نہیں۔ اور مالک بن دینارؒ کے پاس کچھ لوگ گئے تو اُن کو دیکھا کہ تاریک مکان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں روٹی لئے ہیں۔ اسپر اُن سے پوچھا کہ حضرت کیا چراغ نہیں ہے (جو اندھیرے میں بیٹھے ہو) کیا کوئی چیز نہیں ہے جسپر روٹی رکھو (جو ہاتھ میں روٹی لئے ہوئے ہو) انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو اپنی گذشتہ حالت پر ندامت ہے جب سب کچھ تھا (اور اس حالت کو پسند کرتا ہوں جب کہ کچھ نہیں) اور حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ جسپر دنیا فراخ کر دی جاوے اور اسے یہ اندیشہ نہو کہ شاید یہ تدبیر خداوندی ہو (جس سے وہ اسکو اسکی شامت اعمال کے سبب اپنے سے غافل رکھنا چاہتا ہو) وہ خدا کی اس تدبیر سے بے خوف ہے جو اسکے لئے مضر ہے (اور یہ شان مومنین کی نہیں بلکہ کفار کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں) (لا یأمن مکر اللہ الا القوم الفاسقون) اور امیر المومنین عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ جسکو رات کو روٹی کا سوکھا ٹکڑا ملجاوے وہ محتاج نہیں محتاج وہ ہے جسے کچھ نہ ملے۔ اور ربیع بن انسؒ فرماتے تھے کہ مچھر اسی وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک وہ بھوکا رہے اور جب اسکا پیٹ بھرتا ہے تو وہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے بس یہی حالت آدمی کی ہے کہ جب وہ دنیا سے پیٹ بھرتا ہے تو اسکا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اور حفص بن حمیدؒ بیان فرماتے تھے کہ علماء، فقہاء، حکماء، شعراء، سب کا اسپر اتفاق ہے کہ آخرت کی نعمتوں کا کمال احساس اسی وقت تک ہو سکتا ہے جب کہ دنیاوی نعمتیں اسکو کم ملی ہوں (ورنہ احساس تو ضرور ہوگا مگر کم) اب سمجھو کہ اس خلق پر حضرات صوفیہ کی یہ دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں کیسے چین سے ہو سکتا ہوں جب کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لئے ہوئے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اور حق تعالیٰ کی طرف کان لگائے ہوئے ہیں، اور پیشانی کو جھکائے ہوئے منتظر ہیں کہ کب حکم ہو کہ وہ صور پھونکیں، آہ اس سے معلوم ہوا کہ کاملین دنیا ہی میں قیامت کے خوفناک واقعات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اس سبب سے انکو نہ کھانے میں مزہ آتا ہے نہ پینے میں نہ سونے میں اور نہ جماع وغیرہ میں اور چونکہ مراقبۂ احوال قیامت ان کا ایک اختیاری فعل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہ تکلیف کو راحت پر ترجیح دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے، والحمد للہ رب العالمین، (۷۰) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے یہ ہے کہ جب ان سے کوئی شخص اپنی کسی ضرورت میں دُعا وغیرہ کی درخواست کرتا ہے اور کسی ایسے محلہ (یا شہر وغیرہ) کا رہنے والا ہے جہاں اسکے ہمعصر مشائخ میں سے کوئی شیخ رہتا ہے تو وہ اس صاحب حاجت کو اسکے محلہ (یا شہر وغیرہ) کے شیخ کے پاس لوٹا دیتے ہیں اور اسکے اعتقاد کو اس شیخ کے ساتھ درست کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب کہ وہ اسکی حاجت کو پورا کردیں، اور اس شیخ کے پاس نہ لوٹائیں تو انھوں نے اس شیخ کے ساتھ بدتہذیبی کا ارتکاب کیا۔ اور یہ طریقہ شیخ سیدی علی خواص کا تھا چنانچہ جب کوئی شخص انکے پاس آتا اور اُن سے کوئی درخواست کرتا تو اس سے دریافت فرماتے کہ بھائی تم کس محلہ کے رہنے والے ہو جب وہ بتلا دیتا تو فرماتے اپنے محلہ کے شیخ کے پاس جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے محلہ کے شیخ کو اسی لئے وہاں رکھا ہے۔ کہ وہ اہل محلہ کی ضروریات کا تحمل کریں۔

[ا]سکو خوب سمجھ لینا چاہئے اور اسپر عمل کرنا چاہئے۔ والحمد للہ رب العالمین، (۷۱) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اُن سے دنیا کا رُخ پھیر دیتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات خدا و[رسول] سے محبت کرتے ہیں، اور جو خدا و رسول سے محبت کریگا وہ دنیا کو بالضرور ناپسند کریگا، کیونکہ وہ کمال عبادت سے مانع ہے پس اسلئے انکا سب سے اعلیٰ درجہ کا خلق یہ ہے کہ انکی طرف دنیا کے جھکنے سے اُن کے قلوب منقبض ہوتے ہیں۔ اور بھائی صاحب تمھیں یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ جب صحابہؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وسلم] سے محبت تھی تو کس طرح انکی یہ حالت تھی کہ انمیں سے اکثر کے پاس نہ صبح کے وقت درہم و دنیار ہوتے تھے و[ر]نہ شام کے وقت (اور یہ سوچکر سمجھنا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مقتضا [یہ ہے کہ] دنیا سے خالی ہاتھ رہے) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوجہ سے کہ ان کو اپنے [اہل] [بیت] [سے] [محبت] [تھی] اور اُن کے اہل بیت کو اُن سے یہ دعا فرمائی تھی، کہ اے اللہ میری آل کو بس کھانے کے [لائق] [دے] دنیا، (کیونکہ اس سے دین کی بربادی کا اندیشہ ہے) اور قلت رزق کی اسلئے ضرورت ہے تاکہ آدمی خدا کی طرف متوجہ رہے۔ اور کوئی روکنے والی شے اسکو اس توجہ سے نہ روک سکے بالخصوص اگر کوئی شخص ایسا ہو [ج]سکو بھوک کا تحمل نہ ہو تو اسکو اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیگا۔ اور اس سے برابر روزی مانگتا رہے گا۔ اور اسمیں سستی نہ کرے گا، اور عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے کہ مومن کے [لئے] دنیا جیل خانہ ہے۔ اور اسمیں بڑی مشقت اور اسکے لئے مصیبت پر صبر اور غصہ کا ضبط کرنا ہے۔ اور [اسکی] دنیا میں دولت نہیں ہے۔ بلکہ اسکی دولت آخرت میں ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ [آدمی] ...

Marfat.com

ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جسمیں مومن لونڈی سے زیادہ ذلیل ہوگا، اور وہ یوں زندگی بسر کریگا جس طرح
کا کیڑا اسرکہ میں رہتا ہے، اور عبداللہ بن عباس رض فرماتے تھے کہ جس آدمی سے اللہ تعالیٰ تین دن دنیا کو روک لے
اسے تین دن تک کھانے پینے کو نہ ملے) اور اسپر صبر کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاویگی، اور عبد بن
مزنی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اسکی محبت کے سبب دنیا کے مصائب کے تلخ گھونٹ پلاتے۔ اور
انکی تلخی کا مزہ چکھاتے ہیں۔ جیساکہ عورت اپنے بچے کو تندرستی کے لئے ایلوا پلاتی ہے۔ (پس مصائب و تکالیف
کو رحمت سمجھنا چاہئے نہ کہ قہر) اور اس خلق پر حضرات صوفیہ کی یہ دلیل ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک
شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو اس سے آپ نے فرمایا کہ تو فقر کے حملہ کے
لئے پاکھر تیار کرے۔ کیونکہ جو مجھسے محبت کرتا ہے اسکی طرف فقر اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑتا ہے جس
قدر کہ رو کا پانی اپنے مقر کی طرف دوڑتا ہے۔ اھ اور حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی تھیں کہ جب تک جناب
صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے اسوقت تک دنیا ہم پر سخت اور مکدر رہی۔ اور جب آپکا انتقال ہوگیا تو پھر کیا
پھر تو نہیں پڑی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم آپ کی برکت سے دنیا سے محفوظ تھے۔ مگر جب آپکا انتقال ہوگیا تو وہ
حفاظت جاتی رہی۔ اور ہم میں خرابی آگئی، اور میں نے سیدی علی خواص رح سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آ
مقامات عرفان میں ترقی کر جاتا ہے تو دنیا اس سے یہانتک نفرت کرنے لگتی ہے کہ اگر وہ اسکو بلاتا ہے
تبھی وہ نہیں آتی۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس کے دلمیں میری جگہ ہی نہیں میں رہونگی کہاں۔ اھ اس سے
ہوا کہ فقر کے جھوٹے مدعی کی پہچان یہ ہے کہ جسقدر اسکی عمر بڑھتی جائے اتنا ہی اسکا دنیاوی ساز و سامان
رہے اسکو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ والحمد للہ رب العالمین، (۲۷) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ
حق سبحانہ کی طرف سے اُن کے دینوی مقاصد میں انکی مزاحمتیں ہوتی ہیں۔ اسی قدر وہ خوش ہوتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت نہ ہوتی تو ہمارے ان مقاصد میں مزاحمتیں نہ کی جاتیں جو ہم کو
روکنے والی ہیں۔ اور مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھسے میرے معلم عبداللہ رازی رحمہ اللہ نے فرمایا
اللہ کا قرب چاہتا ہے تو اپنے اور اپنی مرغوبات دینویہ کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کرلے (مطلب
کہ خواہشات نفسانیہ کو بالکل چھوڑ دے) اور حق سبحانہ نے داود علیہ السلام سے بذریعہ وحی کے فرمایا
خواہشات دنیا سے محبت کرتا ہے اسپر متقین کی امارت (تکوینی طور پر) حرام ہے اور میں اسکو ان کا
بناؤں گا۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم اپنے دلو میں اپنی خواہشات کو مار ڈالو۔

آپ کو انکی طلب میں ہلاک مت کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے خواہشات کو پاؤں تلے مل ڈالے گا شیطان اسکے سایہ سے بھاگے گا۔ برخلاف اُسکے جو شخص انکو اپنے دل میں جگہ دے گا شیطان اسیر ہوا ہو کر جس طرف چاہے گا اُس طرف پھیرے گا۔ کیونکہ خدا اُسکے جرم کی سزا میں شیطان کو اُس پر قابو دیدے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ پوری جنت کا حاصل صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک راحتیں دوسرے [illegible] باتیں [illegible] اُسی وقت پا سکتا ہے جبکہ دنیا میں انکو چھوڑ دے۔ اور عبداللہ بن حیان [illegible] فرماتے تھے کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ ان کا مقصد شکم پری ہوگی۔ اور اُن کو [illegible] خواہش نفسانی۔ اور انکی [illegible] زبان ہوگی۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ سرکش گھوڑوں کو لگام کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی [illegible] نفس کو۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی ایسی چیز سے زور آزمائی نہیں کی جو [illegible] نفس سے زیادہ سخت ہو۔ کیونکہ اسکی حالت یہ ہے کہ کبھی میں اسے مغلوب کر لیتا ہوں اور وہ [illegible] اور کبھی پھر غالب آکر مجھ پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ [illegible] وقت سے پہلے اپنے نفس [illegible] روک لو جبکہ اسمیں جھگڑے کا مطلب یہ ہے کہ جھگڑے اور فساد کی بنا خواہشات کا اتباع [illegible] معلوم ہے کہ لڑائی جھگڑا بری چیز ہے۔ پس اس سے بچنے کیلئے ضرورت ہے کہ خواہشات کو [illegible] اس خلق پر حضرات صوفیہ کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ اور جنت ناگوار باتوں سے (پس جو شخص خواہشات کا اتباع کرے گا وہ دوزخ میں پہونچے گا اور جو ناگوار باتوں کا تحمل کریگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا) نیز حدیث شریف میں وارد ہوا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے میوہ جات کا ستو بھیجا [illegible] کر دیا اور فرمادیا کہ یہ کھانا دنیا کے خوش عیش لوگوں کا ہے (ہمارے لئے مناسب [illegible] فرماتے تھے کہ ایک سے زیادہ رنگ کا کھانا فساق کا کھانا ہے [illegible] پڑے گا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۳۷) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ بیش قیمت کپڑا استعمال کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ موٹا جھوٹا بھی حلال طریق سے مل جاوے اُسی کو پہن لیتے ہیں۔ اور جب وہ صوف کا جبہ یا عمامہ پہنتے تو زیادہ داموں کا نہ لیتے۔ برخلاف اسکے آجکل کے صوفی جب صوف کا جبہ یا عمامہ پہنتے ہیں۔ تو وہ تاجروں کے کپڑوں سے بھی زیادہ بیش قیمت ہوتا ہے۔ [illegible] لوگوں کے جو اپنی تدبیر کو حق تعالیٰ کے سامنے فنا کر چکے ہیں [illegible]

ان کو اجازت ہے کہ وہ جو چاہیں پہنیں۔ بشرطیکہ مباح ہو۔ اور حاتم اصم اور ان کے مریدین بجز پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑوں کے دوسرے کپڑے نہ پہنتے تھے اور اویس قرنی کا قاعدہ تھا کہ وہ کوڑیوں پر پھٹے پرانے کپڑے اٹھالاتے اور انکو دھو کر سی لیتے اور انہیں کو پہنتے۔ اور ابراہیم ابن ادہم سیاہ جبہ پہنتے ایک مرتبہ پہنکر اسے نہ اتارتے) یہانتک کہ وہ پھٹ جاتا (اور پہننے کے ناقابل ہوجاتا) ایک مرشد نے دریافت کیا کہ یہ جبہ آپ کو پہنے ہوئے کسقدر عرصہ ہوا۔ آپنے فرمایا کہ نو برس سے میں نے اسے نہیں اتارا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ کپڑا پہنے رہتے تھے۔ یہانتک کہ وہ خوب میلا ہوجاتا۔ اور جب کوئی کہتا کہ آپ اسے دھو نہیں لیتے تو فرماتے کہ یہاں فرصت کسے ہے (موت سر پر کھڑی ہے) میں اسکے لئے تیاری کروں یا کپڑے دھوؤں اور علی ابن ابی طالب رض نے امیر المومنین عمر بن الخطاب رض سے فرمایا۔ کہ اگر آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تو آپنے کپڑوں میں پیوند لگائیے۔ اپنا جوتا جوڑ گانٹھیے اپنی امید کو کوتاہ کیجئے۔ اور اتنا کھانا کھائیے جس سے پیٹ نہ بھرے۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے گھر میں کچھ سامان نہ تھا۔ صرف ایک لوٹا تھا جس سے وہ وضو کیا کرتے تھے کسی نے کہا کہ حضرت کچھ سامان تو گھر میں ضرور ہونا چاہیئے۔ آپنے فرمایا کہ بھائی مالک مکان (حق تعالیٰ) ہم کو اس گھر میں نہ رہنے دے گا (پھر سامان کیا کریں) ہمارا گھر تو دوسرا ہے سو اسکے لئے ہم اعمال صالحہ بھیج رہے ہیں (جو اسکا سامان ہیں) اور ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ کپڑے دھونے کا اہتمام نہ کرو۔ (بلکہ دل صاف کرنے کی فکر کرو کیونکہ) دل صاف ہو اور کپڑے میلے ہوں یہ حق تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ کپڑے صاف ہوں اور دل میلا ہو۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کپڑے زیادہ موٹے اور دل زیادہ نرم تھے۔ اور اب ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگوں کے کپڑے نرم اور دل سخت ہوں گے۔ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ بہت سے آدمی ہیں۔ جو کپڑوں کو سفید اور دین کو میلا کرتے ہیں۔ اور ابو سلیمان دارانی سے کسی نے کہا۔ کہ حضرت آپ داڑھی میں کنگھی نہیں کرتے۔ آپنے فرمایا۔ تو گویا کہ میں ٹھالی بیٹھا ہوں۔ اور اس کے سوا مجھے اور کام ہی نہیں۔ اور ابراہیم بن ادہم سے کسی نے عرض کیا۔ کہ آپ اپنی داڑھی کو خضاب کیوں نہیں کر لیتے۔ آپنے فرمایا خضاب زینت ہے۔ اور ہم ابھی زینت کے اہل نہیں (بلکہ اسوقت ہوں گے جبکہ مر کر ہمیں اپنے خاتمہ کی حالت معلوم ہو جائیگی۔ کہ اچھا ہوا) اور ثابت بنانی رحمۃ اللہ فرماتے تھے۔ کہ میں بسا اوقات کپڑے دھونے کا ارادہ کرتا ہوں اور پھر کچھ سوچ کر رہ جاتا ہوں۔ (غالباً یہ خیال آجاتا ہوگا کہ تیرا دل تو صاف ہے ہی نہیں تو کپڑے کیا صاف

Marfat.com

پہلے دل صاف کرو اور جب کبھی کپڑے دہوتے۔ تو صرف اشنان سے دہوتے۔ اور صابون کا استعمال نہ کرتے
تاکہ زیادہ صاف نہ ہوں) اور مالک بن دینار گرمی جاڑے رات دن صرف ایک ہی کمی پہنے رہتے تھے۔ اور ابو
اسحٰق سبیعی فرماتے تھے۔ پہلے لوگوں کے طیلسان انکے گھر ہوتے تھے۔ (یعنے وہ لوگ طیلسان نہ پہنتے تھے۔
طیلسان کا جو مقصد ہے کہ نظر کی حفاظت رہے۔ وہ اس مقصد کو اسطرح حاصل کرتے تھے کہ بلا ضرورت گھر ہی سے
نکلتے تھے۔) اور عمامہ کے اوپر طیلسان بجز شہر بن حوشب کے اور کوئی نہ پہنتا تھا۔ اور انس بن مالک فرماتے
تھے۔ کہ جو لوگ طیلسان پہنکر مساجد میں آتے ہیں میں انکو یہود خیبر کے سوا اور کسی سے تشبیہ نہیں دے سکتا
(چونکہ یہ اُن ہی کا فیشن تھا) میں کہتا ہوں کہ سر پر طیلسان ڈالنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ نظر کو غیر ضروری اشیا
مثل دیواروں وغیرہ سے بچایا جاوے۔ اور یہ مقصد کوئی اہم مقصد نہیں بات تو یہ ہے۔ کہ دل طیلسان اوڑہا کر
انکو خواہشات دنیا کی طرف نظر کرنے سے روکا جاوے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ
إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ مگر ہر مقام کے لئے آدمی ہوتے ہیں (چنانچہ کچھ ایسے ہیں کہ طیلسان
کا انہیں خیال کرتے۔ جیسے شہر بن حوشب۔ اور کچھ ایسے ہیں کہ وہ طیلسان کو لغو اور حفاظت قلب
کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں) واللہ اعلم۔ اور عروہ بن زبیر فرماتے تھے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کی وہ چادر مبارک دیکھی ہے جسکو اوڑہ کر آپ آنیوالے وفدوں سے ملاقات فرماتے تھے۔ اسکا طول
چار ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت کا تھا۔ آپ کے بعد وہ خلفاء کے پاس رہی جسکو اوڑہ کر وہ نماز
کے لئے جایا کرتے تھے۔ یہانتک کہ وہ پرانی ہو کر ناقابل استعمال ہوگئی۔ اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ
کہتے تھے۔ کہ اے عالم تجھے طیلسان سے کیا واسطہ تجھے تو چرواہے کی طرح ایک کملی اور ایک لاٹھی چا[illegible]
چاہئے کہ تو اللہ تعالیٰ کے قہر سے اسکی رحمت کی طرف بھاگے اور اپنے بھائیوں [illegible]
دوے۔ اور یوسف بن اسباط رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو مکہ کے راستہ میں
دیکھا میں نے اُن کے کپڑوں کا جوتوں سمیت تخمینہ کیا۔ تو میرے اندازہ میں کل ایک درہم اور چار دانگ کے
قیمت کے تھے۔ اور جاننا چاہئے۔ کہ حضرات صوفیہ کی دلیل اس خلق پر یہ ہے۔ کہ حدیث شریف میں آیا ہے
البذاذۃ ایمان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور بذاذۃ کے معنے ہیں پرانے کپڑے پہننا۔ پس ثابت ہوا کہ پھٹے پرانے
کپڑے پہننا ایمان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ ہی مقصود تھا ایسے حالات میں آدمی کو اسکی پرواہ نہ کرنی چاہئے
کہ وہ کیسا کپڑا پہنے ہوئے ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۴۷) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے

کہ وہ حضرات جبکہ اُنکو حلال مال مل جاتا ہے۔ تو اُسکو بے احتیاطی کے ساتھ صرف نہیں کرتے (بلکہ پوری
کے ساتھ صرف کرتے ہیں) کیونکہ حلال باعتبار تفاوت مراتب اشخاص کے ہر زمانہ میں کمیاب ہوتا ہے۔ یہ
تفاوت مراتب ہم نے اس لئے کہا کہ بسا اوقات ایک قوم کے لحاظ سے ایک شے حلال ہوتی ہے اور دوسری
قوم کے نزدیک (جو زیادہ محتاط ہیں) حرام (پس ہر طبقہ کے معیار حلت کے اعتبار سے حلال کی کمیابی متفاوت
ہوگی مثلاً جو لوگ بہت زیادہ محتاط ہیں۔ اُن کے لحاظ سے حلال بہت زیادہ کمیاب ہوگا۔ اور جو اُن سے کم
محتاط ہیں اُن کے لحاظ سے اس سے کم کمیاب ہوگا۔ وہکذا غرضکہ ہر طبقہ کے معیار کے لحاظ سے حلال کمیاب
ہے۔ اور اسلئے اسکے خرچ میں اسی نسبت سے احتیاط کی ضرورت ہے) اور سلف کا معمول تھا۔ کہ وہ حلال
مال کو اسلئے کہ تمام ضروریات پر مقدم رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ حضرات یقیناً کثرت کے لوگوں سے ہیں اور
جانتے تھے کہ جو لوگ حرام یا مشتبہ مال کھاتے ہیں۔ اُن سے اعمال صالحہ صادر نہیں ہوتے۔ کیونکہ جو
کھائے گا۔ اُس سے حرام افعال صادر ہوں گے اور جو مشتبہ مال کھائے گا اُس سے مشتبہ افعال صادر
ہونگے۔ حتی کہ اگر حرام کھانے والا اسکا قصد بھی کرے کہ وہ خدا کی پوری اطاعت کرے تو شامت اکل
حرام کے سبب سے وہ اس پر قادر نہ ہوگا۔ اور بعض حرام خواروں سے جو بعض افعال نیک صادر ہوتے ہیں
اُس سے کم کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ کچھ نہ کچھ حلال بھی ضرور کھاتے ہونگے پس یہ اُسی حلال کی
برکت ہے۔ واللہ اعلم) اور یونس بن عبید رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ آج ایک درہم سے کم بھی حلال نہیں اور
اگر وہ کم کو مل جاتا۔ تو اُس کی برکت سے اپنے مریضوں کے لئے شفا حاصل کرتے۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ
فرماتے تھے۔ کہ آدمی کا دین اُسی وقت ہے جبکہ اُسکی روٹی حلال طریق سے حاصل شدہ ہو۔ اور آج کل جن
لوگوں کے دسترخوان پر حلال روٹی ملتی ہے۔ وہ غریب لوگ ہیں۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
تھے کہ حلال کمانا مسلمان کے لئے ایک پہاڑ کو دوسرے پہاڑ کی طرف منتقل کرنے سے زیادہ مشکل ہے
اور وہب بن ورد رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ کہ اگر آدمی اپنے زمانہ میں اُس مالکو جسکو وہ حلال سمجھتا ہے ویسا
نہ سمجھے جیسا کہ مضطر کیلئے مردار حلال ہوتا ہے تو غارت ہو جاوے (کیونکہ حلال حقیقی کا وجود ہی نہیں اور
اور جسکو حلال کہا جا سکتا ہے۔ اُسکو بنا بر ضرورت حلال کہا جا سکتا ہے۔ پس جبکہ وہ اسے حلال حقیقی
سمجھے گا تو اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔ اور یہ اُسکے دین کی تباہی کا سبب ہوگا) اور
... رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھے اب حلال رزق دے جو بالکل پاک

Marfat.com

ماف ہو تو آپ نے فرمایا کہ اے شخص اپنے لئے اُس حلال کی دعا کر جس پر خدا تجھے سزا نہ دے ۔ [illegible]
ل صاف ہو سو وہ تو انبیاء کا رزق ہے (ہمیں تمھیں کہاں نصیب) اور ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ [illegible]
ے محنت کرتے ۔ اور جب اُن کو اُجرت دی جاتی ۔ تو وہ اسے دیکھتے ۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ [illegible]
رلیشہ ہے ۔ کہ جس قوت کے صرف کرنے کا کھتی والا مجھ سے خواہان تھا شاید میں نے وہ پوری قوت صرف نہ کی [illegible]
راسلئے یہ مزدوری میرے لئے حلال نہ ہو ۔ یہ کہکر اوسے چھوڑ کر چلے جاتے ۔ اور اُس سبب کو ہو سکے [illegible]
زوہ کسی پیشہ کی حالت میں یہ بھی شرط کرتے تھے ۔ کہ اپنے کام میں مشغول ہو کر نماز سے غافل نہ ہو جاویں [illegible]
کام وہ غفلت کی حالت میں کرتے تھے ۔ اُسکی مزدوری نہ لیتے تھے ۔ اور سعد بن کدام رحمہ اللہ فرماتے [illegible]
تھے تو آج کہیں حلال نظر نہیں آتا ۔ بجز اُس پانی کے جو آدمی دجلہ و فرات میں سے جا و بیں اگر پی لے [illegible]
ںال روزی کا طالب تھا ۔ سو اُسکو کہیں پاک صاف روزی نہ ملی بجز اُس گھاس کے [illegible]
تھا ۔ لہذا وہ اُسی کو تیس ۳۰ برس تک کھاتا رہا حتی کہ اُسکی کھال سبز ہو گئی ۔ اُسوقت اُسکو کسی نے آواز [illegible]
کہ اب تمھیں حلال صافی میسر آیا ہے ۔ اور اب تم نے حرام سے نجات پائی ہے [illegible]
پہ تھے سب تحلیل ہو چکا اور صرف حلال ہی رہ گیا) اور ایک شخص نے ان [illegible]
بنے میں ہوں اور جنگل میں چلا گیا تا کہ کچھ گھاس پات کھا لیا کرے ۔ اُسے اندر سے آواز [illegible]
ہنر گار بنتے ہیں ۔ یہ تو بتلاؤ کہ تم اس قوت کو کیا کرو گے جسکو تم نے حاصل کیا ہے [illegible]
اب چلکر آئے ہو ۔ ذرا غور تو کرو کہ وہ قوت تم نے کہاں سے حاصل کی ہے (تنبیہ [illegible]
کے لئے یہ تنبیہ کی گئی تھی ورنہ طلب حلال سے ممانعت مقصود) اور مالک بن دینار سے [illegible]
ال کیا گیا ۔ جو عام طور پر لوگ گھروں میں بناتے ہیں ۔ تو آپ نے سائل سے فرمایا کہ
لنے سے پہلے چھواروں کو دیکھ لے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں ۔ نبیذ کا سوال تو بعد کو ہے [illegible]
ال ہوں تب یہ سوال صحیح ہے ۔ کہ جب اُن کو پانی میں ڈالکر نبیذ بنائی گئی ۔ تو اسکا کیا حکم ہے ۔ اور اگر [illegible]
ی حرام ہوں جیسا کہ آجکل یہ بلا عام ہے تو پھر یہ سوال ہی فضول ہے) اور ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ [illegible]
تھے ۔ کہ میں نے ایک عابد کو دیکھا کہ وہ نماز کے لئے گرانی کے ساتھ اُٹھتا ہے ۔ [illegible]
لیا ۔ تو میں نے دیکھا کہ اسکی غذا صاف صاف نہیں (الحمد للہ یہ گرانی ہوتی ہے) اور اگر اسکی غذا صاف ہوتی تو [illegible]

[illegible] نسخہ میں اس جگہ غلطی سے سعد بن کدام لکھا گیا ہے ۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

Marfat.com

نہ ہوتی۔ اور سفیان ثوری جب کسی دعوت میں تشریف لے جاتے تو اپنی روٹی اپنے ساتھ لے جاتے اور
جاکر اپنی روٹی کھاتے۔ اور جب صاحب خانہ کہتا کہ جناب آپ میری روٹی کیوں نہیں کھاتے۔ تو فرماتے
تمھیں اپنی کا علم ہے کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور مجھے اپنی روٹی کا (اسلئے جسکو جس روٹی کے متعلق تحقیق ہو
اُسکو وہی کھانا چاہئے) میں کہتا ہوں کہ اس مقام والے حضرات میں سے میں نے سیدی محمد بن عنان کو دیکھا
اُنکا بھی یہی قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی دعوت میں مدعو ہوتے تو وہ اپنی روٹی اپنے ساتھ لیجاتے تھے اور جب
دسترخوان چنا جاتا تو وہ اسی میں سے کھاتے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے صف اول کی فضیلت دریافت
کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے اپنی روٹی کو دیکھو کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور تحقیق کے بعد کھاؤ پھر جس صف میں
چاہے شامل ہو جاؤ کچھ مضائقہ نہیں۔ اور عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جسکے پیٹ میں حرام
شے ہو حق تعالیٰ اُسکی نماز قبول نہیں فرماتے۔ اور سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ نجات تین چیز میں ہے
ایک یہ کہ آدمی راہ راست پر ہو۔ دوسرے کامل تقوی رکھتا ہو تیسرے کھانا حلال کھاوے (گو حلال کھانا
کمال تقوی میں داخل ہے۔ اور کمال تقوی سبیل ہدایت میں مگر انکو اہتمام شان کے لئے مستقل طور پر ذکر کر دیا
گیا ہے) اور وہیب بن ورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ اگر تم اسقدر نماز روزہ کرو کہ سوکھکر اس ستون کی مثل
ہو جاؤ۔ تب بھی تمھاری نمازیں اور روزے مقبول نہ ہونگے۔ مگر جب کہ تم یہ دیکھو کہ تمھارے پیٹ میں حلال
غذا جاتی ہے یا حرام۔ آہ اور جاننا چاہئے کہ اس خلق پر حضرات صوفیہ کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کلوا
من الطیبات واعملوا صالحا (یعنی حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو) یہ خطاب گو رسولوں کے لئے
ہے۔ مگر حدیث میں آیا ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے جن باتوں کا رسولوں کو حکم کیا ہے۔ انہی کا عام مومنین کو بھی حکم کیا
ہے (بشرطیکہ کسی دلیل خاص سے اُنکی خصوصیت رسولوں کے ساتھ ثابت نہ ہو جاوے۔ جو کہ امر مذکور
میں منتفی ہے) نیز اُنکی دلیل یہ ہے۔ کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ نہ تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حرام مال کمائے
اور اسمیں برکت ہو۔ اور نہ یہ کہ آدمی اُسمیں صدقہ کرے اور اسے اسپر اجر ملے۔ اور جب وہ اسے اپنے پیچھے
کر مرجاتا ہے۔ تو وہ اسے دوزخ میں ڈھکیل دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا
بلکہ بری چیز کو اچھی چیز سے مٹاتا ہے۔ آہ (پس حرام کمائی سے بہبودی کی توقع رکھنا فضول ہے۔ ہاں حلال کمائی سے
تمھاری برائیاں دور ہونیکی توقع ہے۔ واللہ اعلم) اب تم کو چاہئے کہ اس زمانہ میں (جبکہ حرام کی کثرت ہے)
اپنے کمانیکو دیکھو (اور اگر حلال نہ ملے) تو خوب بھوکے رہو اور خبردار کسی امیر یا سپاہی یا قاضی کا کھانا

بھی نہ کھانا۔ چہ جائیکہ بلا تحقیق ظالموں اور چنگی وصول کرنیوالوں کا کھانا کھایا جاوے۔ کیونکہ اس طریق سے
تو اپنے دین کو برباد کریگا۔ اگرچہ تیرے سر پر صوف کا عمامہ ہو اور توجیہ بھی پہنے ہوئے ہو اور ایک شملہ بھی
تو نے چھوڑ رکھا ہو (اور یہ چیزیں تیرے کچھ کام نہ آئیں گی) اسکو سمجھ لینا چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین

٧٥) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ وہ آپسمیں ایک دوسرے کو وصیتیں کرتے ہیں اور نصیحتوں
کو قبول کرتے ہیں۔ اور نصیحت کرنیوالے کا احسان مانتے ہیں۔ اور خواہ وہ اپنے نصیحت کرنیوالے کے ساتھ
عمر بھر سلوک کریں۔ مگر باوجود اسکے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ان سے اسکی نصیحت کا حق واجب ادا نہیں ہوا اور
وجہ اسکی یہ ہے کہ (نصیحت کا تعلق امور اخرویہ سے ہے اور) امور اخروی کا معاوضہ اغراض دنیویہ سے نہیں
ہو سکتا (اب ہم ان امور کے متعلق بزرگوں کے بعض واقعات اور ملفوظات ذکر کرتے ہیں غور سے سنو) ایک
شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا۔ کہ جہاں کہیں بھی تم ہو
حق سبحانہ کے حکم کی عزت کرو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں کہیں تم ہوگے خدا تمھیں عزت دیگا۔ اور ایک شخص
نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ اس سے احتراز کرو
کہ تم نیکوں سے ملو۔ اور انکی صحبت سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔ یا گنہگاروں کو ملامت کرو۔ اور خود گناہوں سے نہ بچو
یا بظاہر شیطان پر لعنت کرو۔ اور پوشیدہ طور پر اسکی اطاعت کرو۔ اور ایک شخص نے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ
علیہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرا باپ مر گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں
آپنے فرمایا تو میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ کیونکہ جو باپ کے مرنیکے بعد نصیحت کا محتاج ہو اُسے نصیحت
نافع نہ ہوگی (کیونکہ اول تو موت مطلقاً ہر نصیحت کرنیوالے سے بڑھکر نصیحت کرنیوالی ہے
پھر باپ کی موت وہ تو اور بھی زیادہ نصیحت کرنیوالی ہے۔ کیونکہ بہ نسبت دوسری موت کے اس کا
خیال ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ اس سے بے فکری بھی جاتی رہتی ہے۔ جو باپ کی حیات میں ہوتی ہے۔
پس جب اُسکی نصیحت تمھیں سودمند نہ ہوگی۔ تو اور کس کی ہوگی) اور ایک شخص نے محمد بن واسع رحمۃ اللہ
علیہ سے درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم دنیا اور آخرت کی بادشاہی حاصل
کرو۔ اُس نے عرض کیا حضرت یہ کسطرح۔ آپنے فرمایا کہ دنیا سے رغبت نہ رکھو۔ اُس نے عرض کیا کہ اور کچھ
فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ تم تابع ہو متبوع نہ بنو اور لوگوں کے پاس خود بیٹھو۔ اور اپنے کو بڑا نہ بناؤ کہ یہ چاہو
کہ لوگ تمھارے پاس آکر بیٹھیں۔ اور عمر بن عبدالعزیز ایک روز ایک عابد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

فرمائیں اسلئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرماویں۔ انھوں نے فرمایا۔ کہ اگر میں یہ سمجھتا
... تو میں نصیحت کرتا (اب نصیحت فضول ہے) یہ سنکر عمر بن عبدالعزیز پر بیہوشی طاری
... عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو مدینہ شریف میں دیکھا
... مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ عمر اسکا بہت خیال رکھو۔ کہ تم ظاہر میں خدا کے دوست
... اور باطن میں اسکے دشمن نہ ہو (مطلب یہ تھا کہ اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھو۔ اور جسطرح لوگوں
... کا اہتمام کرتے اور بُری باتوں سے بچتے ہو۔ یونہی تنہائی میں بھی رہو) اور ایک شخص
... علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ اے روح اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ
... کہ تمکو نصیحت کی جاتی ہے۔ اور تم نہیں مانتے۔ تم لوگوں نے نصیحت کرنے
... ڈالدیا (کہ وہ کہتے کہتے تھک گئے مگر تمنے ایک نہ سنی) اور کسی نے حسن بصری
... کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ گناہ نہ کرو۔ کہ اپنے آپ کو آگ میں جھونکنا
... تمھاری حالت یہ ہے۔ کہ اگر کوئی تمھارے سامنے ایک پسو کو آگ میں ڈالدے۔ تو تم اسے
... ہو۔ کہ گناہ کرکے اپنے آپ کو ہر روز بہت سی مرتبہ آگ میں جھونکتے ہو۔ اور تمھیں
... نہیں ہوتا۔ اور ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ
... فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ نظر کے بیفائدہ استعمال سے احتراز کرو۔ تمھیں خشوع کی توفیق ہوگی
... سے احتراز کرو۔ تمکو حکمت کی توفیق ہوگی۔ اور فضول کھانے سے احتراز کرو۔ تم کو عبادت
... لوگوں کے عیب تلاش کرنے چھوڑ دو۔ تمکو اپنے عیوب پر اطلاع کی توفیق ہوگی۔ اور حق
... باتوں میں غور وخوض چھوڑ دو۔ تم شک اور نفاق سے محفوظ رکھے جاؤ گے۔ +
... کسی نے کہا۔ کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کسی پر حسد نہ کرو۔ کیونکہ اگر
... ہے۔ تو اس پر حسد کا اس لئے موقع نہیں ہے کہ دنیا اُس کے پاس چند روز ہے۔ اور
... جائے گا۔ سو اس پر حسد فضول ہے۔ اور اگر وہ جنتی ہے تو اُسکے اعمال کا اتباع
... پر غبطہ کرنا چاہیے نہ کہ اسکی دنیا پر حسد کیا جاوے۔ ٭ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
... کہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے۔ کہ زبانیں اچھی باتوں
... بُری باتوں کی بُرائی بیان کرتی ہیں۔ اور دل اُن کو جانتے ہیں۔ اور اعمال دل دور

ے موافق بنانا چاہیئے) اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا۔ کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا۔
اس دن کو یاد رکھو جسمیں چھپی باتیں آشکارا ہو جاویں گی (اور پوشیدہ طور پر بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جسکے ظاہر
جانےمیں تم کو رسوائی کا اندیشہ ہو) اور ایک شخص نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ مجھے وصیت
ایئے۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار تکبر نہ کرنا۔ اور نہ ناحق لوگوں کے مال کھانا کیونکہ جو لوگوں پر بڑائی جتاتا ہے وہ
ں نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگوں کے مال لوٹتا ہے آخر کار محتاج ہو جاتا ہے۔ اور حسن بصری رحمۃ
یہ نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی قیامت میں اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ
بت رکھتا ہے۔ تو فرمایا کہ بھائی تم اس قول سے دہوکہ نہ کھانا۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ میں بغیر کچھ کئے ہی نیکو
اتھ شامل ہو جاؤنگا۔ کیونکہ تم اُنکے ساتھ اُسی وقت شامل ہو سکتے ہو۔ جبکہ اُن کیسے اعمال کرو۔ دیکھو یہو
نصاریٰ اپنے انبیا سے محبت کرتے ہیں۔ مگر وہ اُنکے ساتھ شامل نہ ہونگے۔ کیونکہ اعمال میں اُن کے خلا
گئے اور اُنکے مخالف بن گئے ہیں (پس ثابت ہوا کہ نفس محبت بدون اتباع فی العمل کافی نہیں اسلئے اعمال
ضرورت ہے۔ اور راز اسمیں یہ ہے کہ بدون اتباع کے واقعی محبت متحقق ہی نہیں ہوتی۔ اسلئے مدعی محبت
بت ہی نہیں تاکہ وہ المرء مع من احب میں داخل ہو سکے) پھر فرمایا کہ ان لوگونکی حالت پر تعجب ہے جنکا
شہ کی تیاری کا حکم دیدیا گیا۔ اور کوچ کا اعلان سُنا دیا گیا۔ اور وہ اب بھی بیٹھے ہنس رہے ہیں۔ دیکھو
واری رات اور دن ہیں وہ اُنکے ساتھ چل رہے ہیں۔ کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں۔ اُسی قدر وہ
ے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ مگر اُنھیں اس چلنے کا احساس نہیں۔ (پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ
رت کی تیاری کریں۔ کیونکہ وقت ہر لحظہ نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور غفلت کو چھوڑیں) اور
یدوں کو موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ بعض
تیاری کرتے رہتے ہیں اور تیار نہیں ہو چکتے۔ بات یہ ہے کہ تیاری تو اُن لوگوں کی ہے۔ جو دنیا سے ز
ق ہو جاویں۔ جیسے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ کیونکہ وہ ہر صبح و شام فرماتے تھے۔ کہ اے
الموت (میں موت کے لئے ہر وقت تیار ہوں) جب تمھارا جی چاہے مجھے آکر لے جاؤ۔ آہ اور صوفیہ کی
ل اس خلق پر یہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ پانچ باتوں کو پانچ باتوں سے پہلے
مت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ تندرستی کو بیماری سے پہلے۔ تونگری کو محتاجی سے پہلے۔ فرصت
مشغولی سے پہلے۔ زندگی کو موت سے پہلے۔ آہ بس اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے اور اپنے نفس کی خبر رکھنا

Marfat.com

والحمد للہ رب العالمین۔ (۷۶) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے یہ ہے۔ کہ وہ نصیحت و وصیت اُسی کو کرتے جسکے متعلق اُنکو قرائن سے اسکا علم ہوتا ہے۔ کہ وہ اُنکی نصیحتوں و وصیتوں کو قبول کرے گا۔ اور جسکے اُنکو یہ علم ہو۔ کہ جب وہ اُنکو نصیحت کریں گے تو اُسکے نفس کو حرکت ہوگی۔ تو اسکے متعلق یہی بہتر کہ وہ اُسکو نصیحت نہ کریں اور اُسکو اُسوقت تک موخر کریں جب تک کہ اُنکو نصیحت کا کوئی شروع طریق جس سے وہ اسکو نصیحت کر سکیں (مثلاً کوئی مجلس وعظ ہو اور اسمیں وہ بھی موجود ہو۔ اور خطاب عام کر اسکو نصیحت کر سکیں وغیرہ) حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ تم اُسی کو نصیحت کرو۔ جس سے تم کو اُسکی توقع ہو۔ ورنہ ممکن ہے کہ اس نصیحت کا نتیجہ ایک ایسا ضرر ہو جس کے تم متحمل نہ ہو۔ اور خبردار اس میں کسی پر افسری نہ اختیار کرنا۔ کیونکہ آج کل ہر ایک اپنے کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور ماتحتی سے اسکو عار آتی ہے اور دیکھنا ہر شخص کی پیروی بھی نہ کرنا۔ کیونکہ خواہشات نفسانیہ کی گرم بازاری ہے اور خلوص للّٰہیت بہت کم رہ گئی ہے۔ اس لئے ہر شخص پر اعتماد ٹھیک نہیں۔ اور اسکا خیال رکھنا کہ تمہارا راز کسی پر ظاہر نہ ہو کیونکہ امانت آجکل اُٹھ گئی ہوئی ہے اور لوگوں میں رازداری کی قابلیت نہیں رہی۔ آہ میں کہتا ہوں کہ لفاف رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صحیح فرمایا ہے۔ کیونکہ مجھے یہ واقعہ پیش آچکا ہے۔ کہ میں نے اس زمانہ کے مشائخ میں سے ایک شیخ کو نصیحت کی۔ کہ وہ ظالموں کے یہاں کھانا نہ کھایا کریں اور یہ بات میرے اور اُنہی کے بیچ میں تھی تیسرے کو اسکی اطلاع نہ تھی۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سترہ برس تک مجھسے بات نہیں کی۔ اور میں نے نہایت مشکل سے اُن سے صلح کی۔ اب تم اندازہ کر لو کہ اگر میں اُنکو مجمع میں نصیحت کرتا تو میرا کیا حال ہوتا تعجب نہیں وہ مجھے مروا ڈالنے کی کوشش کرتے۔ پس اس سے سمجھ لینا چاہیئے۔ اور اپنے زمانہ کی حالت کو پہچان کر اپنے بھائیوں کو تدبیر سے نصیحت کرنی چاہیئے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۷۷) اور منجملہ اُن کے اخلاق ایک یہ کہ اُنکے نظر میں اُنکے اعمال بحیثیت اُن کے مکسوب ہونیکے نہایت کم ہوتے ہیں۔ اگرچہ اُنکی عبادت فی جن وانس کے مجموعہ کے برابر ہو۔ اور یہی سمجھتے ہیں کہ ہم سے حق تعالیٰ کا حق ذرہ بھر بھی ادا نہیں ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ نماز میں اسقدر کھڑے رہتے تھے۔ کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر گئے تھے اور انمیں سے خون ٹپکنے لگا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضور آپکے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ پھر بھی آپ اسقدر مشقت اُٹھاتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار نہ بنوں (اور اگر حق سبحانہ نے مجھپر یہ احسان فرمایا ہے کہ میرے لغزشوں سے درگذر فرمائی۔ تو کیا مجھے

Marfat.com

ان کی عبادت چھوڑ دوں) اور مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی فرماتی تھیں۔ کہ مسروق کی یہ حالت تھی۔
وہ نماز میں قیام طویل کرتے تھے۔ یہانتک کہ اُنکی پنڈلیاں پھول گئیں تھیں۔ مجھے انکی اس حالت پر رحم
آتا تھا۔ اور میں اُن کے پیچھے بیٹھی ہوئی رویا کرتی تھی۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے ایسے
لوگ دیکھے ہیں جو اپنے دین اور اپنی عمر کے متعلق اتنے بخیل تھے۔ جتنے لوگ درہم و دینار کے متعلق (یعنے
جس طرح تم اپنا پیسہ ہاتھ سے چھوڑنا پسند نہیں کرتے اسطرح وہ اپنا دین اور اپنی عمر برباد کرنا پسند نہیں کرتے تھے)
عامر بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ ہر شب کو گورستان میں جاتے اور اسکی طرف رخ کر کے عشا سے صبح تک نماز پڑھتے رہتے
اور صبح کے بعد گھر لوٹتے اور صبح کی نماز مسجد میں پڑھتے۔ اور جب مقابر کی طرف متوجہ ہوتے تو افسوس سے
کہتے کہ اے قبروں والو افسوس کہ تمہارے نامہائے اعمال لپیٹ دیئے گئے (اور اب تم کچھ نہیں کر سکتے)
اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ تمام رات ایک سجدہ میں گذار دیتے۔ اور سجدہ سے اُسوقت
تک سر نہ اُٹھاتے جب تک کہ حق سبحانہ کے سامنے روتے روتے شدت غم سے انکو اپنی ہڈیاں گھلنے
کا احساس نہ ہوتا۔ اور عتبہ الغلام کی یہ حالت تھی۔ کہ جب سے اُنھوں نے توبہ کی اُسوقت سے نہ انکو
کھانا معلوم ہوتا نہ پینا اور نہ سونا یہانتک کہ اسی حالت میں اُنکا انتقال ہوگیا۔ اور جب مسروق رحمۃ اللہ علیہ
نے حج کیا تو زمین سے پیٹھ نہ لگاتے تھے بلکہ جب کسی وقت نیند کا بہت غلبہ ہوتا۔ تو بیٹھے بیٹھے اونگھ لیتے تھے
اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے عابدوں سے فرماتے۔ کہ تم لوگ عابد نہیں ہو بلکہ تم عبادت سے لذت
لینے والے ہو (یعنے جسطرح تمہارا کھانے کو جی چاہا کھالیا۔ پینے کو جی چاہا پی لیا۔ سیر کو جی چاہا سیر کر لی۔ یوں ہی
جب کسی وقت عبادت کو جی چاہا عبادت بھی کر لی تو یہ عبادت نہیں۔ بلکہ نفس پرستی ہے) ہم نے دیکھا
ہیں۔ کہ جب اُنکی عمر چالیس برس کی ہوجاتی تو سونے کا بستر لپیٹ کر رکھدیتے۔ اور ہمیشہ شب بیداری
کر لیتے اور کہمس بن حسن رحمۃ اللہ کا قاعدہ تھا کہ ہر روز ہزار رکعت پڑھتے تھے اور جب فارغ ہوتے تو انمیں
چلنے کی قوت نہ رہتی تھی بلکہ یوں چلتے تھے جیسے تھکا ہوا اونٹ چلتا ہو۔ اور اسکے بعد بھی قناعت نہ کرتے
تھے۔ بلکہ اپنے نفس سے فرماتے کہ اے ہر برائی کے مرجع بہت آرام کر لیا۔ اب اس دوسری عبادت کیلئے
اٹھ اور جب آخر عمر میں بہت کمزور ہوگئے تو دوسو رکعت پڑھتے۔ اور روتے اور فرماتے کہ دیکھئے خدا میری کیا
گت بناتا ہے۔ میں نے اپنی آدھی عبادت کم کر دی۔ اور اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ پر جب نیند کا غلبہ ہوتا اور
آنکھ لگ جاتی تو گھبرا کر اور خوفزدہ ہو کر جاگ جاتے اور فرماتے۔ کہ اے اللہ میں آپ سے سونے والی آنکھ

اور ملامت کرنیوالے نفس اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور ابن ابجویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں بہت سے لوگوں کی صحبت میں رہا ہوں۔ جو رات کو بیداری کی مشقت جھیلتے تھے۔ مگر امام ابو حنیفہ سے بہتر مشقت جھیلنے والا میری نظر سے نہیں گذرا۔ چنانچہ میں اُنکے پاس چھ مہینے رہا مگر اس عرصہ میں انھوں نے ایک رات بھی زمین سے کمر نہیں لگائی۔ اور ابن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ نے تیس برس تک عشار کی وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ اور ایک روایت میں چالیس برس ہیں۔ اور ایک میں پینتالیس۔ اور ایک میں پچاس۔ اور یہ ممکن ہے کہ سب صحیح ہوں اور ہر راوی نے اپنے زمانہ تک کی حالت بیان کی ہو۔ واللہ اعلم۔ اور ابو یوسف بن خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اولاً صرف آدھی رات کا احیار فرماتے تھے۔ اتفاقاً کچھ لوگوں کا اُن پر گذر ہوا۔ تو اُنکو یہ کہتے سُنا کہ یہ شخص تمام رات کا احیار کرتا ہے۔ اور امام کی طرف اشارہ کیا۔ یہ سنکر امام صاحب نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے متعلق وہ بات بیان کی جاتی ہے جو میں نہیں کرتا۔ اُس کے بعد سے تمام شب قیام فرمانے لگے۔ اور وفات تک یہی معمول رکھا۔ اور ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ امام ابو حنیفہ کیلئے رات میں کوئی بستر نہ ہوتا تھا۔ بلکہ وہ صرف بیٹھے بیٹھے ہی ذرا سی دیر قیلولہ کرتے تھے۔ اور سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ پرہیزگار دیکھا اور نہ اُن سے زیادہ عابد۔ اور ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ نہ رات کو زمین سے کمر لگاتے۔ اور نہ دن کو۔ کیونکہ اُنکو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ میں خدا کے سامنے ہوں۔ اور اس خیال کے سبب وہ لیٹ نہ سکتے تھے۔ اُنکا تکیہ اُنکا گھٹنہ ہوتا تھا اور وہ ظہر اور عصر کے درمیان تھوڑی دیر گھٹنہ پر سر رکھکر سو جاتے تھے۔ اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں جب کبھی سوتا ہوں مجھے ضرور یہ اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ مبادا میں سوتا ہوں اور مجھ پر عذاب نازل ہو (کہ نالائق تو سونیکے واسطے پیدا کیا گیا ہے) اور اگر نہ سونا میرے امکان میں ہوتا تو میں تو کبھی نہ سوتا۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں اہل بدر میں سے ستر آدمیوں سے ملا ہوں۔ اُنکی حالت یہ تھی کہ اگر اس زمانہ کے لوگ اُنکو دیکھتے تو کہتے کہ یہ دیوانہ ہیں۔ اور وہ ان باتوں کو دیکھتے جو آجکل لوگ کر رہے ہیں۔ تو کہتے کہ یہ لوگ حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے یا آخرت میں انکا کچھ حصہ نہیں نیز اُنکی یہ حالت تھی۔ کہ وہ مسجد میں وضو اور جماعت کیلئے جاتے (یا کسی اور ضرورت شرعی) کے سوا گھر سے نہ نکلتے تھے۔ اور مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں نے مالک بن دینار کو دیکھا۔ کہ اُنھوں نے عشار کے بعد وضو کی۔ اور نماز پڑھتے رہے کھڑے ہوئے۔ اور اپنی ڈاڑھی پکڑ کر روتے اور آہ و زاری کرتے رہے۔ یہانتک کہ اسی حالت

اور نماز نہ پڑھ سکے۔ اور ان حضرات کی یہ حالت تھی کہ جب رات آتی تو انکو اسکی طرف رغبت اور شوق ہوتا۔ بدین خیال کہ اب وہ وقت آتا ہے جسمیں وہ حق تعالیٰ کے حضور میں تنہا ہونگے۔ اور جب دن ہوتا تو مکدر ہوتے بدیں اندیشہ کہ اب لوگ انکو خدا کی عبادت سے روکدیں گے اور یہ لوگ عبادت کے انتہائی رتبہ پر پہونچے ہوئے تھے۔ اور یہ حالت تھی کہ اگر کسی سے یہ کہا جاتا کہ قیامت کل آجاویگی۔ تو جو حالت انکی اسوقت تھی اسمیں وہ کچھ اضافہ نہ کر سکتے۔ اور ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اکثر عشار کی نماز پڑھکر لیٹ جاتے اور صبح تک لیٹے رہتے اور فرماتے کہ آج رات دوزخ کے خوف نے نہ مجھے سونے دیا اور نہ نماز پڑھنے دی اور نہ کلام کرنے دیا۔ اور صبح کی نماز عشا ہی کی وضو سے پڑھ لیتے اور شداد بن ادیس رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت ہوتی کہ صبح تک یوں بیتاب رہتے جیسے ٹھیکری میں گیہوں کا دانہ بھن رہا ہو۔ اور فرماتے کہ دوزخ کے خوف نے اس شب نہ مجھے سونے دیا۔ اور نہ نماز پڑھنے دی۔ اور نہ کلام کرنے دیا میں کہتا ہوں کہ اکابر دوزخ سے اسلئے ڈرتے تھے کہ اسمیں لوگ حق تعالیٰ سے محجوب ہونگے۔ اور خود دوزخ سے خوف نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے علیٰ ہذا اکابر جنت کو پسند کرتے ہیں۔ وہ کھانے پینے وغیرہ کیوجہ سے پسند نہیں کرتے۔ بلکہ اسلئے پسند کرتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کا مقام ہے۔ واللہ اعلم (میں کہتا ہوں کہ یہ مضمون خلاف تحقیق ہے۔ اور منشا اسکا غلبہ حال ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اصل کمال یہ ہے۔ کہ ہر چیز کا اسطرح ادراک ہو جسطرح کہ وہ واقع میں ہے جب یہ معلوم ہوگیا۔ تو اب سمجھو کہ دوزخ واقع میں خوف کے قابل۔ اور جنت واقع میں رغبت ہے پس دوزخ سے اور جنت کی رغبت قطع نظر اس سے کہ ایک دار الحجاب ہے۔ اور دوسرا مقام عین کمال ہوگا نہ کہ نقصان۔ بلکہ اگر کسی کو دوزخ کا خوف اور جنت کی خواہش مقصود انہ ہو تو یہ نقص نہ کہ کمال۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ اکابر کو نہ دوزخ کا خوف ہوتا ہے۔ اور نہ جنت کی رغبت بلکہ انکو دوزخ کا خوف دو وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک اسلئے کہ دوزخ مولم ہے۔ اور دوسرے اسلئے کہ وہ دار الحجاب ہے۔ اور جنت کی رغبت بھی دو وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک اسلئے کہ وہ محل آرام و آسائش ہے۔ اور دوسرے اسلئے کہ وہ دار المشاہدہ ہے۔ برخلاف مغلوب الحال حضرات کے جنمیں حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ بھی داخل ہیں کہ ان کو صرف ایک ہی وجہ سے خوف اور ایک ہی وجہ سے رغبت ہوتی ہے۔ پس ان حضرات کی حالت پہلے قسم کے لوگوں سے ادنیٰ ہے۔ اور انکی اعلیٰ ہے۔ رہا یہ کہنا کہ وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ علی الاطلاق صحیح نہیں کیونکہ وہ سانپ بچھو وغیرہ سے ضرور ڈرتے ہیں۔ بشرطیکہ مغلوب نہ ہوں۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جب خدا کے خوف

اور کسی اور کے خوف میں تزاحم ہوا سوقت وہ کسی اور سے نہیں ڈرتے لیکن دوزخ کے خوف اور خدا کے خوف
میں تزاحم نہیں بلکہ اول ثانی میں متعین ہے اسلئے وہ لا یخشون احداً الا اللہ کی منافی نہیں ہے اور حضرت
اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اسقدر نماز پڑھتے تھے کہ نماز
پڑھنے کے بعد اُن میں طول قیام کے سبب اتنی قوت نہ رہتی تھی کہ وہ اپنے بستر تک جا سکتے اور اسلئے وہ
اپنے بستر پر یوں چلکر آتے جیسے تھکا ہوا اونٹ پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلتا ہو۔ اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے۔ کہ اگر عبادت کوئی پرند ہوتی تو نماز روزہ اسکے دو بازو ہوتے (مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ
اسقدر ضروری ہیں کہ اُنکے بغیر عبادت عبادت ہی نہیں۔ جیسا کہ پرند کہ وہ بازوؤں ہی کے ذریعہ سے پرند ہے
اور اگر اُسکے بازو نہ ہوں تو وہ محض ایک جانور ہے اور پرند نہیں) نیز یہ لوگ جاڑوں کے زمانہ میں کوٹھوں پر
سوتے تھے اور باریک کپڑے پہنتے تھے تاکہ اُنکو سردی لگے اور وہ غفلت کی نیند نہ سو سکیں۔ اور فاطمہ
بنت عبد الملک (عمر بن عبد العزیز کی بیوی) فرماتی تھیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ جب سے عمر بن عبد العزیز کو خلافت
ملی تھی اُسوقت سے انھوں نے کبھی غسل جنابت کیا ہو۔ اور اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سخت گرمی کے زمانہ
میں روزہ رکھتے یہانتک کہ اُنکا بدن کبھی زرد ہو جاتا۔ اور کبھی سبز۔ اسپر کسی نے عرض کیا کہ آپ اس جسم کو کب
تک عذاب دیتے رہیں گے۔ بس کیجئے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اسکی راحت اور چین مقصود ہے (کیونکہ جب میں
دنیا میں اسے تکلیف دونگا تب آخرت میں اسے راحت ملیگی۔ اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے
مکان میں قبر کھود رکھی تھی۔ اور ہر شب اُسمیں اتر کر صبح تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اور جب خلافت عمر
بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچی ہے تو اُنکا دستور تھا کہ نہ رات کو سوتے نہ دن کو اور فرماتے تھے
کہ اگر میں رات کو سوتا ہوں تو اپنے کو برباد کرتا ہوں۔ اور اگر دن کو سوتا ہوں تو رعیت کو برباد کرتا ہوں
حالانکہ اُنکے متعلق مجھسے باز پرس ہونیوالی ہے (اسلئے نہ دنکو سو سکتا ہوں اور نہ رات کو) آہ بس تم
ان حضرات کے حالات کو دیکھکر اپنی حالت کو دیکھو (کہ کہاں تک ان حضرات کے مطابق ہے) نیز جو لوگ
اس زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ جو کہ حرام اور مشتبہ مال کھاتے ہیں۔ اور خوشبودار کپڑے پہنتے۔ اور اُنکی
زبان پر اکثر یہ بات آتی ہے۔ کہ واہ میاں اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ یعنے اگر ہم حرام کھائیں گے تو
اس سے ہمارے مرتبہ میں کوئی کمی نہ آئیگی۔ اُنکے اس قول میں غور کرو اور دیکھو کہ وہ اکابر سلف کے
اقوال و احوال کے کہانتک مطابق ہے) غرض ان باتوں کو خوب سمجھو اور اگر تمہارا نفس نصیحت قبول

Marfat.com

کرے (اور کرنی چاہئیے) تو اس سے مناقشہ کرتے رہو (اور اسے آزاد نہ چھوڑو) والحمد للہ رب العالمین۔(۷۸) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے۔ کہ اُنکو اس بات کا بہت خوف رہتا ہے کہ مبادا اُنکے علم اور اُنکے عمل سے اُنکے مخلوق خدا کو دین و دنیا کی بہبودی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہ پیدا ہو جاوے جو اُنکے دین کو برباد کرے (مثلاً حب جاہ حب مال اور جب اُنکی یہ حالت ہوتی ہے) تو ہمکو انمیں سے کسی کی نسبت یہ نہ گمان کرنا چاہئیے کہ وہ دنیا کے کسی کام میں سردار بننا چاہتے ہیں بلکہ اُنکی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ فتوی کو بھی ناپسند کرتے ہیں (گو بضرورت اسے اختیار کرنا پڑتا ہے) کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مفتی اللہ تعالیٰ اور اُسکے بندوں کے معاملہ میں مداخلت کرتا ہے (اور اس سے فتوی کی گونہ مذمت مترشح ہوتی ہے۔ گو ضرورت کیلئے اس کا اختیار کرنا واجب ہے) اور عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے ایک سو بیس صحابیوں کو دیکھا ہے جنکی یہ حالت تھی کہ انمیں سے جو محدث ہوتا وہ اُسکا متمنی ہوتا کہ کاش حدیث بیان کرنے کا کام کوئی اور اپنے ذمہ لے لے۔ اور میں سبکدوش ہو جاؤں اور جو مفتی ہوتا وہ اسکا متمنی ہوتا کہ کاش فتوی کو کوئی اور اپنے ذمہ لے لے اور میں اس بار سے بچ جاؤں یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ یہ بات عالم کے دین میں خرابی پیدا کرنیوالی ہے کہ کلام [illegible] اور استماع سے زیادہ پسند ہو (مطلب یہ ہے۔ کہ ساکت ہو کر سننا اسمیں دین کا زیادہ بچاؤ ہے۔ بہ نسبت کلام کرنیکے۔ کیونکہ کلام میں مقتدائیت کی شان ہے۔ جو مفضی ہے حب جاہ کی طرف نعوذ باللہ [illegible]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص بہت عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک مگر اتنی بات ہے کہ ایک ہفتہ میں یا فرمایا کہ ایک دن میں مہینہ بھر کا کلام کر لیتا ہے (مقصد [illegible] کثرت کلام کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے ابراہیم [illegible] بارہ میں بہت ہی کوشش کی۔ کہ کسی طرح مسجد میں بیٹھکر حدیث کا درس دیں مگر انھوں نے نہیں مانا۔ اور جب وہ مسجد میں تشریف لاتے تو نہ (بڑے لوگوں کی طرح) ستون سے تکیہ لگاتے اور نہ دیوار سے (بلکہ معمولی آدمیوں کی طرح بیٹھ جاتے) اور زہری رحمۃ اللہ علیہ باوجود تبحر علمی کے فتوی نہ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ (فتوی کے کیلئے بڑے علم کی ضرورت ہے) جو شخص بلا تبحر علمی کے فتوی دے امام کو حق ہے کہ وہ اُسے سزا دے کیونکہ مفتی جہنم کے کنارے پر ہوتا ہے (ذرا چوکا اور دہم سے دوزخ میں گرا) بس جو شخص بلا کثرت علم کے فتوی دے گا۔ وہ گویا جہنم میں خود گرنا چاہتا ہے۔ اور امام کو حق ہے کہ اُسے روکے) میں کہتا ہوں کہ [illegible]

Marfat.com

وجہ سے بہت سے حضرات مسند افتا پر نہیں بیٹھے۔ کیونکہ اُن کو اپنے لئے احتیاط مقصود تھی۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میرے لئے لوگوں کو درہم و دینار دینا اس سے زیادہ پسند اور آسان کہ میں اُن سے حدیث بیان کروں۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمیوں کے گرد جوتوں کی کھٹ پٹ کیسا تھ ہم سے احمقوں کے دل بہت کم ٹھکانے رہتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو کچھ لوگوں میں مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ خادمانہ طور پر اُسکی ساتھ چلتے ہیں تو ایسی حالت میں عجب اور کبر سے محفوظ رہنا ہر ایک کا کام نہیں۔ بلکہ بڑے لوگوں کا کام ہے) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز مڑ کر دیکھا کہ کچھ لوگ خادمانہ طور پر پیچھے آرہے ہیں۔ یہ دیکھکر آپنے فرمایا کہ صاحبو اگر تم میرے وہ افعال دیکھو جو دروازہ بند کرکے کرتا ہوں جن سے خدا سے غافل ہو جانا۔ اور ہوی بچوں میں لگ جانا۔ تو پھر تم میں سے کوئی بھی میرے پیچھے پیچھے نہ چلے اور ایک روز عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جا رہے ہیں اور لوگ پیچھے ہیں۔ یہ دیکھکر آپ دُرّہ لیکر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مارنے جھپٹ گئے اور فرمایا کہ اسمیں متبوع کے دین کی خرابی اور تابع کی ذلت ہے۔ اور سلمان فارسی جب لوگوں کو اپنے پیچھے چلتے دیکھتے تو فرماتے کہ صاحبو اسمیں تمھارا تو فائدہ ہے مگر میرا نقصان ہے (کہ اس سے میرے اندر کبر و عجب پیدا ہوتا ہے) اب اگر تم چاہو تو لوٹ جاؤ اور میرے پیچھے نہ چلو۔ اور جب کوئی ربیع بن خثیم کے پیچھے چلتا تو فرماتے کہ صاحبو اگر مجھے تمھاری زبانوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں تمھیں حدیثیں نہ سناتا (مگر چونکہ مجھے ڈر ہے کہ تم مجھے بُرا بھلا کہو گے اس لئے میں نے اسکو گوارا کر رکھا ہے) اسپر کسی نے کہا کہ (آپ حدیث بیان کرنے سے اتنے کیوں بچتے ہیں اسمیں سراسر نفع ہے) ممکن ہے اللہ آپکے اور آپ کے علم کے ذریعہ سے لوگوں کو نفع بخشے۔ تو آپنے فرمایا کہ یہ بہت بعید ہے کیونکہ جب خود مجھے نفع نہیں ہوا تو دوسروں کو کیا نفع ہو سکتا ہے اور فرماتے تھے کہ جو شخص اسکو پسند کرے کہ تم بغرض استفادہ اسکے پاس بیٹھو تو اسکے پاس نہ بیٹھو۔ اور جو شخص اسکو پسند کرے کہ تم اسکے لئے کھڑے ہو۔ تو تو اُسکے لئے کھڑے مت ہو (کیونکہ وہ خود بین خود پسند ہے۔ اور نہ تعظیم کے لائق ہے نہ استفادہ) اور یحیی بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کسی کو حدیث بیان کرنے میں لطف آئے تو اُسے چاہئے کہ حدیث نہ بیان کرے (کیونکہ یہ علامت ہے حب جاہ کی) اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جنکی یہ حالت تھی کہ اگر اُن پر کوئی حکمت کی بات منکشف ہوتی تو اُسے شہرت کے ڈر سے چھپا تے تھے۔ حالانکہ اگر وہ اُسکو ظاہر کرتے تو اس سے انھیں بھی نفع ہوتا اور اُنکے ساتھیوں کو بھی نفع ہو

Marfat.com

جب لوگ انکے پاس جمع ہوتے تو اسوقت وہ اسکو ناپسند کرتے تھے کہ اپنا کوئی معتبر ملفوظ انکے سامنے بیان
کریں (کیونکہ انکو شہرت کا خوف ہوتا تھا) اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کے ایسے بندے
بھی ہیں جنکو صرف اسکے خوف نے خاموش کر رکھا ہے ورنہ وہ خوب بولنے والے ہیں (مطلب یہ ہے کہ انہوں
نے جو کلام ترک کر رکھا ہے تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ انھیں بولنا نہیں آتا بلکہ انھوں نے خدا کے خوف سے
خاموشی کو تکلم پر ترجیح دی ہے اور تکلم کے مفاسد کو دیکھکر کلام کو ترک کیا ہے) اور حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے کہ خانقاہ میں (دکان جماکر وہ بیٹھے گا) جسکو دنیا سمیٹنا مقصود ہو۔ اور اسمعیل بن خلف نے سفیان
ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب آپ حدیث کا درس دیتے ہیں تو آپکی طبیعت میں نشاط اور آواز میں بلندی
ہوتی ہے۔ اور جب آپ حدیث کا درس نہیں دیتے ہوتے اسوقت آپ مردہ سے ہوتے ہیں اسکی کیا وجہ
ہے انہوں نے فرمایا کہ بھائی تمھیں معلوم نہیں کہ کلام کے لئے بھی فتنہ ہے۔ واللہ جب میرے پاس تین آدمیوں سے
زیادہ بیٹھتے ہیں تو میری حالت اور کچھ ہو جاتی ہے (مطلب یہ تھا کہ یہ جوش اور نشاط ایک مرض قلبی کا اثر ہے
جس کا نام حب جاہ ہے۔ اس واقعہ سے ان حضرات کے خلوص کا اندازہ کرنا چاہئے کہ اپنے عیب کو کس قدر
صفائی سے بیان فرما رہے ہیں) اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ احمقوں کا مقصود تو انشا پردازی
ہوتے ہیں (بس انھوں نے الفاظ سیکھے اور انکو بیان کرنا شروع کر دیا تاکہ لوگ انکو عالم سمجھیں) اور علما کا
مقصود فہم دین ہوتا ہے (اور وہ نصوص میں غور کرتے اور انکے ہدایت کے مطابق عمل کرتے ہیں) اور
ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ وعظ کو ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ (یہ کام علی العموم الا ماشاء اللہ طالب
شہرت کا ہے چنانچہ) معلوم ہوا ہے کہ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کوفہ کی مسجد میں
تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک واعظ کو وعظ کہتے دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ شخص طالب شہرت
ہے کہتا ہے کہ مجھے پہچانو میں فلاں ہوں۔ اور ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو امام اوزاعی کے حلقۂ درس
کا حال معلوم ہوا تو آپنے دیکھا ایک بڑا انبوہ جمع ہے یہ دیکھکر آپنے فرمایا کہ اگر یہ اژدحام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ہوتا
تو وہ بھی اسکے عاجز ہو جاتے (اور اسکا تحمل نہ کر سکتے۔ یعنے انپر بھی اسکا اثر ہوتا اور انکے نفس میں بھی خرابی آ
جاتی) اسکی اطلاع امام اوزاعی کو ہوئی تو انھوں نے اسی روز سے درس کے لئے بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اور جبکہ عیسی
بن یونس رحمۃ اللہ علیہ مکہ آئے تو مسجد حرام میں لوگوں نے انکو گھیر لیا اور انکے گرد ہجوم کر لیا (اور درس
تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا) اتفاق سے ایک روز فضیل بن عیاض بھی وہاں پہنچ گئے (جب انکے

Marfat.com

حلقہ کی یہ حالت دیکھی) تو اُنکے پاس گئے اور فرمایا کہ بھائی اپنے دل کو دیکھ لو شاید کثرت ازدحام سے پہلی سی حالت نہ رہی ہو۔ سو تھوڑی دیر علیہ نے اپنے نفس کو دیکھا اور دیکھکر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس روز سے بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ اگر تم سے ہو سکے کہ تم ایسے عالم ہو جس کو کوئی نہ جانے تو ضرور ایسا کرو کیونکہ اگر لوگ تمھارے کمالات پر مطلع ہو جاوینگے تو تمھارے بوٹیاں کیا جائیں گے۔ اور لوگوں نے سفیان بن عیینہ سے اسکی درخواست کی کہ وہ ایک خاص مقام پر بیٹھ کر اُن سے احادیث بیان فرمایا کریں آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ نہ میں احادیث بیان کرنیکا اہل ہوں اور نہ تم اُنکے سننے کے اہل ہو میری تمھاری بالکل ایسی مثال ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔ ہم دونوں اپنے حال پر رسوا ہو گئے تو آپس میں اصطلاح مقرر کرلی (کہ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو) اور علقمہ سے کہا گیا کہ آپ جاکر بیٹھکر لوگوں سے حدیثیں کیوں نہیں بیان فرماتے کہ آپکو اسپر ثواب ہو۔ آپنے فرمایا کہ کیا تکلم اس پر راضی ہے کہ وہ برابر سرابر چھوٹ جاوے کہ نہ اُس سے مواخذہ ہو اور نہ اسے اجر ملے (مطلب یہ تھا کہ تم مجھے ثواب کی امید دلاتے ہو مگر میں اسکو غنیمت سمجھتا ہوں کہ نہ عذاب ہو نہ ثواب ورنہ ہم لوگ مستحق تو اسکے ہیں کہ ہمیں سزا دی جاوے۔ کیونکہ ہم میں نہ خلوص ہے اور نہ احتیاط فی التکلم اور جب بشر حافی نے درس حدیث کے لئے بیٹھنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جب اپ سے یہ سوال ہو گا کہ تم نے ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لوگوں کو سنانی کیوں چھوڑ دی تھی تو آپنے فرمایا کہ میں یہ جواب دونگا کہ اللہ آپنے مجھے خلوص کا حکم دیا تھا اور میں نے اپنے اندر خلوص نہ پایا اسلئے میں نے چھوڑ دیا۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرنے بیٹھے تو جب اُنکو اپنے حسن بیان اور اپنے حلقہ کے بڑے ہونیکے سبب سرور محسوس ہوتا تو گھبرا کر اور خوف زدہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور حدیث بیان کرنا چھوڑ دیتے اور فرماتے کہ خدا کی پناہ ہم تو بے خبری ہی میں پکڑ لئے گئے تھے (خیر خدا نے کی کہ جلدی ہوش آگیا) اور میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ واعظ تین باتوں میں سے ایک بات سے خالی نہیں ہوتا یا تو وہ اپنے وعظ کو ایسے باتوں سے فربہ و باوقعت کریگا جس سے اُسکا دین دبلا ہو (مثلاً موضوعات کا استعمال۔ یا عوام کے مذاق کی مناسب رعایت وغیرہ) یا اپنے وعظ پر خوش ہو گا (جو کہ عجب ہے) یا ایسی باتیں کہے گا جو خود نہیں کرتا اھ میں کہتا ہوں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ حالت اکثری ہے۔ ورنہ عارف سے شریعت اسکا بھی مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے کلام کو فربہ و باوقعت بنائے

Marfat.com

تاکہ مقصود نصیحت حاصل ہو) اور اسکا بھی کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات کو پسند کرے مگر اسلئے کہ وہ دوسرے کی بنائی ہوئی ہے۔ اور اس کا بھی کہ وہ اپنے نفس کو اس بارہ میں متہم سمجھے کہ جو وہ کہتا ہے وہ خود نہیں کرتا۔ کیونکہ کیونکہ کوئی شخص اگرچہ وہ اپنے عمل میں اخلاق کی کتنی ہی کوشش کرے۔ حد ملامت سے نہیں نکل سکتا اور ما صلاً ناقابل ملامت نہیں ہو سکتا پس ضرور ہے کہ میمون بن مہران کے اس ملفوظ کو عوام پر محمول کیا جاوے۔ نہ کہ اسکو مطلق رکھا جاوے (میں کہتا ہوں کہ اتنا تو صحیح ہے۔ کہ اس کلام کا تعلق عوام سے ہے۔ نہ کہ اہل اللہ سے۔ مگر اسکی وجہ وہ نہیں جو شیخ نے بیان کی۔ کیونکہ گو تسمیں قول اہل اللہ سے مطلوب ہے۔ مگر وہ تسمیں وہ نہیں ہے جسکا میمون کے قول میں ذکر ہے کیونکہ وہاں تسمیں بما لم یزل دینہ مذکور ہے اور وہ اہل اللہ میں نہیں پائی جاتی علیٰ ہذا اعجاب بالقول گو عرفا میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اعجاب نہیں جسکا ذکر میمون رحمۃ اللہ کے ملفوظ میں ہے کیونکہ وہاں اعجاب بالقول سے وہ اعجاب مراد ہے جو ناشی ہے خود پسندی سے اور یہ بات اہل اللہ میں نہیں ہوتی اسیطرح اس ملفوظ میں قول بما لا یفعل کا ذکر ہے نہ کہ اتہام نفس کا۔ اور یہ بات بھی اہل اللہ میں نہیں پائی جاتی پس یوں کہنا چاہئے کہ واعظ سے مطلقاً واعظ مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو عیوب بیان کئے گئے ہیں وہ اہل اللہ میں نہیں ہوتے بلکہ اس سے مراد خاص واعظ ہے یعنے وہ واعظ جو عامی ہو۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

اور ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ دوسرے لوگ انکے علم سے زندہ ہیں اور اس سے ہلاک ہو رہے ہیں کیونکہ اسکے ذریعہ سے وہ خود پسندی اور خود بینی میں مبتلا ہیں۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جو علماء کا علم سمجھتے ہیں مگر کام احمقوں کے کرتے ہیں اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں اور ثابت بنانی اور یزید رقاشی انس بن مالک ان کی خدمت میں حدیث سننے کیلئے حاضر ہوتے تھے تو آپ ہم سے فرماتے تھے کہ تم لوگ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مشابہ ہو پھر فرماتے (تم نہیں بلکہ) تمہارے سر اور تمہاری ڈاڑھیاں (اس سے مقصود ایک خوبصورت عنوان سے انکو نصیحت کرنا اور یہ جتلانا ہوتا تھا کہ تم نے صورت تو صحابہ کی سی بنا رکھی ہے اعمال ان کیسے نہیں کرتے) اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ وہ صاحب علم جو اپنے علم پر عمل نہ کرے اسکی ایسی مثال ہے جیسے وہ اندھا جو ہاتھ میں چراغ لئے ہو تاکہ اس سے دوسرے لوگ روشنی حاصل کریں (اور خود اس سے کچھ نفع نہ حاصل کرے) اور وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر علماء جبکہ وہ اپنے علم پر عمل نہ کرتے تھے تو لوگوں سے کہدیتے کہ ہمارے علم کو لیلو اور اعمال صالحہ کے ترک میں

Marfat.com

ہمارے اقتدا نہ کرو تاکہ تم نجات پا جاؤ تو یہ اُنکے لئے بہتر ہوتا۔ مگر انھوں نے لوگوں کو دھوکا دیا اور علم کے ساتھ اسپر عمل کے بھی مدعی ہوئے اور اس ذریعہ انھوں نے لوگوں کو اپنے گندہ افعال کی طرف کھینچ لیا (جس سے خود بھی غارت ہوئے اور دوسروں کو بھی غارت کیا) اور عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگر تم دانشمند عالم ہو تو اپنے کانوں کو چھلنیاں نہ بناؤ جنکا کام یہ ہوتا کہ وہ آٹے کو چھوڑ دیتیں اور بھوسی کو روک لیتی ہیں یعنے تم جب اچھی اور بُری ہر قسم کی باتیں سنتے ہو تو یہ نہ کرو کہ اچھی باتوں کو تو ادہر ہی ادہر اڑا دیا۔ اور بُری باتوں کو لیکر اُنپر عمل کرنے لگے کیونکہ یہ بات دانشمندی کے خلاف ہے) اور ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی عالم سے مناظرہ کرو۔ اور وہ غصہ ہو جاوے تو اس سے بہت ڈرو کیونکہ اُسکے پاس دین کا سرمایہ نہیں رہا (مگر یہ اُس وقت ہے جبکہ مناظرہ کرنے والے کے اندر مناظرہ کی قابلیت بھی ہو اور اسکے اندر انصاف اور طلب حق بھی ہو۔ اور کوڑ مغز کج فہم بھی نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی مناظرہ کا اہل نہیں یا اسکے اندر انصاف اور طلب حق نہیں یا کوڑ مغز کج فہم ہے جیسا کہ اکثر عوام یا ادعیائے علم کی حالت ہے تو ایسی حالت میں اسپر غصہ آجانا خلاف دین نہیں بلکہ فطری و طبعی امر ہے اسپر اعتراض نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اسمیں قصور اس مناظرہ کرنیوالے کا ہے نہ کہ غصہ کرنیوالے کا۔ ۱۲ مترجم) اور عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اہل علم (تابعین) سے فرماتے تھے کہ تم نے علم کو بٹہ لگا دیا اور اسکی قدر کھو دی (کہ ہر نا اہل عالم بن بیٹھا) بخدا اگر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجھ جیسے شخص کو تمھیں حدیثیں تعلیم کرتے دیکھتے تو مجھ بھی پیٹتے اور تمھیں بھی اور اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے بیس برس سے کوئی ایسا صاحب علم نہیں دیکھا جسکا مقصود علم سے رضائے خدا ہو بلکہ اب تو علم محتاجوں کا پیشہ ہو گیا ہے (کہ جسے کھانے کو نہ ملا اُس نے سوچا کہ چلو علم حاصل کریں اور علم حاصل کرکے دنیا سمیٹنی شروع کی) اور شعبہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ محض خلوص سے حدیث کا طالب ہوا ہو بجز ہاشم دستوائی کے (انکا نام ہشام ہے نہ کہ ہاشم تہذیب التہذیب میں ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ قال امیۃ بن خالد عن شعبۃ ما من الناس احد اقول انہ طلب الحدیث یرید بہ وجہ اللہ الا ہشام وکان یقول لیتنا ننجو کفافا قال شعبۃ واذا کان ہشام یقول ہذا فکیف نحن اھ یعنے امیہ بن خالد شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کوئی شخص ایسا نہیں جسکی نسبت میں (وثوق کے ساتھ) یہ کہدوں کہ اُس نے حدیث کو محض خدا کے لئے طلب کیا ہے۔ سوائے ہشام کے اور باوجود اسکے وہ فرماتے تھے کہ کاش ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں کہ نہ عذاب ہو نہ ثواب یہ بیان فرما کر شعبہ فرماتے تھے کہ جب ہشام ایسا

Marfat.com

ایسا کہتے ہیں تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیے۔ مترجم) اور ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے زمانہ کے عالم [illegible]
کو باتوں ہی سے خوش کر دیتے ہیں اور انھیں عمل کی ضرورت نہیں اسی لئے انھوں نے عمل چھوڑ دیا ہے اور
سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ وہ کام کرتے تھے زبان سے کچھ نہ کہتے تھے اسکے بعد وہ لوگ ہوئے
جو کرتے بھی تھے اور کہتے بھی تھے (یہ بھی غنیمت تھے) اور اسکے بعد وہ ہوئے جو کرتے کچھ نہ تھے اور کہتے بہت
کچھ تھے (یہ بھی کسی قدر غنیمت ہیں) اور آئندہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسکے لوگ نہ کچھ کرینگے اور نہ کچھ کہیں گے
(یہ تو بالکل ہی ڈوب چکے ہونگے) اور عبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ
وہ دس دس آیت کر کے قرآن پڑھتے تھے (یعنی ایک مرتبہ دس آیتیں پڑھ لیں اور ان پر عمل شروع کر دیا جب ان
پر عامل ہو گئے تو دس اور پڑھ لیں اور ان پر بھی عمل شروع کر دیا) خلاصہ یہ کہ وہ ایک دہائی سے دوسری کی
اسوقت تک انتقال نہ کرتے تھے جبتک کہ وہ پڑھی ہوئی دس پر عامل نہ ہو جاتے۔ اور [illegible] سے ایک
کسی نے کہا کہ اے عالم ہمکو فتویٰ دیجئے آپ نے فرمایا کہ جیسا تیسا شخص تو عالم نہیں عالم وہ ہوتا ہے جو
ڈر خدا کے خوف سے الگ الگ ہو جائیں۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جبتک عالم
علم سے دنیا نہ کھینچے اس وقت تک وہ دین کا طبیب ہے اور جب وہ دنیا کھینچنے لگا اسوقت اسکی یہ مثال
ہوتی ہے کہ وہ مرض کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جب وہ خود مرض کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو دوسرے کا
کیا خاک کریگا۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کوئی امت سوائے اپنے علماء سوء [illegible]
کے اور کسی سبب سے ہلاک نہ ہوگی یہ لوگ خدا کے رستہ پر بیٹھکر اپنے گندہ اعمال سے اللہ کے بندوں کو
مارتے ہیں۔ اھ اور مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پوچھا کہ سب سے برا آدمی کون ہے آپ نے فرمایا کہ علماء جبکہ وہ بگڑ جائیں اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ
شخص علم کو خدا کیلئے طلب کرتا ہے اسکی علامت یہ ہے کہ وہ زہد ورع خوف خدا سے متخلق ہوگا اور لوگوں
کی ایذا کا تحمل کریگا۔ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علماء رخصت ہو گئے اور انکے علم کا بچا کھچا [illegible]
برے برتنوں میں رہ گیا ہے (یعنی آجکل کے عالم برے برتن ہیں اور انکا علم اگلے علماء کا بچا کھچا [illegible]
نہ انکا پورا علم) اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عالم جب دنیا سے بے تعلق نہ ہو تو وہ اس زمانہ والوں پر
عذاب اور ذریعہ امتحان ہے۔ اور فرماتے تھے کہ اے اہل علم تمہارے گھر ایوان کسریٰ بن گئے اور تمہارے اخلاق [illegible]
اخلاق بن گئے تو اب محمدیت کہاں ہے (اسکا تو خاتمہ ہو گیا) اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ [illegible]

Marfat.com

سنو کہ اے عویمر بتلا تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے راسخین فی العلم کی تفسیر دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے اور اپنے سلف کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کو عالم عراق ہو کر یہ کہتے شرم نہ آئی۔ کہ میں نہیں جانتا۔ فرمایا کہ فرشتوں کا ادب بھی ہم سے زیادہ ہے اور علم بھی مگر باایں ہمہ انھیں یہ کہتے شرم نہ آئی۔ لا علم لنا الا ما علمتنا یعنی جسقدر علم آپ نے ہمیں عنایت فرمایا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔ تو مجھے کیا شرم آئے۔ اور کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ آخر زمانہ میں علما اتقیا امرا پر یوں رشک کرینگے۔ جیسے عورتیں مردوں کے متعلق رشک کیا کرتی ہیں یہ لوگ بدترین خلق اللہ ہونگے اور عمر ابن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خبردار تم یہ نہ کہنا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم شطرنج کھیلتے۔ یا کسم کا رنگا کپڑا پہنتے یا نبیذ مثلث پیتے تھے کہ تم فاسق ہو جاؤ۔ کیونکہ انھوں نے اگر ایسا کیا ہے تو ممانعت کی اطلاع سے پہلے کیا ہے۔ اور تم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے طور پر کرتے ہو پس تمکو صحابہ سے کیا تعلق۔ اور حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص صرف علم کلام پر اکتفا کریگا اور نہ فقہ حاصل کریگا اور زہد اختیار کریگا اُسکا انجام یہ ہے کہ وہ زندیق ہو جاوے گا (کیونکہ اُس کا مدار عقلی گدوں پر ہوگا۔ اور دین کی خبر نہ ہوگی۔ تو زندقہ لازم ہے) اور جو شخص زہد پر اکتفا کریگا۔ نہ علم کلام حاصل کریگا اور نہ فقہ وہ بدعتی ہو جاویگا (کیونکہ اپنی طرف سے عبادت کے طریقے ایجاد کریگا۔ اور ان کو دین سمجھے گا۔ اور یہی بدعت ہے) اور جو صرف فقہ پر اکتفا کریگا نہ زہد حاصل کریگا۔ نہ کلام۔ وہ فاسق ہو جاویگا (کیونکہ دنیا کیلئے خلاف افعال کا ارتکاب کریگا) اور جو ان تینوں کو جمع کریگا وہ زندقہ بدعت

تنبیہ اس مقام پر یہ امر قابل غور ہے کہ اگر کلام و فقہ سے معنے متعارف مراد ہیں۔ تب تو بدون زہد و فقہ کے تزندق لازم نہیں آتا۔ کیونکہ علم کلام سے کتاب و سنت کے مطابق عقائد کی اصلاح ہو جاویگی۔ اور اگر کلام سے عقلی گد سے مراد ہیں۔ اور فقہ سے مطلق علم دین۔ تو پھر کلام کی ضرورت ثابت نہیں ہوتی۔ اور دور زندقہ بدعت اور فسق سے نجات صرف زہد و فقہ سے ہو سکتی ہے۔ مترجم۔ اور امام اوزاعی بلا اعراب کے کلام بولتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جب اعراب کا خیال ہوتا ہے تو پھر خشوع نہیں رہتا۔ ہم لوگ کلام کو اعراب دیکر اُسکو ٹھیک کرتے ہیں۔ مگر عمل میں برابر غلطی کرتے رہتے ہیں (اسکی اصلاح کی فکر نہیں ہے) اور ابو حفص حداد اپنے زمانہ کے علماء سے فرماتے تھے کہ صاحبو تم لوگ جزء کے جزء اور دفتر کے دفتر کب تک لکھتے رہو گے۔ علم تو ایک ہتھیار ہے۔ پس جب دشمن آپہونچا اور تم ابھی ہتھیار ہی اکٹھے کر رہے ہو۔ تو آخر

Marfat.com

اور امام مالکؒ فرماتے تھے۔ کہ جب عالم یہ چاہے کہ لوگ اُسکو عالم سمجھیں تو وہ شیطان سے بدتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شاید انکا مقصود یہ ہے کہ اُسکی یہ خواہش کہ لوگ عالم سمجھیں بلاضرورت شرعی ہو۔ اور ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے عالموں سے فرماتے۔ کہ تم میں بہت سے لوگ ہیں کہ اوروں کو خدا کو یاد دلاتے ہیں مگر خود اُسے بھولے ہوئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں۔ کہ دوسروں کو خدا سے ڈراتے ہیں مگر خود اُسکی نافرمانی میں دلیر ہیں اور بہت سے ایسے ہیں۔ کہ دوسروں کو خدا سے قریب کرتے ہیں۔ مگر خود اُس سے دور ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں مگر خود اُس سے بھاگتے ہیں۔ اور ایک روز ایک عورت ابراہیم بن یوسف کے پاس کھڑی ہو کر انکو دیکھنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں بی کیا کچھ کام ہے اُس نے کہا کہ کام تو کچھ نہیں صرف اتنی بات ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ عالم کی صورت دیکھنا عبادت ہے تو اسلئے میں تمھیں دیکھتی ہوں۔ یہ سنکر وہ اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ اور فرمایا کہ اس عورت کو بڑی بھاری غلطی ہوئی۔ بی جن لوگوں کی صورت دیکھنا عبادت تھا۔ وہ چالیس برس سے مقبروں کے اندر مٹی میں پڑے رہتے ہیں۔ جیسے احمد بن حنبل۔ خلف بن ایوب شقیق بلخی۔ اور ان جیسے دوسرے حضرات۔ بس تو انکی قبر پر جا اور انکو دیکھ۔ اور بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں جس کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جسے علم دیا گیا ہے یہی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے دین کی عوض میں روٹی کھا رہا ہے بجز چار شخصوں کے ایک ابراہیم بن ادہم۔ دوسرے وہیب بن الورد تیسرے سلمان خواص۔ چوتھے یوسف بن اسباط۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جسکو اُسکا علم رولادے اصل عالم وہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (الی قولہ) اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا۔ یعنے جب اُنکے روبرو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اھ بس اب تمھیں اپنی حالت میں غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے۔ کہ آیا ان حضرات کی طرح تم نے بھی اپنے علم و عمل کا حق ادا کیا ہے۔ یا تم کو ان سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ اور رات دن بکثرت اپنے لئے استغفار کرتے رہنا چاہئے والحمد للہ رب العالمین

(۹۷) اور منجملہ اُن کے اخلاق ایک یہ ہے۔ کہ جب اُنکے معتقدین امراء سے ملتے ہیں۔ تو وہ اُنکو خوب محبت و مسرت کہتے ہیں۔ اور جو اُنکو نصیحت کرتا ہے اُس کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اور جسقدر اُن کو علم زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ اپنے بارہ میں فسق کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ

یہ ہے کہ وہ اپنے تمام علوم پر عمل نہیں کر سکتا۔ اور جب آدمی اپنے تمام علوم پر عمل نہیں کرتا تو جن
پر وہ عمل نہیں کرتا ان کے سبب اسپر فسق کا لفظ ضرور عائد ہوگا۔ چنانچہ منجملہ عمل بالعلم کے ایک یہ ہے
کہ آدمی امراء سے دور رہے۔ اور اپنے علم کو دنیا اور مراتب دنیا کے شکار کا جال نہ بنا دے۔ اور اپنے
حلقہ درس کے بڑے ہونے سے خوش نہ ہو۔ اور لوگوں کے اس کہنے سے لذت نہ حاصل نہ کرے۔ کہ
فلاں عالم باعمل ہے۔ یا فلاں اپنے شہر کا سب سے بڑا عالم ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیساکہ علم پر عمل نہ کرنا یہ ہے
کہ ان کے خلاف باتوں کا حاصل کرے (اور جبکہ یہ امر معلوم ہو گیا کہ ان باتوں کا پابند ہونا علم پر عمل کرنا ہی
اور انکے خلاف کرنا اسپر عمل نہ کرنا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان باتوں سے پورے طور پر بچنا بہت مشکل
ہے اسلئے انکا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ فاسق ہیں) اور سیدی علی خواص فرماتے تھے۔ کہ آدمی کے علم پر عمل
نہ کرنے کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنی بزرگی کی شہرت کو پسند کرے۔ اور لوگوں کے اس کہنے سے
کہ فلاں شخص محب دنیا ہے۔ یا اپنے علم و عمل میں ریاکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تاک بھوں چڑھائے پس
اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امور مذکورہ سے خوش ہو۔ اور انکی ضد سے ناخوش وہ اپنے علم پر عمل
کرنے والا نہیں۔ اور اسکو اپنی حالت پر رونا چاہیئے (جاننا چاہیئے کہ تعریف سے خوشی اور مذمت سے رنج
کے دو درجے ہیں۔ ایک طبعی دوسرا اختیاری۔ یہاں خوشی اور رنج طبعی سے بحث نہیں۔ جو کہ ہر صحیح
الادراک غیر مغلوب الحال کیلئے لازم ہیں۔ بلکہ خوشی و رنج اختیاری سے بحث ہے۔ یعنی جو آدمی یہ چاہے
کہ لوگ میری تعریف کریں۔ اور مذمت نہ کریں۔ اور مدح کی صورت میں بوجہ حصول مطلوب کے خوش ہو۔
اور ذم کی صورت میں بوجہ فوات مقصود کے مغموم ہو۔ وہ شخص اپنے علم پر عامل نہیں۔ اسکو خوب
سمجھ لینا چاہیئے تحقیق یہ ہی ہے۔ اور اگر کسی بزرگ کے کلام سے مدح و ذم طبعی کی مذمت بھی مفہوم
ہو تو وہ انکا غلبہ حال ہے یا مزید احتیاط۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے اکثر منافق قراء[عہ] ہوں گے۔ اور وہب بن منبہ فرماتے تھے۔ کہ بنی اسرائیل
میں بھی بکثرت قراء تھے۔ اور اس امت میں بھی اس قسم کے قراء ہوں گے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے۔ کہ خدا سے ان امور سے پناہ مانگو جو دوسری صدی کے بعد قراء میں پیدا ہوں گے۔ اور
یاد رکھو کہ جو شخص آگ میں فسق کے سبب داخل ہوگا۔ وہ عذاب میں ان لوگوں سے کم ہوگا جو

عہ یعنی وہ اہل علم جو علمی مشغلہ رکھتے ہیں۔ جیسے درس و تدریس۔ وعظ گوئی۔ افتاء وغیرہ۔ ۱۲ منہ

کے ذریعہ سے اسمیں داخل ہونگے۔ اور ان سے بھی کم ہوگا۔ جو اسمیں تقرب خداوندی کے ذریعہ سے داخل ہو
نہ طیکہ انکو اپنے علم وعمل سے دکھاوا مقصود ہو (کیونکہ نفس تقرب الی اللہ موجب دخول نار نہیں) اور عبداللہ
ن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص کھلے ہوئے گناہوں کے ذریعہ دوزخ میں جاوے گا۔ (مثلاً
ری کے ذریعہ سے۔ شراب خواری کے ذریعہ سے وغیرہ وغیرہ) وہ اس سے کم ہوگا۔ جو اسمیں دکھاوے ا
ہرت کے سبب جاویگا۔ اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم یہ نہ سمجھتے تھے کہ ہم ایسے زمانہ تک
ندہ رہیں گے جسمیں شیطان قرا کے ساتھ یوں کھیلے گا۔ جیسے لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ اور عبدالعزیز بن ابی
واد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ زمانہ جاہلیت کے فاسق ہمارے زمانہ کے قرا سے زیادہ شرم رکھتے تھے
ر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ یحییٰ مجھے ڈر ہے کہ جب قیامت میں کہا جاویگا کہ فاسق
ا کہاں ہیں تو کہیں میری نسبت نہ کہہ دیا جاوے۔ کہ یہ بھی ان میں سے اسی کبھی پکڑو۔ اور ایک شخص
اد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا خبردار قرا کی فہرست میں اپنا
لکھانا۔ اسکا مقصد یہ نہیں کہ قاری ہونا بری چیز ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ آجکل قرا کی حالت نہایت
زور ہے۔ اور قاری ہوکر دین کو بچانا بہت مشکل ہے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ قرا
رتے رہو۔ اور مجھسے بھی ڈرتے رہو۔ کیونکہ (ان لوگوں کی بددینی اور نفسانیت کی یہ حالت ہے کہ) اگر
ں اپنی محبت کے سبب نہ کہ کسی کی عداوت کی وجہ سے ایک انار کے بارہ میں انکی مخالفت کروں اور
وں کہ وہ کھٹا ہے۔ اور وہ کہیں کہ نہیں بلکہ میٹھا ہے۔ تو ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ اس ا
ختلاف کی بنا پر مجھے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں وہ ظالم بادشاہ کے یہاں شکایت کرکے میرے قتل
یں۔ اب تم غور کرلو جنکی بددینی اور نفسانیت کی یہ حالت ہو۔ وہ ڈرنے کے قابل [illegible]
ۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا گھر قرا سے دور رہے بھلا مجھے ان لوگوں سے کیا واسطہ
نکی حالت یہ ہو کہ جب مجھے راحت میں دیکھیں۔ تو دیکھکر جلیں۔ اور اگر لغزش کی حالت میں دیکھیں تو
مجھے بدنام کریں۔ اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ دیکھو آجکل کے قرا کے پاس نہ بیٹھنا
کیونکہ شاید یہ کسی وقت تم پر حسد کریں اور تمہیں بدنام کرنے کیلئے تم پر جھوٹی تہمت لگادیں اور لوگ
انکی بات مانیں ہی گے (تو اس سے تمھیں ضرر پہونچے گا) اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے
ایک تو یہ بات نہایت بری ہے کہ عالم کے اندر احتیاط کم ہو۔ اور دوسری یہ بات نہایت بری

کہ کوئی عالم کسی مالدار آدمی سے تعلق رکھے یا کسی مالدار عورت سے شادی کرے۔ اور اُنکے مال سے
کرے اور لوگ کہیں کہ فلاں عالم فلاں امیر یا فلاں عورت کے روپیہ سے حج کرنے آئے ہیں۔ اور حد[یث]
شریف میں وارد ہوا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ اُسمیں آدمی کا نام سننا اُس سے ملنے
بہتر ہوگا۔ اور اگر اُس سے ملو تو صرف ملنا اُس سے بہتر ہوگا۔ کہ اُسکا امتحان کرو۔ کیونکہ اگر تم اُسکا امتحا[ن]
کروگے تو تم اُسکو اور اُسکے کام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھوگے۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرما[تے]
کہ تم لوگ قرار کی کسطرح تعریف کرتے ہو۔ حالانکہ حالت اُنکی یہ ہے کہ گردنیں اُنکی موٹی ہیں۔ کپڑے اُن[کے]
[illegible] ون کا چھنا ہوا آٹا کھاتے ہیں۔ (اور یہ تمام علامتیں ہیں اس بات کی کہ نہ اُنکو خدا کا خوف
[illegible] وسہ کیونکہ) واللہ جسکو خدا کا خوف اور اُسپر اعتماد ہو اُسکیلئے راکھ پھانکنا بھی بہت ہے (چہ جائیکہ
[illegible] اور یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جب سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال
[illegible] نے قرار سے کہا کہ اے جماعت قرار اب خوب دین کے عوض میں دنیا کھاؤ۔ کیونکہ امام
کا انتقال ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ علیہ وسلم تمہیں للکارتے رہتے تھے۔ (اور اُنکی وجہ سے تم بھی
خاموش تھے) اب کوئی پوچھنے کچھنے والا نہیں اب خوب دین فروشی کرو) اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
تھے۔ کہ علماء[ع] اُسوقت تک ہمیشہ خدا کی پناہ میں رہیں گے جب تک اُنکے قرار امراء کی طرف محبت کی نگاہ
جھکیں گے۔ لیکن جب وہ اُنکی طرف جھک جائیں گے۔ اُسوقت اللہ تعالیٰ ان سے اپنا ہاتھ اُٹھالیگا
اور اُنپر ظالموں کو مسلط کردیگا جو اُنکو بُری طرح عذاب دینگے۔ اور اُنکے دلمیں ان ظالموں کی ہیبت ڈالدیگا۔ اور
فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کمل پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم
چاہتے ہو۔ کہ اس کمل کے ذریعہ سے تمکو لوگوں پر تفوق حاصل ہو جاوے۔ یاد رکھو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اکثر دوزخی کمب[ل]
پوش ہونگے (انکا مقصود فرقد کو نصیحت کرنا۔ اور حب جاہ سے روکنا تھا۔ اور مطلب یہ تھا کہ ایسی صورت مت
بناؤ جس سے تمہاری طرف لوگوں کی رجوعات ہو) اور ایک مرتبہ مالک بن دینار سے کہا گیا۔ کہ آپ اس جوان سے جو
اور مجاہد ہے کیوں بے رخی کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ میں اسلئے بے رخی کرتا ہوں کہ میں نے قرار کو خود
بھگتا ہے جس سے مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ یہ لوگ بہت نکمے ہوتے ہیں) اور حذیفہ بن الیمان رض

ع علماء و قراء میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ علماء عام ہے قراء سے اور علماء وہ لوگ جو اہل علم میں خواہ وہ علمی مشغلہ جیسے درس تدریس
کوئی افتاء وغیرہ رکھتے ہوں یا نہ۔ اور قراء وہ ہیں جو علمی مشغلہ رکھتے ہیں۔ اور اسلئے لوگ انکو معروف اور ممتاز ہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

فرماتے تھے۔ کہ میں عالم کیلئے اسکو پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ حکام کے دروازوں پر جاوے۔ کیونکہ دنیا میں ان دروازہ فتنوں کے ٹھکانے ہیں (جہاں ہر قسم کے فتنے ملتے ہیں) اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ہم کو بادشاہ کے دروازہ سے بچنے کی یوں ہی تعلیم دی جاتی تھی جسطرح ہمکو سورۃ یا آیت قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی (یعنے ہمارے معلمین نہایت اہتمام کیسا تھ ہمکو بادشاہ کے دروازہ پر نہ جانیکی تعلیم و تلقین کرتے تھے) سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جب تم عالم کو دیکھو۔ کہ وہ بادشاہ کے دروازہ پر جاتا ہے تو سمجھ لو کہ) وہ (دین کا) چور ہے (نہ کہ محافظ و پاسبان) اور میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بادشاہ کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا (اپنے نفس یا اپنے دین کو) سخت خطرہ میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ اگر تو اسکی اطاعت کرے تو اپنے دین کو خطرہ میں ڈالیگا۔ اور اگر نافرمانی کرے تو اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالیگا۔ بس سلامتی اسی میں ہے۔ کہ نہ تو اسے جانے اور نہ وہ تجھے جانے۔ اور جبکہ زہری نے بادشاہ سے اختلاط شروع کیا۔ تو زاہد لوگ انکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور فرمایا۔ کہ انکی وحشت میں اُنکے مونس بن گئے۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص صرف فرائض و واجبات ادا کرتا ہو۔ اور صحبت سلطان سے محترز ہو۔ وہ اس سے اچھا ہے جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام لیل کرے اور جہاد و حج بھی کرے اور بادشاہ کے پاس بھی آتا جاتا ہو۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ بے ضرورت قاضی کے پاس جاتا ہے تو اسکے متعلق تم بہتری کی شہادت نہ دو (اور یہ نہ کہو کہ وہ اچھا ہے) اور نہ اسے سلام کرو۔ بلکہ اُسے بددین خیال کرو۔ اور ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ... تمام رات ایسی بات کرتا رہا جس سے بادشاہ خوش رہے اور خدا ناراض نہو۔ مگر مجھے کو ... مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کو خوش رکھکر خدا کو ناخوش نہ کرنا۔ نہایت دشوار ہے ... بہتر ہے) اور اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ بدتر حکام وہ ہیں۔ جو علماء سے دور رہیں۔ اور بدتر علماء وہ ہیں جو امراء کے یہاں تقرب رکھتے ہوں (لہٰذا امراء کا فرض ہے کہ وہ علماء سے ملتے رہیں۔ اور علماء کا فرض ہے کہ وہ تقرب امراء کی کوشش نہ کریں) اور کچھ حدیثیں جو امراء کے قرب سے احتراز کی ہدایت کرتی ہیں۔ ہم نے مقدمہ میں بیان کی ہیں اُسکو دیکھ لینا چاہئے۔ القصہ تم اپنے اندر غور کرو۔ کہ آیا جسطرح تمہارے سلف اخلاق حسنہ کے ساتھ متخلق تھے اُس طرح تم بھی اُن سے متخلق ہو یا نہیں (اگر نہ ہو تو اسکی کوشش کرو) والحمد للہ رب العالمین (۸۰) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جب اُنکے پاس خالی مال

نہیں ہوتا۔ اور اُن کے نان نفقہ وغیرہ کا بار دوسروں پر ہوتا ہے تو وہ دوسرے لوگوں کو کپڑا وغیرہ نہیں دیتے (کیونکہ یہ حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ ہے) بلکہ وہ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اُنکے معتقدین پر اُنکا بار نہ رہے (بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ لوگ جو کچھ اُنکی خدمت کرتے ہیں۔ اُنہیں سے وہ دوسروں کی خدمت کرتے ہیں) اور اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ (جہاں تک ممکن ہے) کسی کو ننگا یا بھوکا نہیں چھوڑتے۔ اور میرا مسلک بھی یہی تھا مگر (یہ غلطی ہے اور) میرے شیخ سید محمد بن عبداللہ و نیز میرے شیخ سیدی نورالدین نے مجھے اس مسلک سے تو بہ کرائی میں نے اُن سے عرض کی کہ اگر سائل مجھپر خدا اور رسول کی قسم کھلاے (اور کہے کہ خدا کی یا رسول کی قسم میں تم سے ضرور لونگا) تو اُسے میں کیا کروں تو انھوں نے فرمایا تب بھی نہ دو۔ اور صرف یہ کہدو۔ جل اللہ العظیم یا صل علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ کسی کی قسم کا پورا کرنا اُسوقت مستحب ہے جبکہ خود اُسکے پاس مال ہو۔ اور جسکا خرچ دوسرے لوگ اُٹھاتے ہوں اُسکو قسم کے پورا کرنیکا حکم نہیں۔ بجز مشروع طریقہ کے۔ مثلاً کہ اُس کے دیدینے میں کوئی مانع نہ ہو۔ جو قسم پورا کرنے سے زیادہ نقصان رساں ہو (ایسی حالت میں مضائقہ نہیں کہ دیدیا جاوے اور قسم پوری کردی جاوے) اور جب میرے احباب نے دیکھا کہ میں اپنا چوغہ یا پوستین یا عمامہ کسی کو دیدیتا ہوں۔ اور اسمیں کچھ بھی پس وپیش نہیں کرتا تو انھوں نے یہ کارروائی کی کہ جو کپڑے وہ مجھے دیتے تو بعض تو انکو مجھپر وقف کر دیتے اور بعض بطور عاریت کے دیتے۔ اور بعض یہ قسم کھا لیتے کہ اگر تم ہمارا بلا اجازت کسی کو دو۔ تو ہماری بیوی پر طلاق۔ غرض جسطرح ممکن ہوتا وہ مجھے پابند کرنے کی کوشش کرتے پس یہ وجہ ہے کہ تم مجھے دیکھتے ہو کہ میں کسی کو کچھ دینے میں (بظاہر) بخل کرتا ہوں ورنہ اگر کوئی مجھسے ذاتی مال مانگے تو میں دینے میں ہرگز دریغ نہ کروں گا۔ اگرچہ میرا اپنا چوغہ یا اُسی دن کا بنا ہوا صوف پس تمھیں چاہیئے کہ جب تم یہ دیکھو کہ کوئی سائل کسی شیخ طریق سے کوئی کپڑا وغیرہ مانگتا ہے اور وہ نہیں دیتا تو اُس سے فوراً بدگمان نہ ہو جاؤ۔ اور یہ نہ کہو کہ یہ درویشوں کے مسلک کے خلاف بات ہے۔ بلکہ اس سے پہلے واقعہ کی تحقیق کرلو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اُس شیخ کیلئے بھی کوئی اس قسم کا عذر ہو جسکو بیان کیا ہے۔ اور انھوں نے بخل کے سبب اُسکے دینے سے دریغ نہ کیا ہو۔ والحمد للہ رب العالمین

(۸۱) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ حضرات اپنی اُن کرامات کو ظاہر نہیں کرتے جن کا ہمعصر انکار کریں۔ کیونکہ اس اظہار میں کوئی فائدہ نہیں ہاں اگر اُسپر کوئی مصلحت شرعی مرتب

ولی کیلئے اُس کے اظہار میں کچھ حرج نہیں ہیں اس مقام کو لکھ رہا تھا کہ ایک شخص (آیا جس نے بیان کیا کہ اس)
نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور ایک صحیح نشانی کے ساتھ آپنے اُس کے
ہاتھ مجھے سلام کہلا بھیجا ہے۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ اُس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور آپنے اُسکا جواب بھی دیا تھا۔ مگر اسکی سمجھ میں نہ آیا۔ پس جب آپنے سمجھا کہ اسکی
سمجھ میں نہیں آیا تو آپنے فرمایا کہ اچھا مصر جاؤ۔ اور شعرانی سے پوچھو تو وہ مفصل طور پر تمھیں سمجھا دیگا۔ یہ شخص
نواح جرجہ کا رہنے والا تھا۔ اُس نے خواب دیکھتے ہی مصر کا قصد کر دیا۔ مصر پہونچکر اُس نے میرا پتہ دریافت
کیا۔ اور میرے پاس پہونچ گیا۔ اور کہا کہ مجھے مصر میں آپکی ملاقات کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ بلکہ صرف جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کیلئے تم سے ملنا مقصود تھا۔ [ع۵] اسکے ظاہر کرنے کی مثال تھی
میں اسکے اخفا کی مثال بتلاتا ہوں) میں نے اس کتاب میں لکھا تھا کہ منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے
کہ وہ پانچوں نمازیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپکی قبر شریف کے اندر پڑھتے ہیں [illegible]
نمازیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہیں تو وہ جناب رسول اللہ [illegible]
علیہ وسلم کا جواب سنتے ہیں۔ سو اسمیں ہمارے احباب میں سے بعض طالب علموں کو تامل ہوا اور انہوں [illegible]
کہا کہ ہر کرامت پچھلوں کو اگلوں سے حاصل ہوتی ہے اور ہم تک یہ خبر نہیں پہونچی کہ جناب رسول اللہ [illegible]
علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد کسی صحابی یا تابعی کو اپنی قبر سے سلام کا جواب دیا ہو (اسلئے ہمیں اس
میں تامل ہے) تو جب اُن کی طرف سے اس کرامت کے ماننے میں تامل ہوا۔ اور میں نے ان میں [illegible]
دیکھا۔ کہ وہ مجاہدہ ریاضت سے اس مقام پر پہونچنے کیلئے تیار ہو۔ تو میں نے اس خلق کو [illegible]
اب میں اُنکے شبہ کا جواب دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہر کرامت ایک عام سے اور [illegible]
ہے یا استثنا اُس عام کے جسے شریعت نے خصوص سے مستثنیٰ کر دیا ہو جیسا کہ اصول میں یہ ثابت ہو چکا ہے
پس ممکن ہے کہ یہ عام بھی مخصوص البعض ہو۔ اسلئے اس سے احتجاج نہیں ہو سکتا۔ نیز علامہ ابن زہرہ نے اپنی
تفسیر میں لکھا ہے کہ منجملہ اُن کرامت کے جو موروث نہیں اور اس صاحب کرامت سے پہلے کسی کے لئے
ثابت نہیں ہوئیں۔ ایک آصف بن برخیا کا بلقیس کا تخت چشم زدن میں اُٹھا لانا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ

ع۵ یہ بات ہر کامل کے لئے ضروری نہیں ہے خوب سمجھ لو۔ نیز جو نمازیں یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھتے ہیں وہ روحانی
نمازیں جسم مثالی کیساتھ ہوتی ہیں نہ کہ جسم عنصری اور ان سے فرائض ادا نہیں ہوتے۔ خوب سمجھ لو۔ ۱۲ منہ

کرامت ان سے پہلے نہ کسی نبی سے صادر ہوئی نہ غیر نبی سے (پس اس عام کا خصوص امکان سے نکل کر وقوع میں آگیا۔ اب اس عام سے احتجاج صحیح نہیں) اور میں نے سیدی علی خواص سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ کسی شخص[ع] کی اسوقت تک ولایت محمدیہ تک رسائی نہیں ہوتی جب تک وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خضر والیاس علیہما السلام کیساتھ اجتماع کا شرف نہ حاصل کرے اور پہلے تمام سچے لوگ اسی روش پر چلے ہیں اسلئے بعض محجوبین کا اس سے انکار کرنا اسکی واقعیت میں قادح نہیں ہوسکتا۔ اور سیدی شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب سے فرماتے تھے۔ کہ کیا کوئی تم میں ایک ایسا ہے کہ جب وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرے۔ تو اسکا جواب اپنے کانوں سے سنتے۔ اسکے جواب میں وہ انکار کرتے اور کہتے کہ ہم میں ایسا کوئی نہیں جسکو یہ واقعہ پیش آتا ہو۔ اسپر فرماتے کہ تم اپنے دلوں کی حالت پر روؤ کہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے محجوب ہیں۔ پھر فرماتے کہ بخدا اگر میں تھوڑی دیر کے لئے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محجوب ہو جاتا تو اپنے کو مسلمانوں میں شمار نہ کرتا۔ اھ میں کہتا ہوں کہ درویش کے مقام میں اور اس شخص کے مقام میں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتا ہو اور انکے سلام کے جواب کو سنتا ہے۔ ایک لاکھ چھیالیس ہزار نو سو ننانوے مقام کا فصل ہے۔ اب اگر کوئی اس مقام کا دعوی کرے۔ تو ہم اس سے درمیانی مقامات کی شرح کا مطالبہ کریں گے۔ اور جب ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ انکو نہیں جانتا تو ہم اسکی تکذیب کریں گے۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے شیخ علی مرصفی کی حیات میں اس مقام کا دعوی کیا تھا۔ آپنے انکو اپنے سامنے بلوایا۔ اور جب انکو دیکھا تو کہا۔ کہ میرا مقصد یہ ہے کہ جن مقامات کے متعلق تمہارا دعوی ہے۔ اللہ تعالی نے تمہیں وہ مقامات عطا فرمائے ہیں میں انکی تفصیل سننا چاہتا ہوں۔ مگر اسکا کسی کو کچھ جواب نہ آیا۔ پس آپ نے انکو ڈانٹا۔ اور حکم دیا کہ ان کو ہمارے پاس سے نکال دیا جاوے۔ پس وہ نہایت بری حالت میں رہے۔ پناہ بخدا۔ پس ہمکو چاہیئے کہ کبھی کسی ایسے مقام کا دعوی نہ کرو جس تک تم نہیں پہونچے۔ ورنہ اسکی سزا میں تم محروم کردئے جاؤگے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے مقام اجتماع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنارہ کشی اختیار کرکے بادشاہ اور دفتر دار و قاضی وغیرہ کے ساتھ اجتماع کو مقام عالی قرار دیا ہے۔ اور جب وہ کسی مجلس میں ہوتے ہیں تو فخراً کہتے ہیں کہ میں نے بادشاہ سے یہ کہا۔ اور بادشاہ نے مجھسے یہ کہا۔ دفتر دار نے مجھسے یہ کہا۔ وغیرہ وغیرہ (گویا یہ لوگ بھی بڑے ہیں) مگر ان لوگوں سے کم ہیں۔

ع احقر کو ان دعاوی میں کلام ہے اللہ تعالی مجھپر حق واضح فرماوے اگر میں اپنے خیال میں غلطی پر ہوں۔ ۱۲ مترجم۔

Marfat.com

جو غلط طور پر کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اور وہ فرمایا۔ بس اسکو خوب سمجھ لو۔ والحمد للہ رب العالمین (۸۲) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے معتقدین میں سے کسی کو عہدہ قضا یا اور کسی امانت کے کام کو انکے ذمہ نہیں لینے دیتے ہیں جن میں اکثر گناہوں وغیرہ سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر بقاعدہ شرعی احکام کیلئے وہ لوگ متعین ہو جاویں۔ تو مجبوری ہے۔ اور وجہ اسکی ممانعت کی یہ ہے کہ احادیث میں ایسے امور سے بچنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں نہ تم مؤذن ہو۔ اور نہ امام۔ اور نہ چودھری۔ اور نہ کسی سے فقیروں پر تقسیم کرنیکے لئے روپیہ لو۔ اور محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ سب سے پہلے جو حساب کیلئے بلائے جائیں گے۔ وہ قاضی ہوں گے۔ اور انمیں سے بہت کم نجات پائیں گے۔ اور اکثر کو سزا ہو گی۔ اور انکے معاونین بھی اس سختی میں انکے شریک ہوں گے۔ اور ایک مرتبہ ہرم بن حیان قاضی بنادئے گئے۔ تو انھوں نے اپنے چاروں طرف آگ جلادی جس نے لوگوں کو اُس روز ان تک پہونچنے سے روک دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اس سے استعفا دیدیا۔ اور جبکہ لوگوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قضا کے لئے مجبور کیا۔ اور انکو قید کردیا۔ تو اُنکا قاعدہ تھا کہ چند روز تک اُن کو جیل خانہ سے نکال کر مارتے تھے۔ تاکہ وہ قاضی بننا قبول کرلیں۔ مگر انھوں نے کسی طرح اُسے قبول نہیں کیا۔ حتی کہ ایک روز بچوں کی طرح رونے لگے۔ اور فرمایا کہ بہت سے حق ایسے ہوتے ہیں جنکو قاضی باطل کردیتا ہے۔ اور بہت سے باطل ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کردیتا ہے (پھر میں کیسے قاضی بن سکتا ہوں) اور جس نے انکو قید کیا وہ ابن ہبیرہ وزیر تھا۔ اور سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ میں[۵۷] نے ایک روز کسی کو جبل ابو قبیس پر یہ اعلان کرتے سنا۔ کہ ہر کالے گورے کیلئے خدا کی امان ہے بجز سفیان بن عینیہ اور فلاں زندیق کے۔ اور رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ کے ارشاد اکالون السحت (یعنی یہود ہمیشہ حرام کھایا کرتے ہیں) کی تفسیر فرماتے کہ قاضی کا ہدیہ بھی سحت میں داخل ہے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ اسکو دکام غلام نہ بنا سکیں اسے چاہئے کہ سرکہ اور نمک پر قناعت کرے (اور مرغن کھانوں کی ہوس نہ کرے) اور میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ اس زمانہ میں حکومتوں کا حاصل جور اور ظلم ہے۔ اور اگر کوئی انصاف کرنا چاہئے۔ تو وہ انصاف کر نہیں سکتا۔ کیونکہ آدمی اپنی بداعمالیوں کے سبب عدل کے مستحق نہیں

[۵۷] اس ملفوظ کی حقیقت میں اور اس امر میں کہ مؤلف اسکو اس خلق میں کیوں لائے۔ غور کرلینا چاہئے۔ ۱۲ منہ

اسی وجہ سے حق تعالیٰ ان پر ظالم حکام مسلط فرماتے ہیں) اور شیخ موصوف کے واقف کاروں میں سے ایک شخص قاضی ہوگئے۔ آپ نے اُسے ملامت کی۔ (اور فرمایا کہ تو نے بہت بُرا کیا۔ اور تجھے ایسا نہیں چاہئے تھا اُس نے عرض کیا کہ (میری نیت اسمیں نیک ہے اور) میں محض اسلئے قاضی ہوا ہوں کہ لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں۔ امیر شیخ نے اُس سے فرمایا۔ کہ یہ شیطان نے تجھے دہوکا دیا ہے۔ کیونکہ تجھسے پہلے قاضیوں سے یہ امر نہیں ہوسکا۔ حالانکہ وہ زمانہ نصیحت کے قابل تھا۔ رہا یہ زمانہ کہ جسکی یہ حالت ہے کہ تمام لوگ ولایت اور بزرگی کے مدعی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اصل ولی تو ہم ہیں۔ کیونکہ لوگ ہمارے محتاج ہیں اور ہم انکے محتاج نہیں (اور جب اُنکی کوڑمغزی۔ خودرائی۔ جرأت وبیباکی کی یہ حالت ہے۔ تو تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیسے کر سکے گا) اور میں نے خود سنا ہے کہ بعض مشائخ کسی افسر کے یہاں گئے اور ان سے کسی کی سفارش کی۔ اُس نے صاف انکار کردیا۔ اور اُس نے قبول نہیں کیا (شیخ صاحب تو واپس تشریف لے آئے) اور وہ کہنے لگا کہ یہ مدعیان صلاح ہمارے یہاں جسکی سفارش کرتے ہیں۔ انکی مصلحت اور بہتری مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ انکا مقصود محض اپنی شہرت ہوتی ہے انکا نفس انکو یہ سمجھاتا ہے کہ جب وہ کسی کی سفارش کریں گے اور مقبول ہوگی تو لوگ کہیں گے کہ فلاں بزرگ مسلمانوں کے بہت غمخوار اور انپر نہایت مہربان ہیں۔ اور انکے سوا مصر میں اور کوئی ایسا نہیں جب یہ خبر مشہور ہوگی۔ تو سلاطین اور وزراء کے کانوں تک بھی پہونچے گی۔ اور وہ انکے لئے جاگیریں۔ اور روزینہ مقرر کردیں گے۔ یہ وجہ تھی کہ میں نے انکی سفارش قبول نہیں کی۔ اور اسمیں خود انکی مصلحت تھی کیونکہ مجھے ان پر اندیشہ ہوا۔ کہ مبادا یہ حضرات خودپسندی میں مبتلا ہوجاویں۔ اور انکا رہا سہا دین بھی غارت ہوجاوے اھ اور میں نے بعض قاضیوں کو دیکھا ہے کہ جس روز ان کے یہاں آمدنی کم ہوتی۔ اُس روز اپنے گھر کا سامان بیچکر سرکاری خزانہ میں داخل کرتے اور وقتاً فوقتاً ایسا ہوا پھر افسر نے معزول کردی۔ (کہ یہ قاضی ناقابل ہے) نوبت بایں جا رسید کہ اپنے گھر کا سارا سامان اسطرح عہدۂ قضا کی نذر کردیا۔ اور خود سامان دنیا سے خالی ہاتھ رہگئے۔ اور میں نے بعض قصبات کے قاضیوں سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ جب کسی روز میرے یہاں آمدنی کم ہوتی ہے۔ تو کسی دولتمند پر جھوٹا دعویٰ کرا دیتا ہوں۔ تاکہ آمدنی ہوجاوے (اور سرکار میں بدنامی نہو) اب تم غور کرلو کہ ایسے لوگ کیسے حق کو حق اور باطل کو باطل کر سکتے ہیں۔ پس خلاصہ یہ کہ اس زمانہ میں سلامتی کی بات یہی ہے کہ آدمی حکومتوں کو اپنے ذمہ نہ لے بجز اس صورت کے کہ یا تو وہ شرعاً اسکے لئے متعین ہو۔ یا اس پر اس بارہ میں جبر کیا جاوے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۸۳) اور منجملہ اُن کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے احباب کے حالات پوچھتے رہتے ہیں۔ مگر فضول نہیں بلکہ اس غرض سے کہ کھانا۔ کپڑا۔ روپیہ پیسہ قرضہ ادا کرنا یا کسی کی فکروں کا بار اپنے سر لینا وغیرہ وغیرہ امور میں سے جس کسی چیز کی اُنکو ضرورت ہو اُسمیں اُنکی اعانت و ہمدردی کریں۔ اس خلق کے لوگ اس زمانہ میں نادر ہو گئے ہیں۔ کیونکہ آجکل عام طور پر لوگوں کی حالت اسکے خلاف ہے چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ میاں تمھارا کیا حال ہے۔ اور اسکے جواب میں وہ اپنی حالت بیان نہیں کرتا۔ بلکہ کہدیتا ہے کہ اچھا ہوں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسکا دل میری ہمدردی سے خالی ہے (اسلئے اس سے اپنی حالت بیان کرنا بے سود ہے) اور یہ حال پوچھنا محض بے فائدہ اور صرف رسمی طور پر ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ اسکا گواہ ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص جاتے جاتے دوسرے سے پوچھتا کہو میاں کیا حال ہے۔ اور نہ پوچھنے والا جواب کے لئے ٹھہرتا ہے (بلکہ صرف کہکر آگے چلدیتا ہے) اور جس کی حالت دریافت کی گئی ہے وہ کچھ جواب دیتا ہے (کیونکہ سمجھتا ہے کہ اس نے محض رسم پر عمل کیا ہے) اسی طرز عمل کو دیکھکر سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی اپنے بھائی کی غمخواری کی اُسکی فکروں کا بار اپنے سر لینے یا اُسکے لئے دعا کرنیکا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اُسے ہرگز ہرگز نہ چاہیے کہ وہ یہ کہ تمھارا کیا حال ہے کیونکہ یہ نفاق ہے (اسلئے کہ سوال سے ہمدردی و غمخواری ظاہر ہوتی ہے اور دل میں نہیں تو ایسا سوال ضرور نفاق ہوگا) اور حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جب تم اپنے ساتھی سے کہو کہ کہئے صبح کس حالت میں ہوئی۔ اور وہ جواب میں کہے کہ مجھے کچھ ضرورت ہے اور یہ سنکر اڑا جاؤ اُسے کچھ نہ دے تو اس کا یہ پوچھنا کہ صبح کس حالت میں ہوئی اسکے ساتھ مذاق ہے اور یہ زمانہ کے لوگوں پر غالب ہے اور میں نے سیدی علی خواص سے سنا ہے وہ فرماتے تھے دوسرے کی حالت پوچھتے تھے۔ اُنکا مقصد یہ ہوتا تھا۔ کہ غافل شخص کو خدا کے شکر پر متنبہ کریں۔ تاکہ وہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرکے اسپر شکر کرے اور اس سے اُسکو بھی فائدہ ہو۔ اور انکو بھی (اور یہ عرف کہ مسئول سائل کے جواب میں خدا کا شکر ہے یا بحمداللہ اچھا ہوں۔ وغیرہ کہتا ہے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کرتا ہے۔ مگر جسطرح آجکل سائل کا مقصود ادائے رسم ہوتی ہے یونہی مسئول کا شکر رسمی اور اتباع رسم کے طور پر ہوتا ہے۔ مترجم) اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے کس حالت میں صبح کی۔ آپنے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں اُن لوگوں سے بہتر ہوں جنھوں نے کسی

Marfat.com

مریض کی عیادت کی۔ اور نہ وہ کسی جنازہ کے ساتھ گئے۔ (مطلب یہ تھا کہ میں نے آج عیادت بھی کی اور کے ساتھ بھی گیا۔ اور اس عنوان سے سائل کو۔ اور دوسروں کو ان کاموں کی ترغیب تھی) اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں خدا کا ایک ذلیل بندہ اور اُسکے احکام کا مامور تھا۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی۔ کہ میں تمام ادیان باطلہ سے پھرا ہوا تھا اور احکام خدا کا ماننے والا تھا۔ اور کسی کو اُسکے ساتھ شریک نہ کرتا تھا۔ اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں جنت کیطرف پلٹونگا یا دوزخ کی طرف۔ اور امام شافعی رحمۃ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی۔ انھوں نے (افسوس کے ساتھ) فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ خدا رزق کھاتا ہوں اور اُس کا شکر انجام نہیں دیتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نے کس حالت میں صبح کی۔ تو آپنے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ نہ جن چیزوں کی مجھے امید ہے اُنکے نفع پر مجھے اختیار ہے۔ اور نہ جن چیزوں کا مجھے ڈر ہے۔ اور اس سے اُن سے بچنا چاہتا ہوں اُنکے دفع پر مجھے قدرت ہے۔ اور میں نے اپنے عمل کی عوض میں رہن ہوں۔ اور معاملہ دوسرے کے اختیار میں ہے اور مجھسے زیادہ کوئی محتاج نہیں۔ اور ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ آپنے کس حالت میں صبح کی۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میں کمزور ہوں گنہگار ہوں خدا کا رزق کھاتا ہوں۔ اور اُسکی نافرمانی کرتا ہوں۔ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ آپنے کس حالت میں صبح کی۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر دوزخ سے بچ جاؤں تو اچھی حالت میں صبح کی ورنہ بری حالت میں ہے۔ اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ سے کہا گیا۔ کہ آپنے کس حالت میں صبح کی۔ تو آپنے فرمایا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ عمر گھٹتی جاتی ہے۔ اور البتہ گناہوں میں صبح کی جو بڑھتے جاتے ہیں۔ اور حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپنے کس حالت میں صبح کی۔ انھوں نے فرمایا بخیر و عافیت۔ امیر حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے حامد خیر و عافیت پلصراط سے گذرنے اور جنت میں داخل ہو جانیکے بعد ہوگی (آج خیر و عافیت کہاں) حامد نے کہا کہ بجا ارشاد ہے (واقعی میری غفلت تھی) پس ان باتونکو خوب سمجھ لینا چاہیے والحمد للہ رب العالمین (۴۴) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ شیطان کی جنگ اور اس کے مکروں اور جالوں کی پہچاننے کی فکر اور کھود سے غافل نہیں ہوتے اور یہ وہ خلق ہے جسکو اکثر لوگوں نے آجکل بالکل بھلا رکھا ہے (مگر ایسا نہ چاہیے) کیونکہ جس طرح

Marfat.com

شیطان ایک دم ہماری طرف سے غافل نہیں ہوتا ہمیں کبھی اُس سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ وہ ہر وقت گھات میں لگا رہتا ہے اور پوشیدہ طور پر اسکا خواہاں رہتا ہے کہ آدمی خدا کی ناخوشی میں مبتلا ہو جاوے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر قائم کرتا ہے۔ اور لوگوں کے گمراہ کرنے کے لئے اپنے چھوٹے اور بڑے لشکر بھیجتا ہے۔ اور سب سے بڑا مرتبہ اُسکے نزدیک اُسکا ہوتا ہے۔ جو سب سے زیادہ لوگوں کو فتنہ میں ڈالے۔ اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ہم کو یہ خبر پہونچی ہے۔ کہ ابلیس ملعون نے عرض کیا کہ اے اللہ آپ اپنے بندوں کی یہ عجیب حالت نہیں دیکھتے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ اور باوجود محبت کے آپکی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور مجھسے عداوت رکھتے ہیں۔ اور باوجود عداوت کے وہ میرا کہنا مانتے ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی۔ کہ میں نے انکی کثرت نافرمانی کو انکی محبت کی وجہ سے معاف کردیا۔ اور انکی اطاعت ابلیس کو اسکی عداوت کے سبب بخشدیا۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جب شیطان آدمی کے متعلق تین باتوں میں سے ایک بات میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بس میرے لئے یہ کافی ہے اور اسکے سوا میں اُس سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ ان تین میں سے ایک خود پسندی ہے۔ اور دوسری اُسکا اپنے عمل کو بہت سمجھنا۔ اور تیسری اُسکا اپنے گناہوں کو بھول جانا۔ انہیں سے جو بات کبھی آدمی کے اندر پیدا ہو گئی شیطان سمجھتا ہے کہ بس میں کامیاب ہو گیا۔ اور ایک روایت میں بجائے تین میں سے ایک کے چار میں سے ایک ہے۔ اور چوتھی بات بہت پیٹ بھر کر کھانا ہے۔ اور یہ بات (گو بادی النظر میں معمولی معلوم ہو مگر حقیقت میں) ان تینوں سے بڑی ہے۔ کیونکہ وہ تینوں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہب بن [illegible] تھے کہ خبردار ایسا ہرگز نہ کرنا کہ ظاہر میں شیطان کے ساتھ دشمنی کرو اور پوشیدہ طور پر اسکی اطا[illegible] کیونکہ جو شخص خدا کی نافرمانی میں رات گذارتا ہے اُسکی وجہ سے شیطان ایسا خوش [illegible] دولہن سے۔ اور محمد بن واسع رحمۃ اللہ کا قاعدہ تھا کہ وہ منہ اندھیرے مسجد میں تشریف لیجاتے تھے ایک شب شیطان آدمی کی صورت بنا اور چراغ لیکر اُنکے آگے آگے ہو لیا۔ سردی کی اندھیری رات تھی اتفاق سے ایک عورت نے اپنے دریچہ سے یہ واقعہ دیکھا اور کہا کہ یہ جوان بھی کسقدر سنگدل ہے کہ ایسی رات میں بڈھے کو چراغ لیکر چلنے کی تکلیف دیتا ہے محمد بن واسع نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ اسے صرف دے خدا اسے اور مارے۔ تب شیطان نے سمجھا کہ انہوں نے مجھے پہچان لیا (اور اب میرا فریب چلنا مشکل ہے) لہذا وہ چراغ گل کرکے بھاگ گیا۔ نیز ہمیں یہ خبر پہونچی ہے کہ شیطان ملعون آدمی کی صورت بنا کر ایک گدڑی

Marfat.com

پہنے ہوئے اور گلے میں تسبیح ڈالے ہوئے اور کمر میں خدا مشائخ کی طرز کا پٹکا باندھے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں حضور کی خدمت کرنا چاہتا ہوں شاید حضور کی برکت کا مجھے کچھ حصہ ملجاوے (آپنے اسکی درخواست کو منظور فرمالیا) اور وہ بیس برس تک آپکی خدمت کرتا اور کراتا رہا۔ مگر انکو بھکانیکا اسکو کوئی رستہ نہ معلوم ہوا۔ روز کسی وقت وہ رخصت ہونیکے لیے انکی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ رخصت ہونے لگا تو اُس نے کہا کہ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے تو اُسی وقت پہچان لیا تھا جب تو میرے پاس آیا تھا تو ابو مرہ ابلیس ہے۔ اسپر ابلیس نے کہا کہ حضرت میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ آپکے قدم بقدم ہو۔ یہ سنکر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اے ملعون میرے سامنے سے دور ہو تو چاہتا ہے کہ جاتے جاتے مجھے ایسی بلا میں پھنسا تا جاوے جو میرا دین برباد کرے یعنی اپنی حالت پر نازاں ہونا اور محمد بن واسع ہر روز نماز فجر کے لعبد یہ دعا مانگتے تھے اے اللہ آپنے ہمپر ایک ایسا دشمن مسلط فرمایا ہی جو ہمارے عیوب سے واقف ہی ہماری شرمناک باتوں سے آگاہ ہے اور وہ مع اپنے قبیلہ کے ہم کو ایسی جگہ سے دیکھتا ہی جہاں سے ہم اسکو نہیں دیکھ سکتے پس اے اللہ اسے ہم سے ناامید کردے جیسا کہ تونے اسے اپنی رحمت سے ناامید کردیا اور ہمسے اسکی آس توڑ دے جیسے تونے اپنے عفو سے اسکی آس توڑ دی ہی اور ہمارے درمیان دوری کردی جسطرح تونے اسکے اور اپنی مغفرت وجنت کے درمیان دوری کردی ہی بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اسپر شیطان آدمی کی صورت بنکر آیا اور کہا کہ اے محمد یہ دعا تو کسی کو نہ سکھانا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی تمسے برائی کی ساتھ تعرض کرنے نہ آؤنگا۔ اسکے جواب میں محمد نے کہا کہ میں کسی شخص سے بھی اسکو نہ روکونگا۔ اور تیرا جو جی چاہی کرلے۔ اور ایک روز ابلیس ملعون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نظر آیا اور کہا کہ اے روح اللہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ انھوں نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بالکل حق بات ہی اور میں اُسے کہتا بھی ہوں مگر تیری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کی وجہ سے نہ کہونگا (کیونکہ اسمیں تیرا اتباع ہے) سیدی علی خواصؒ فرماتے تھے کہ ابلیس کا مقصود یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توحید میں اپنا شاگرد بنالے مگر عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا اور عصمت انکو ایسا کرنیسے مانع ہوگئی۔ اور کعب بن احبار رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کا ذکر شیطان کے حق میں ہی جیسا کہ آدمی کے حق میں گوشت کھانیوالا زخم (یعنی جسطرح زخم مذکور آدمی کو نقصان پہنچاتا ہی یوں ہی ذکر اللہ شیطان کو نقصان پہنچاتا ہی) اور عبد العزیز بن ابی رواد فرماتے تھے کہ میں نے ساٹھ حج کئے اور بہت سے نیک کام کئے مگر جب کبھی میں نے اپنے نفس کی جانچ پڑتال کی تو میں نے اسمیں شیطان کا حصہ اسکے حصہ سے

پایا بس کاش کہ میں دنیا سے برابر سرابر چلا جاؤں کہ نہ مجھے ان پر اجر ملے اور نہ مجھے سزا ملے اور حضرت سفیان
ثوری رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ تم خوف فقر کے پاس نہ جانا کیونکہ شیطان کے پاس کوئی ہتیار جس سے وہ آدمی
پر حملہ کرے خوف فقر سے سخت نہیں ہے کیونکہ جب آدمی فقر سے ڈریگا تو باطل طریق سے روپیہ حاصل کریگا
اور جائز طور پر صرف کرنے سے اُسے روکے گا اور خواہش نفسانی کیموافق کلام کریگا۔ اور خدا کیساتھ بد گمان
ہو اسطرح اسکو ہر قسم کی برائی حاصل ہوگی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ مجھپر خدا کی نعمت ہے کہ میں کبھی
فقر سے نہیں ڈرا۔ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ شیطان کی کمر ایسی کوئی نہیں توڑتا جیسی وہ شخص توڑتا ہے
جو خوبی کیساتھ عمل کرتا ہے (خواہ کثرت نہو کیونکہ) حق تعالیٰ (کو کثرت مطلوب نہیں بلکہ خوبی مقصود ہے چنانچہ) فرماتے ہیں
لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (یعنی تاکہ وہ تمہارا امتحان کرے کہ اچھے اعمال کون کرتا ہے سو یہاں اس نے احسن اعمال
کا ذکر فرمایا ہے اور (بجائے أَحْسَنُ عَمَلًا کے) أَكْثَرُ عَمَلًا نہیں فرمایا (تو معلوم ہوا کہ اعمال میں حسن مطلوب ہے نہ کثرت)
اور وہ فرماتے تھے کہ جب آدمی کی عمر چالیس برس کی ہو جاوے اور تمام گناہوں سے توبہ نہ کرے تو شیطان اُسکی پیشانی
پر اپنا ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس مکھڑے کے قربان جو کبھی کامیاب نہوگا میں کہتا ہوں کہ اسکی تائید ابو ہریرہ
ہریرہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو اُنھوں نے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاوے
اور اسکی بھلائی اُسکی برائی پر غالب نہو تو اسکو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور مجاہدؒ فرماتے تھے کہ ہر
ایک معصیت اور لغزش کیموقع پر ابلیس کی کمر توڑنیوالی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے سے بڑھکر کوئی چیز نہیں
کیونکہ جب تم اسپر لعنت کروگے تو وہ اس سے متاثر نہوگا اور کہے گا کہ (میں تو پہلے ہی سے ملعون تھا) تو
یہ امور (لعنت پر لعنت کی (اس سے تجھے کیا فائدہ اور مجھے کیا نقصان ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ اوائل
میں کسی تکلیف کے پہنچنے یا گھبرانے کیوقت شیطان پر لعنت کرتے تھے مجاہد اُسکی اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
بجائے لعنت کے ایسے موقع پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا چاہیئے تاکہ شیطان کے چوٹ لگے لعنت بے سود ہے
واللہ اعلم) اور سفیان بن عیینہؒ فرماتے تھے کہ شیطان کے پاس تین سو ساٹھ ۳۶۰ چاک ہیں جنمیں اسکا نبی آدم کیلئے ہر
ایک کے ساتھ مکر درج ہیں اور وہ انکو ہر روز ایک ایک کرکے قلوب بنی آدم پر پیش کرتا ہے تاکہ آدمی کسی نہ
کسی دھوکے اور مکر کو قبول کرے پس ہمیں بہت ہوشیار رہنا چاہیئے) اور محمد بن سیرینؒ فرماتے تھے کہ شیطان
کے پاس کوئی مکر اس سے بڑا نہیں کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے بڑھکر سمجھے کیونکہ اگر آدمی اسی حالت میں
مر جاوے (یعنی ایسی حالت میں مریگا کہ خدا تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا اور اسکا کوئی عمل اسکے لئے نافع نہ ہوگا (باقی آئندہ)

اسکو دوزخ میں جانا ہی نہ پڑے ایسا نہ ہوگا بلکہ وہ دوزخ میں ضرور جاویگا اور سزا کے بعد اس کی مغفرت
یہ ایک ضابطہ ہے اور خدا تعالیٰ کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے فضل سے اسکا یہ گناہ معاف کردے
میں بھی جانا ہی نہ پڑے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیے) اور میمون بن مہران رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ بڑا دشمن
جسکو تو نہ دیکھ سکے تاکہ اس سے مکر کرے (یعنی شیطان سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ اور دشمن دکھلائی
اسلئے انکے مکر سے بچنا اور اپنے مکر سے انکو نقصان پہنچانا آسان ہے برخلاف شیطان کے کہ وہ دکھلائی
دیتا اسلئے اسکے مکر سے بچنا اور اسپر اپنا داؤں چلانا مشکل ہے) اور حبیب عجمیؒ فرماتے تھے کہ اگر حق تعالیٰ مجھ
کو فرما کے یہ فرمائیں کہ تم صرف ایک سجدہ ایسا لے آؤ جسمیں نہ نفس کا حصہ ہو اور نہ شیطان کا تاکہ میں تمہیں جنت
میں داخل کردوں تو مجھے ایک سجدہ بھی ایسا نہ ملیگا آہ پس تمہیں ہوشیار ہوجانا چاہیے اور جب تم دیکھو کہ تم
ہمیشہ عبادت کررہے ہو تو یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اب شیطان کا تعلق تم سے منقطع ہوگیا ہے بلکہ اس عبادت
میں اچھی طرح غور کرنا چاہیے اور پوری طور پر تفتیش کرنا چاہیے کہ اسمیں شیطان کا تو کچھ دخل نہیں) والحمد للہ رب العالمین

(۸۵) اور منجملہ انکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ ایسے امور سے نہایت بچتے ہیں جنمیں لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کی بو ہو
مثلاً انکے بچے یا خادموں یا غلاموں کے جنازوں میں نہ شریک ہونا۔ اور جب وہ بیمار ہوں تو انکی عیادت
نہ کرنا کیونکہ درویشوں کو دین و دنیا میں لوگوں پر سرداری محض انکے تذلل اور فروتنی کی بدولت ملی ہے (پھر وہ
چھوڑ کر تکبر کیونکر اختیار کر سکتے ہیں) پھر جب وہ جنازہ میں شریک ہوتے ہیں تو اسوقت انکی حالت یہ ہوتی
کہ وہ انکوتاہیوں پر جو ان سے حق سبحانہ کے باب میں واقع ہوئی ہیں مغموم اور نادم ہوتے ہیں۔ اور (موت سے
عبرت حاصل کرتے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کے لیے موت کافی واعظ ہے اس
بعد آدمی کو کسی واعظ کی ضرورت نہیں) اور نہ کوئی ان میں سے جنازہ کے رستہ میں دنیا کی بات کرتا تھا اور نہ
مباح گفتگو کرتا تھا۔ چہ جائیکہ بری باتیں کرے۔ اور یہ خلق اس زمانہ میں لوگوں میں بہت کمیاب ہوگیا ہے
اکثر کی حالت یہ کہ وہ جنازہ میں شریک ہی نہیں ہوتے لیکن) اگر بالفرض کوئی شریک بھی ہوتا ہے تو وہ
قصہ گو بن جاتا ہے (اور فضول قصہ شروع کردیتا ہے) بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کرتے ہیں کہ مردہ کی چارپائی
کے پاس ہنسانیوالے قصے بیان کرتے ہیں چنانچہ میں نے اس واقعہ کے صدور کا ایک ایسے شخص سے مشاہدہ
کیا ہے جو صوف کا عمامہ باندھتے ہیں خدا انہیں بھی معاف کرے اور انہیں بھی اور حضرت سلف جنازوں میں
معمولی کپڑوں سے شریک ہوتے تھے (بن ڈھن کر نہ جاتے تھے کیونکہ یہ ہیئت کے

Marfat.com

اور جو حالت تذلل سے اقرب ہو گی وہ قبول شفاعت سے بھی اقرب ہو گی جیسا کہ علماء نے استسقاء یا دفع و
بلا کے باب میں بیان کیا ہے پس شرکت جنازہ کیوقت عمدہ کپڑوں سے اجتناب چاہئے بالخصوص
جبکہ انمیں خوشبو لگی ہوئی ہو تب تو اور بھی اجتناب چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ جو درویش جنازہ میں شریک ہو اور
بلا کسی صحیح غرض کے کپڑے عمدہ پہنے ہوئے ہو وہ احوال صوفیہ سے دور اور موت کی یاد سے غافل ہے کیونکہ حدیث
میں ہے کہ جو شخص طالب آخرت ہو گا وہ دنیا کو چھوڑ دیگا (اور ان لوگوں نے دنیا نہیں چھوڑی تو معلوم ہوا کہ یہ
طالب آخرت نہیں پس ضرور موت سے غافل ہیں اور یہی مطلوب تھا) نیز حدیث میں ہے کہ بیماروں کی عیادت
کرو اور جنازوں کے پیچھے چلو کیونکہ وہ تمھیں آخرت یاد دلائیں گے مقصود یہ ہے کہ جب تم آخرت کو یاد کرو گے تو دنیا
کی رغبت تمھارے دل سے نکل جاویگی (اور ان لوگوں کے دل سے دنیا کی رغبت نہیں نکلی پس ثابت ہوا کہ یہ لوگ
آخرت سے غافل ہیں) اور جب وہ کسی جنازہ میں شریک ہوتے تھے تو موت اور ان احوال کی یاد سے جو
آدمیوں پر قبروں میں طاری ہوتے ہیں سوچ میں ڈوب جاتے تھے حتی کہ بعض حضرات تو مسلسل کئی روز تک
رہتے تھے اور لوگ غم کے آثار انکے چہروں پر پاتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر جب کسی جنازہ کیساتھ جاتے تو لوگ
انکو مردہ کے چارپائی پر واپس لاتے تھے کیونکہ نہ وہ پیدل چل سکتے تھے اور نہ سوار ہو سکتے تھے اور
غرض خوف کے سبب لوگوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ان سے بات نہ کر سکتے تھے اور پہلے زمانہ کے لوگ جنازہ
کے موقع پر آواز پست رکھنے کو پسند کرتے تھے اور جو آواز بلند کرتا اسے ڈانٹتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگ
سرکش ہیں تجھے موت کو دیکھکر نصیحت نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ علماء جنازہ میں بلند آواز سے ذکر اللہ
و درود شریف پڑھنے کی اجازت نہ دیتے تھے حتی کہ انھوں نے دیکھا کہ لوگ بک بک کرتے ہیں اور
سمجھا کہ ذکر اللہ دنیا کی باتوں سے اولی ہے (اور ذکر اللہ و درود شریف کیساتھ آواز بلند کرنے کی اجازت دینا اس
وجہ سے نہیں کہ انھوں نے حکم شرعی کو بدل دیا بلکہ محض اس وجہ سے کہ بعض ظلم بعض سے کم ہوتے ہیں اگرچہ
اس موقع پر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا اور درود شریف پڑھنا بھی زیادتی ہے مگر فضول بکواس کی نسبت تھوڑی
لہذا الغرض تقلیل معصیت انھوں نے اسکی اجازت دیدی) واللہ اعلم اور عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو
جنازہ میں ہنستے دیکھا تو آپ نے اسے ڈانٹا اور چند روز کیلئے اس سے بولنا بات کرنا چھوڑ دیا اور حسن بصری نے ایک
شخص کو قبرستان میں کھاتے دیکھا تو آپنے اسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ تو منافق ہے اور اعمش فرماتے تھے کہ ہم لوگ جنازہ میں
شریک ہوتے تو لوگوں پر اسقدر غم اور گریہ کا غلبہ ہوتا تھا کہ ہم یہ نہ معلوم کر سکتے کہ کس سے تعزیت کریں

Marfat.com

ہوئی ہے۔ اور ہم کس کی تعزیت کریں۔ اور حاتم اصمؒ فرماتے تھے کہ جنازوں میں شریک ہو کر دل کا علاج کرو
اور ابراہیم زیاتؒ جب کسی کو جنازہ میں روتے دیکھتے تو فرماتے تھے کہ بھائی اپنی حالت پر رو
مردہ پر نہ روؤ (بلکہ) اسکے لیے دعاء رحمت کرو کیونکہ یہ مردہ تین امور سے نجات پاچکا ہے ایک یہ کہ
ملک الموت کو دیکھ لیا۔ دوسرے موت کی گرمی کا مزہ چکھ لیا۔ تیسرے سوء خاتمہ سے بے کھٹک
بخلاف تمہارے (کہ تمہارے لئے یہ تینوں مرحلے باقی ہیں) اور آئندہ اسکے متعلق مزید گفتگو آئیگی (
منتظر رہنا چاہیئے) والحمدللہ رب العالمین۔ (۸۶) اور منجملہ اُنکے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں
ایمان ونفاق کے اس مرتبہ پر رکھتے ہیں جس پر کہ وہ ہیں اور اسلئے اُنکے یہاں منافق کا مرتبہ اس سے کم ہوتا
جو نفاق سے محفوظ مسلمان کا اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ وہ منافق کو کیونکر پہچانتے ہیں تو جواب یہ ہے
کہ وہ انکو ان علامات کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق
بیان فرمائی ہیں مثلاً آپنے فرمایا ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا
اور جب وعدہ کرتا ہے تو اسکو پورا نہیں کرتا اور جب وہ کسی معاملہ میں امین بنایا جاتا ہے تو خیانت کرتا
اور ایک روایت میں ہے کہ چار علامتیں ہیں اور چوتھی یہ ہے کہ جب وہ لڑتا جھگڑتا ہے تو گالی گلوج
نیز آپنے فرمایا ہے کہ منافقین کی چند علامتیں ہیں بس تم اُنکے ذریعہ سے اُنھیں منافق کہو اور وہ علامتیں
یہ ہیں وہ مساجد میں محض اسکو چھوڑنے کے لئے آتے ہیں یعنی وہ مساجد میں بہت کم ٹھہرتے ہیں اور نماز میں
سب سے پیچھے آتے ہیں اور نہ تکبر کی وجہ سے وہ خود کسی سے میل ملاپ اُنس ومحبت رکھتے ہیں اور نہ اُن
سے کوئی رکھ سکتا ہے۔ رات کے وقت مردار ہوتے ہیں یعنی پڑے سوتے ہیں اور دن کو بداعمال
اُنکے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور اوزاعی رحمۃ اللہ فرماتے تھے
منافق کی علامت ایک یہ ہے کہ وہ کہتا ہے بہت کچھ اور کرتا ہے بہت کم اور فضیل بن عیاض
فرماتے تھے کہ منافق کی ایک یہ ہے کہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اُسکی اُن اوصاف سے
تعریف کریں جو اس میں نہیں ہے اور اسکو ناپسند کرتا ہے کہ لوگ اُن اوصاف سے مذمت کریں جو
ہیں اور جو اُسکے عیب اُسے دکھلاتا ہے اُس سے عداوت کرلیتا ہے۔ اور جب اپنے ہمعصروں
سے کسی کا کوئی عیب سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ جو منافق کو دیکھنا چاہے
وہ مجھے دیکھ لے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ منافق کیونکر ہیں آپ نے فرمایا کہ میں بسا

ہ خصلتیں منتخب کرتا ہوں تو اپنے اندر ان میں سے ایک بھی نہیں پاتا اور نتو بری خصلتیں چھانٹ ہو
ب کو اپنے اندر پاتا ہوں (اور بظاہر مقدس پارسا ہوں یہ نفاق نہیں تو کیا ہے) پھر افسوس فرماتے او
لمارے میری بدبختی قیامت میں میری کیسی رسوائی ہوگی۔ اور سفیان ثوری فرماتے تھے کہ جب صلحا
ہو تو ہم اُن سے الگ ہوتے ہیں اور ہمکو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی اور جب بیانات اعمال بو
تو ہم گھر کے اندر ہوتے ہیں (مطلب ... کہ ہم ... نہیں بلکہ ہمارا شمار ... کے زمرہ میں ہے) اور مالک بن دینار فرماتے تھے کہ ریاکاری کی ایک علامت ... ق اُٹھا کر رکھے گا اور لوگوں سے دنیا ... احمد ...
ں ہی ... لوں) اور یہ چاہے گا کہ صرف میرا ہی ... ہو اور ...
لوگوں پر حسد کرتا ہے اور اسکے دل میں اُن لوگوں کے کینہ ...
جاہ میں اُس سے بڑے ہوں پس تم اپنے نفس کو دیکھو اور اُسے ...
اُس سے پاک صاف کرو۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (۸۷) اور منجملہ ...
پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تاکہ نماز میں خشوع پیدا ہو۔ اور پیٹ بھر کر کھانے سے ...
کوئی پیٹ بھر کر کھانا کھاوے اور چاہے کہ نماز میں خشوع پیدا ہو تو اُس نے ...
(کیونکہ اسطرح کسی طرح خشوع نہیں پیدا ہو سکتا) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی
کئی دن اور کئی کئی رات بھوکے رہتے اور شدت گرسنگی سے شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور
شکم مبارک میں سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسی آگ کے اوپر ... ہوتی ہے
(ایسی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور عبداللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ دو رکعتیں ...
وہ تمام رات کے اُس قیام سے جیساکہ باوجود دل خدا سے غافل ہو ... ہو
اسی ... جو آئی علماء نے اسکی کراہت کی حق سبحانہ سے تعلق ... ہو۔ اور ...
کرنا مکروہ ہے) اور ابن مسعودؓ جب نماز کے ہوتا ہے کیونکہ نماز اس ...
... تے تھے جیسے کوئی کپڑا پڑا ہوا ہو اور ... (اور صاف فرما دیا ہے کہ ...
... ہوتے تو سکون کی یہ حالت
... یہ حالت ہو ...

Marfat.com

ت ان میں ہے کوئی بھی مستغنی ہوتا نہیں لگتا چنانچہ تو انشاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت اس امر کو معلوم کریگا

او) کتاب ہر اس شخص کی گردن (کاٹنے کیلئے جو ناحق مشیخت کا مدعی ہو شمشیر براں کی مثل ہے۔ کیونکہ وہ اسکو

(وہ) عت اخلاق سے) بالکل نادار ثابت کریگی یہانتک کہ وہ اپنے کو اخلاق بزرگان دین سے نکلا ہوا دیکھے گا جس طرح

سانپ کینچلی سے نکلتا ہے اور (فی الجملہ اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے کیونکہ) میں ایک جماعت کو جانتا ہوں جنکو اس

کتاب کی اطلاع ہوئی تو وہ مکدر ہوئے اور (یہ کتاب انکو یہانتک ناگوار ہوئی کہ) اگر انکے لئے اسکا چھپا لینا یا

اسکو دھو کر اسکے حروف مٹا دینا ممکن ہوتا تو وہ یہ بھی کر لیتے اس خوف سے کہ مبادا انکا کوئی معتقد اسکو دیکھے

اور اسکا اعتقاد جواب تک انکے بارہ میں ہے یہ دیکھکر کہ وہ ان بزرگوں کے اخلاق کیساتھ متخلق نہیں ہیں جنکے خلیفہ

ہونیکا انکو دعویٰ ہے بدلجاوے حالانکہ انکو اس سے شاداں و فرحاں ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ سراسر نصیحت ہے اور

لوگوں میں سے کوئی (بشرطیکہ وہ طالب حق ہو) کسی ایسے شخص پر حسد نہیں کرتا جو انکو ایسے زمانہ میں ایسی نصیحت کرے

اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ میرے (دینی) بھائی ابوالفضل رحمہ اللہ نے اپنے بھائیوں وغیرہ کی نصیحت کے باب

میں پانچ ورق میں ایک کتاب تالیف کی ہے جو حق و باطل نیکی و بدی کا معیار ہے لوگوں نے (اس پر حسد نہیں

کیا بلکہ بجائے اسکے) اسکو سونے اور لاجورد کے پانی سے لکھا اور اس سے نہایت خوش ہوئے (یہ کیوں محض اسلئے کہ

سچے لوگ تھے۔ اور سچائی کا مقتضا یہی ہے کہ حق کو قبول کرے اور اس پر حسد وغیرہ نکرے) پس خدا سچوں کو خوش

ہو (اور ان پر رحم کرے) آمین

میں نے اس کتاب کو ان وقائع کے لحاظ سے تالیف کیا ہے جو مجھ سے اور میرے متعلقین سے سرزد ہوتے تھے (اور

اسلئے) جو خلق میں نے اسمیں ذکر کیا ہے وہ ایک ایسے سبب کی بناء پر واقع ہوا ہے جسکو میں جانتا ہوں

ہے کہ میں نے ان اخلاق کو کیف ما اتفق نہیں جمع کیا بلکہ جو امراض واقع ہوئے اور انکے علاج میں ان باتوں کی ضرورت

پڑی انکو جمع کیا ہے) پس اگر کسی کو اسمیں کوئی رخنہ معلوم ہو تو اسکی اصلاح کردے) خدا رحم کرے اس شخص پر

اسمیں کوئی رخنہ دیکھے اور اعانت علی الخیر کے طور پر اسکی اصلاح کردے۔ کیونکہ یہ رسالہ اصالۃً کتابوں سے منقول

نہیں ہے بلکہ وہ کتاب و سنت سے استنباط کے طور پر ہے اور اقوال ائمہ اور دوسری جتنی نقلیں ہیں نے اسمیں ذکر

کی ہیں وہ فقط ان مضامین کے لئے شواہد و دلائل کے طور پر ہیں جو میں نے اسمیں ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ انشاء اللہ یہ

امر عنقریب تجھے بخوبی معلوم ہو جاویگا اور (یہ قاعدہ ہے کہ) جب کوئی مولف پہلا استنباط کرنیوالا ہوتا ہے جیسا

... نعمت) اسکو بیان کیا ہے (کہ میں نے ان مضامین کو کتابوں سے نقل ...

Marfat.com